زید مُبدل مِنہُ ہے۔ یہ اُس محل پر بولا جائیگا۔ جہاں پہلے اِسم سے غرض نہ ہو۔ بلکہ دُوسرے اِسم کی طرف نسبت مقصود ہو ✦

عطفِ بیان میں بدل سے اِتنا فرق ہے۔ کہ یہاں تابع اَور متبوع دونو مقصود بالذّات ہوتے ہیں ۔ جیسے مُصلحُ الدّین سعدی۔ محمّد اِبراہیم ذوق ✦

تابِع مُہمل

کبھی ایک زائد اِسم اُردُو کی بول چال میں ایک اِسم کے پیچھے ذِکر کیا جاتا ہے۔ اُسے تابِع مُہمل کہتے ہیں۔ اکثر اِس کا طریق یہ ہے۔ کہ اِسم کے پہلے حرف کو واوِ مجہول سے بدل لیتے ہیں۔ جیسے روٹی ووٹی۔ مکان وکان۔ کبھی اَور صُورت سے بھی بولا جاتا ہے۔ جیسے دانہ ڈُنکا۔ مَیل کُچیل۔ جھُوٹ مُوٹ وغیرہ ✦

فائدہ۔ تابِع مُہمل اَور تمام اِسم تابِع متبُوع کے ساتھ مِل کر جُزوِ جُملے کا ہوتے ہیں۔ جیسے سب لوگ آ گئے۔ ترکیب۔ آ گئے فِعل۔ لوگ مُؤکّد۔ سب تاکید۔ مُؤکّد تاکید کے ساتھ مِل کر فِعل کا فاعِل ہُوا۔ فِعل فاعِل کے ساتھ مِل کر جُملۂ فِعلیہ ہُوا ✦ مُصلحُ الدّین سعدی بڑے بُزرگ آدمی تھے۔ تھے فِعلِ ناقص۔ مُصلحُ الدّین مُبیّن۔ سعدی عطفِ بیان۔ مُبیّن عطفِ بیان کے ساتھ مِل کر فِعل ناقِص کا اِسم ہُوا۔ آدمی موصُوف۔ بڑے بُزرگ تفضیلِ بعض صِفت۔ موصُوف صِفت کے ساتھ مِل کر

کے مُکرّر لانے اور کبھی زیادتیٔ لفظ ضرور یا ہرگز وغیرہ - اور ضمیروں کے ساتھ آپ یا خُود کا لفظ بڑھانے سے حاصل ہوتا ہے - جیسے مَیں نے کہا - مَیں نے کہا - ہاں ہاں مَیں نے کہا - بے شک مَیں نے کہا - مَیں نے ہرگز نہیں کہا - مَیں نے آپ کہا - مَیں نے خُود کہا - پہلی مثال میں جب مُتکلّم نے کہا - مَیں نے کہا - تو سامع کو ایک طرح کا شُبہ باقی تھا - کہ مُتکلّم نے جو نسبت کہنے کی اپنی طرف کی ہے - غلطی سے ہے - یا تحقیق ہے - جب اُس نے مُکرّر کہا - تو سامع نے جان لیا - کہ کہنے کی نسبت مُتکلّم کی طرف تحقیق ہے - اور تکرار سے بخُوبی اِس نسبت کی تاکید ہو گئی ✦ دُوسری قسم کی تاکید ایسے الفاظ سے حاصل ہوتی ہے - جو عُمُوم اور شُمُول پر دلالت کریں - جیسے لفظ سب - کُل - سب کے سب وغیرہ - اور اعداد کے آخر میں واو و نُون بڑھانے سے - جن کا اعداد میں بیان گُزرا ہے - جیسے سب لوگ مجلس میں آ گئے - زید اور عمرو دونو بگڑے گئے - جب کہا - لوگ مجلس میں آ گئے - تو سب کے آنے میں شک تھا - جب کہا - سب - تو سب کے لفظ سے اِس شُمُول کی تاکید ہو گئی ✦

بدل وُہ تابع ہے - کہ جو نسبت اُس کے متبُوع کی طرف کی گئی ہے - وُہ نسبت اُسی کی طرف مقصُود ہو - جیسے زید تُمہارا بھائی آیا - یہاں تُمہارا بھائی بدل اور

جُملۂ خبریّہ و انشائیّہ

پہلے جو ہم نے جُملے کی اقسام کا بیان کیا ہے - وُہ تقسیم جُملے کی ذاتی اجزا کے لحاظ سے ہے + ایک تقسیم جُملے کی بلحاظ اُس کی صفت کے ہے - یعنی اگر اُس کے کہنے والے کو جھوٹا یا سچا کہ سکیں - تو جُملۂ خبریّہ ہے - اور جو اُس کے کہنے والے کی طرف جھوٹ یا سچ کی نسبت نہ ہو سکے - تو انشائیّہ - یا یُوں کہو - کہ اگر جُملے میں کسی قسم کی خبر پائی جائے - تو اُسے جُملۂ خبریّہ کہینگے - اور اگر اُس میں کسی طرح کی خواہش پائی جائے - تو انشائیّہ + مثال جُملۂ خبریّہ کی - زید مرگیا + مثال جُملۂ انشائیّہ کی - مُجھے پانی دو + یہاں سے معلوم ہُوا - کہ جس جُملے میں امر - یا نہی - یا استفہام - یا تاسُّف - یا انبساط - یا تنبیہ - یا تمنّا کے معنی پائے جائیں - تو وُہ جُملۂ انشائیّہ ہوگا +

توابع

تابع کی پانچ قسمیں ہیں - صفت - عطف بحرف - تاکید - بدل - عطف بیان - یہ الفاظ ایک لفظ کے پیچھے ذکر کئے جاتے ہیں اُس لفظ کو متبوع کہتے ہیں - صفت اور عطف بحرف کا بیان گزرا ۔

تاکید - وہ تابع ہے - کہ اُس سے کبھی نسبت کی تاکید ہوتی ہے اور کبھی شمول کی + پہلی قسم کا فائدہ لفظ

بیان ہؤا مُبیّن کا ۔ مُبیّن بیان سے مِل کر فاعِل ہُؤا فِعل کا ۔ مجھے مفعُول ۔ فِعل فاعِل اور مفعُول کے ساتھ مِل کر جُملۂ فِعلِیّہ ہُوا +

فائدہ ۔ جب کہنا کے مُشتقات کے ساتھ ایسا جُملہ واقع ہو ۔ تو اُسے مقوُلہ کہتے ہیں ۔ جیسے مَیں نے اُن سے کہا ۔ یہاں آ جاؤ ۔ کہا فِعل ۔ مَیں فاعِل ۔ نے علامت فاعِل فِعل مُتعدّی کی ۔ اُن سے مفعُول ۔ آ جاؤ فِعل با فاعِل ۔ یہاں ظرفِ مکاں ۔ فِعل با فاعِل ظرفِ مکان کے ساتھ مِل کر مقوُلہ ہُؤا ۔ فِعل فاعِل اور مفعُول اور مقوُلے کے ساتھ مِل کر جُملۂ فِعلِیّہ ہُؤا ۔ اصل اِس جُملے کی اِس طرح تھی ۔ مَیں نے اُن سے یہ کہا ۔ کہ یہاں آ جاؤ ۔ اِس ترکیب سے ظاہر ہے ۔ کہ مقوُلہ بھی جُملۂ بیانیّہ ہی ہوتا ہے +

جُملۂ مُعترضہ

جب ایک جُملہ جُملے کے دو جزوں کے بیچ میں آ جائے ۔ تو اُسے جُملۂ مُعترضہ کہتے ہیں ۔ جیسے زید (خُدا اُس کی عُمر بڑی کرے) دروازے پر کھڑا ہے ۔ یہاں زید مُبتدا ہے ۔ اور دروازے پر کھڑا ہے اُس کی خبر ۔ اور خُدا اُس کی بڑی عُمر کرے ۔ جُملۂ مُعترضہ + جُملۂ مُعترضہ کی پہچان کے لئے دو ٹیڑھے نشان اِس طرح ہکئے جاتے ہیں ۔ جیسے ہم نے مِثال میں کر دِلے ہیں +

ضروری ہے۔ جیسے کٹورا اور تھالی دونو رکھے ہیں۔ اور اگر معطوف اور معطوف علیہ میں سے ایک واحد اور ایک جمع ہو۔ یا جمعیت میں تذکیر و تانیث کا اختلاف ہو۔ تب بھی معطوف کا لحاظ ہوگا۔ جیسے ایک کٹورا اور دو رکابیاں رکھی ہیں۔ سب بچھوے اور کشتیاں بہ گئیں۔ اور اگر عطف بذریعہ حروفِ تردید کے ہو۔ اور معطوف و معطوف علیہ مفرد اور مطابق ہوں۔ تو خبر یا فعل مفرد آئیگا۔ جیسے زید یا عمرو آیا تھا۔ کریما یا رحیما آئی تھی۔ باقی اختلاف کی صورتوں میں وہی حال ہوگا۔ جو بیان ہوا۔ جیسے کوئی عورت یا مرد آیا تھا۔

جملۂ بیانیہ

جملۂ بیانیہ اُسے کہتے ہیں۔ جو جزوِ جملہ جیسے فاعل یا مفعول یا مبتدا یا خبر کا بیان ہو۔ جس اسم کا بیان ہو۔ اُسے مُبیّن کہتے ہیں۔ یہ مُبیّن ایک اسمِ اشارہ ہُوا کرتا ہے۔ جو کبھی مذکور ہوتا ہے۔ اور کبھی مقدر۔ اور اس جملے کے پہلے کاف لایا جاتا ہے۔ جس کا حذف بھی دُرست ہے۔ جیسے مجھے معلوم ہُوا۔ کہ وہ میرا دشمن ہے۔ ترکیب۔ معلوم ہُوا فعلِ مرکب۔ یہ اسمِ اشارہ محذوف مُبیّن۔ کاف بیانیہ۔ وہ مبتدا۔ دشمن مضاف۔ میرا ضمیر مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ سے مل کر خبر ہوئی مبتدا کی ہے کلمہ رابطہ۔ مبتدا خبر کے ساتھ مل کر جملۂ اسمیہ ہو کر

کونسا لے لو۔ جب دیکھو۔ تب اُس کا یہی حال ہے۔

ع۔ جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

ع۔ جہاں دیکھا وہاں تجھ کو ہی پایا

جیسا کوئی کریگا۔ ویسا پائیگا۔ جتنا اُن کو سمجھایا۔ اُتنا وُہ اور ٹیڑھے ہوئے۔

معطُوف و معطُوف علَیہ

عطف کی تعریف پہلے ہو چکی ہے۔ اگر معطوف اور معطُوف علَیہ مُفرد ہوں۔ تو اُن کا ایک حُکم ہوتا ہے۔ یعنی جو حال ترکیب میں معطُوف علَیہ کا ہوگا۔ وُہی معطُوف کا ہوگا۔ اگر عطف خبر کا خبر پر ہو۔ تو کلمۂ ربط مُفرد آئیگا۔ اور اگر عطف مُبتدا کا مُبتدا پر۔ یا فاعل کا فاعل پر۔ یا مفعُول کا مفعُول پر ہو۔ تو اُس کے دو حال ہیں۔ اگر معطُوف و معطُوف علَیہ اہلِ عقل ہوں۔ تو خبر اور کلمۂ ربط یا فعل کو جمع لائینگے۔ نہیں تو مُفرد۔ مگر تذکیر و تانیث بلحاظ معطُوف کے ہوگی۔ اِن کی مثالیں مُوافق ترتیب بیان کے اِس طرح ہیں۔ زید دانا اور عقل مند ہے۔ زید اور بکر دانا ہیں۔ زید اور بکر آئے۔ زید اور بکر پکڑے گئے۔ لگن اور طباق رکھا ہے۔ تھالی اور کٹورا رکھا ہے۔ کٹورا اور تھالی رکھی ہے۔ گائے اور بیل ڈوب گیا۔ بیل اور گائے ڈوب گئی۔ روٹی اور سالن کھایا۔ سالن اور روٹی کھائی۔ ہاں اگر کسی لفظ سے جمعیت کی تاکید ہو۔ تو اُس وقت البتہ جمع بولنا

جُملہ جزا کا - جیسے اگر تم کہو - تو مَیں جاؤں - اِس کی ترکیب اِس طرح کی جائیگی - اگر حرفِ شرط - کہو فعل - تم فاعل - فعل فاعل کے ساتھ مِل کر شرط ہُوئی - تو حرفِ جزا - جاؤں فعل - مَیں فاعل - فعل فاعل کے ساتھ مِل کر جزا ہُوئی شرط کی - شرط جزا کے ساتھ مِل کر جُملہ شرطیہ ہُوا *

فائدہ - کبھی کبھی شرط کا حرف حذف بھی کیا جاتا ہے -
ع - پیا نہ بھر نہ بیٹھا ہُوا تو خوب ہُوا * کبھی جزا کا حرف بھی حذف کیا جاتا ہے - آتش - ؎

جو دیکھتے تیری زنجیرِ زُلف کا عالم
اسیر ہونے کی آزاد آرزُو کرتے

پہلا مصرع شرط ہے - دُوسرا مصرع جزا - حرفِ جزا یہاں سے محذوف ہے * کبھی جزا شرط پر مُقدم ہوتی ہے -
ع - برستی آگ جو باراں کی آرزُو کرتے
جب جزا مُقدم ہو - تو حرفِ جزا واجبُ الحذف ہے *

فائدہ - چُونکہ اِسمِ موصُول کے ضمن میں شرط کے معنی پائے جاتے ہیں - اِس لئے اِس کی خبر میں بھی جزا کا حرف لایا جاتا ہے - اَور ہر اِسمِ موصُول کے مُقابلے میں جُدا حرف جزا کا آتا ہے - جو کے مُقابلے میں سو - جوں کے مُقابلے میں وُوں - جب کے مُقابلے میں تب - جدھر کے مُقابلے میں اُدھر - جہاں کے مُقابلے میں وہاں - جیسا - جیسے وغیرہ کے مُقابلے میں ویسا - ویسے وغیرہ - جتنا - جتنے کے مُقابلے میں اُتنا - اُتنے وغیرہ - جیسے جو آتا ہے - سو جاتا ہے * جو شا ان میں سے ہو -

جُملۂ قسمیّہ

جُملۂ قسمیّہ میں تین چیزیں لازم ہیں - اوّل کلمہ قسم کا - دُوسرے وہ چیز جس کی قسم کھائیں - اس کو مُقسم بہٖ کہتے ہیں - تیسرے جس بات کے لئے قسم کھائیں - اُسے جواب قسم کا کہتے ہیں - اس جُملے کا حال جُملۂ ندائیّہ کی طرح ہے - کہ کلمہ قسم کا مُقسم بہٖ کے ساتھ مل کر جُملۂ فعلیّہ کے قائم مقام ہوتا ہے - یعنی مَیں فلانی چیز کی قسم کھاتا ہُوں - اور قسم جواب قسم سے مل کر جُملۂ قسمیّہ کہلاتا ہے - جیسے خُدا کی قسم! مَیں نے نہیں کہا - قسم کلمۂ قسم مُضاف - خُدا مُقسم بہٖ مُضاف الیہ - کلمۂ قسم مُقسم بہٖ کے ساتھ مل کر جُملۂ فعلیّہ کے قائم مقام ہُوا - نہیں کہا فعل - مَیں فاعل - نے فاعل کی نشانی - فعل فاعل کے ساتھ مل کر جُملۂ فعلیّہ ہو کر قسم کا جواب ہُوا - قسم جواب قسم کے ساتھ مل کر جُملۂ قسمیّہ ہُوا +

جُملۂ شرطیّہ

جُملۂ شرطیّہ میں چار چیزیں لازم ہیں - اوّل شرط کا حرف - دُوسرے جزا کا حرف - تیسرے جُملہ شرط کا جسے شرط بھی کہتے ہیں - چوتھے جُملہ جزا کا - جسے جزا بھی کہتے ہیں + حرف شرط کا جُملۂ شرط کے پہلے آتا ہے - اور پہلے جُملہ شرط کا ہوتا ہے - اور پیچھے

جُملۂ ندائیہ

جُملۂ ندائیہ میں تین چیزیں لازم ہیں - اوّل ندا کا حرف - خواہ مذکور ہو - خواہ مُقدّر - دُوسرے مُنادےٰ - تیسرے ندا کا جواب جو کبھی جُملۂ اسمیہ ہوتا ہے - اور کبھی جُملۂ فعلیہ - حرف ندا کا مُنادےٰ کے ساتھ مل کر اِس جُملۂ فعلیہ کے قائم مقام ہوتا ہے - پُکارتا ہُوں میں فُلانے کو - یہ جُملہ جواب ندا کے ساتھ مل کر جُملۂ ندائیہ کہلاتا ہے - جیسے اَے کریم ! کرم کر - **ترکیب** - اَے حرف ندا کا - کریم مُنادےٰ - حرف ندا مُنادےٰ کے ساتھ مل کر قائم مقام جُملۂ فعلیہ کے ہُوا - کرم کر فعل با فاعل - فعل فاعل کے ساتھ مل کر جُملۂ فعلیہ ہو کر جواب ہُوا ندا کا - ندا جواب ندا کے ساتھ مل کر جُملۂ ندائیہ ہُوا - ع

محشر کا قافلہ کتنا تھا رضیا ! برق خرام

یہاں حرف ندا کا محذوف ہے - یعنی اَے رضیا !

فائدہ - جس اسم پر تاسُّف کے حرف داخل ہوں - اُسے مندُوب کہتے ہیں - جیسے ہائے زید ! ہائے عمرو ! ہائے مُصیبت ! ہائے قسمت ! حرف تاسُّف کے مندُوب کے ساتھ مل کر مُنادےٰ کی طرح ایک جُملۂ فعلیہ کے قائم مقام ہوتے ہیں - یعنی روتا ہُوں میں فُلانی چیز کے ہونے یا نہ ہونے کو ۔

مومن۔ ع۔ آنکھ کی پُتلی جو تھی جادُو کا پُتلا ہو گیا۔
یہاں بھی خبر کی رعایت سے فعلِ ناقص مذکّر ہے۔ اب
اِسم کی رعایت کی نظیریں دی جاتی ہیں۔ ذوقؔ۔ ہ

ظُلمتِ عِصیاں سے میرے بن گیا شب رُوزِ حشر
آفتاب اِک نیزے پر دُم دار تارا ہو گیا

یہاں بن گیا فعلِ ناقص ہے۔ رُوزِ حشر اُس کا اِسم
ہے۔ اَور شب خبر۔ بلحاظ اِسم کے فعلِ ناقص مذکّر
لایا گیا ٭ غالبؔ۔ ہ

باغ میں مجھ کو نہ لے جا ورنہ میرے حال پر
ہر گُلِ تر ایک چشمِ خُوں فشاں ہو جائیگا

ہو جائیگا فعلِ ناقص ہے۔ ہر گُلِ تر اِس کا اِسم۔ اَور
چشمِ خُوں فشاں خبر۔ اِسم کی رعایت سے فعلِ ناقص کی
تذکیر ہے ٭ گویاؔ۔ ہ

وصفِ قاتل کا کرونگا میں دہانِ زخم سے
ٹُوٹ کر گر رہ گیا خنجر زباں ہو جائیگا

ہو جائیگا فعلِ ناقص ہے۔ خنجر اُس کا اِسم۔ اَور زبان
خبر۔ اِسم کے لحاظ سے فعل مذکّر ہے ٭ آتشؔ۔ ہ

کُھلا سودے میں اُن زُلفوں کے مر کر
پریشاں خواب تھی یہ زندگانی

تھی فعلِ ناقص ہے۔ یہ زندگانی اِس کا اِسم۔ پریشاں
خواب خبر۔ اِسم کے لحاظ سے فعل مؤنّث ہے ٭

ہیں - ایک یہ کہ صرف ایک اسم پر اُن کے معنی تمام ہو جائیں - جیسے اچھا ہُوا - بُرا ہُوا - اِس وقت اِنہیں فعلِ تام کہتے ہیں + دُوسرے یہ کہ مُبتدا اور خبر کو چاہیں - اُس وقت فعلِ ناقص کہلاتے ہیں - جیسے اُس کا بولنا وبال ہُوا - وہ مالدار تھا - وہ امیر بن گیا +

ترکیب - ہُوا فعلِ ناقص - بولنا مُضاف - اُس ضمیر مُضاف اِلَیہ - کا اضافت کی نشانی - مُضاف مُضاف اِلَیہ کے ساتھ مِل کر اسم ہُوا فعلِ ناقص کا - وبال خبر - فعلِ ناقص اسم اور خبر کے ساتھ مل کر جُملۂ اسمیہ ہُوا + تھا فعلِ ناقص - وہ اُس کا اسم - مالدار خبر - فعلِ ناقص اسم اور خبر کے ساتھ مِل کر جُملۂ اسمیہ ہُوا +

فائدہ - ان کے اسم اور خبر کی مُطابقت کا حال مُبتدا اور خبر کی طرح ہے - لیکن جب اِن کا اسم مذکر اور خبر مؤنث یا برعکس ہو - اُس وقت اختلاف ہے - کہ فعلِ ناقص کی تذکیر و تانیث بلحاظ اسم کے ہوگی یا خبر کے - اگرچہ دُرُست دونو طرح ہے - لیکن غالب یہ معلوم ہوتا ہے - کہ اسم کی رعایت بیشتر کی جاتی ہے - لیکن کبھی پھیر ہو گیا دنیا - یہاں ہو گیا فعلِ ناقص ہے - پھیر اُس کا اسم ہے - اور دنیا خبر - خبر کے لحاظ سے فعل مذکر آیا ہے - ذوق -

تیغِ خمیدہ یار کی لوہے کا پُل ہُوا

یہاں بھی خبر کے لحاظ سے فعلِ ناقص مذکر آیا ہے +

یہاں آٹا اور گیہوں تمیزیں ہیں - کہ مُبہم اسموں سیر اور من سے اِبہام دُور کرتی ہیں - کیونکہ سیر اور من کہنے سے نہیں معلوم ہوتا - کہ کونسی چیز سیر اور من ہے - جب کہا آٹا یا گیہوں - تو یہ اِبہام جاتا رہا + وہ مجھ سے بلحاظ ناتے کے بڑا ہے - یہ مثال جُملے سے تمیز کی ہے - جب کہا - وہ مجھ سے بڑا ہے - تو شُبہ رہتا ہے - کہ عُمر کی حیثیت سے یا ناتے کے لحاظ سے - جب کہا - بلحاظ ناتے کے - تو یہ اِبہام جاتا رہا + اُس نے بُری طرح پڑھا - یہاں بھی بُری طرح جُملے سے تمیز واقع ہے - کہ پڑھنا اچھی طرح اور بُری طرح دونو صُورت سے ہو سکتا ہے - جب کہا - بُری طرح - تو کچھ شُبہ نہ رہا + تم فوراً وہاں چلے جاؤ - یہاں فوراً تمیز ہے - کہ اِس سے بھی شُبہ رفع ہوتا ہے +

فائدہ - جس اسم سے تمیز واقع ہو - اُسے مُمیّز کہتے ہیں - تمیز مُمیّز سے مِل کر جُزوِ جُملہ ہوتا ہے +

افعالِ ناقصہ

افعالِ ناقصہ وُہ فعل ہیں - جو جُملۂ اسمیّہ پر داخل ہوتے ہیں - اور مُبتدا کو اُن کا اسم - اور خبر کو اُن کی خبر کہتے ہیں - اِن افعال کے مصدر یہ ہیں - ہونا - ہو جانا - بننا - بن جانا - اور تھا کے چار صیغے +

ہونا کے مُشتقات اور تھا کے صیغوں کی دو حالتیں

مِل کر جُملۂ اِسمیہ ہُوا ۔

حال

حال وُہ اِسم ہَے ۔ جو فاعِل یا مفعُول کی ہَیئت یا حالت پر دلالت کرے ۔ کبھی صیغۂ اِسم حالیہ اُردُو یا فارسی سے اَور کبھی صفت سے اِن معنوں کا فائدہ حاصِل ہوتا ہَے ۔ جَیسے زید ہنستا یا غمگین چلا جاتا تھا ۔ یہاں ہنستا یا غمگین زید سے حال واقع ہُوا ہَے ۔ جو فِعل کا فاعِل ہَے ۔ اوّل فاعِل کی ہَیئت اَور دُوسرا حالت پر دلالت کرتا ہَے ۔ مَیں نے زید کو روتے یا غمگین دیکھا ہَے ۔ یہاں روتے یا غمگین مفعُول سے حال واقع ہُوا ہَے ۔ جِس اِسم کی ہَیئت یا حالت کا بیان ہو ۔ اُسے **ذُوالحال** کہتے ہَیں ۔ حال کی تذکیر و تانیث بلحاظ ذوالحال کے ہوتی ہَے ۔ جَیسے مرد ہنستا جاتا تھا ۔ عورت ہنستی جاتی تھی ۔ زید ہنستا جاتا تھا ۔ اِس کی ترکیب اِس طرح کی جائیگی ۔ جاتا تھا فِعل ۔ زید فاعِل ذوالحال ۔ ہنستا حال ۔ ذوالحال حال کے ساتھ مِل کر فاعِل ہُوا فِعل کا ۔ فِعل فاعِل کے ساتھ مِل کر جُملۂ فعلیہ ہُوا ۔

تمیز

تمیز وہ ہے ۔ جو کسی مفرد اسم یا جملے سے ابہام و شبہہ دور کرے ۔ جیسے ایک سیر آٹا ۔ دس من گیہوں ۔

کاٹنے مفعول لہٗ۔ فعل فاعل اور مفعول بہٖ اور مفعول لہٗ کے ساتھ مل کر جملۂ فعلیہ ہُوا + تم بُری چال چلے۔ چلے فعل۔ تم فاعل۔ چال موصوف۔ بُری صفت۔ موصوف صفت کے ساتھ مل کر مفعول مطلق ہُوا۔ فعل فاعل اور مفعول مطلق کے ساتھ مل کر جملۂ فعلیہ ہُوا +

جار مجرور

حروفِ جر کا بیان پہلے آچکا ہے۔ جس اسم پر حرفِ جر داخل ہو۔ اُسے مجرور کہتے ہیں۔ جار مجرور مل کر حرف کا حکم رکھتے ہیں۔ اور ہمیشہ فعل یا مشابہ فعل سے متعلق ہوتے ہیں + کبھی تو یہ فعل یا مشابہ فعل مذکور ہوتا ہے۔ کبھی محذوف۔ جیسے زید گھر میں رکھتا ہے۔ اس کی ترکیب اس طرح کی جائیگی۔ رکھتا ہے فعل۔ زید اُس کا فاعل۔ میں جار۔ گھر مجرور۔ جار مجرور مل کر متعلق ہُوئے فعل کے۔ فعل فاعل اور متعلق سے مل کر جملۂ فعلیہ ہُوا + وُہ گھر میں بیٹھے ہُوئے ہیں۔ وُہ مبتدا۔ بیٹھے ہُوئے خبر۔ ہیں کلمہ ربط کا۔ میں جار۔ گھر مجرور۔ جار مجرور مل کر متعلق ہُوئے خبر کے۔ مبتدا خبر اور متعلق خبر کے ساتھ مل کر جملۂ اسمیہ ہُوا + زید گھر میں ہے۔ یہ مثال محذوف کی ہے۔ زید مبتدا۔ موجود خبر محذوف۔ میں جار۔ گھر مجرور۔ جار مجرور کے ساتھ مل کر متعلق ہُوا خبرِ محذوف کے۔ مبتدا خبرِ محذوف اور متعلق خبر کے ساتھ

مفعول لازم اور متعدی دونو فعلوں کے ساتھ آتا ہے۔ مگر قیاسی نہیں۔ سماع پر موقوف ہے۔ اور فعل کے پہلے آتا ہے۔ جیسے ایسی چال چلا۔ ایسی مار ماری +

مفعول معہٗ۔ جو لفظ فعل کے آلہ ہونے پر دلالت کرے۔ اُسے مفعول معہٗ کہتے ہیں۔ نشانی اُس کی سے ہے۔ جیسے چھری سے کاٹا۔ چاقو سے چھیلا +

فائدہ۔ مفعول بہٖ کے پہچاننے کی ترکیب پہلے بیان ہوئی ہے۔ اور مفعولوں کو اس طرح پہچاننا چاہیئے۔ کہ جب فعل کے ساتھ کہاں یا کب ملا کر پوچھیں۔ تو جو اسم جواب میں واقع ہو۔ اُسے ظرفِ مکان یا ظرفِ زمان جانو۔ اور جب فعل کے ساتھ کیوں ملا کر سوال کریں۔ تو جو اسم جواب میں پڑے۔ اُسے مفعول لہٗ سمجھو۔ اور جب فعل کے ساتھ کاہے سے ملا کر پوچھا جائے۔ تو مفعول معہٗ اُس کا جواب ہوگا۔ اور جب فعل سے کیسا ملا کر پوچھو۔ تو مفعول مطلق جواب ہوگا۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی شرط ہے۔ کہ یہ اسم حاصلِ مصدر اُس فعل کا ہوگا +

ترکیب۔ کل تم مدرسے نہیں گئے۔ نہیں گئے فعل۔ تم فاعل۔ کل ظرفِ زمان۔ مدرسہ ظرفِ مکان۔ فعل فاعل اور ظرفِ زمان اور ظرفِ مکان کے ساتھ مل کر جملۂ فعلیہ ہُوا۔ تیغ کاٹنے دوڑتی ہے اپنے بے آب مجھے۔ دوڑتی ہے فعل۔ تیغ موصوف۔ بے آب صفت۔ موصوف صفت کے ساتھ مل کر فعل کا فاعل ہُوا۔ مجھے مفعول بہٖ

پر دلالت کرے۔ اُسے مفعُول فیہ کہتے ہیں۔ اور یہ خصُوصیت مکان اور زمانے کے ظرفِ مکاں یا ظرفِ زماں کہا جاتا ہے۔ جیسے زید کوٹھے پر سوتا ہے۔ وُہ گھر میں کھانا کھاتا ہے۔ مَیں رات کو بہت جاگا ‪+‬

فائدہ۔ظرفِ مکاں کے ساتھ اکثر پر یا میں آتا ہے۔ اور ظرفِ زماں کے ساتھ کو۔ مگر جس وقت ظرفیت کی تعیین نہ ہو۔ اُس وقت ظرفِ مکان کے ساتھ بھی اکثر کو لایا جاتا ہے۔ جیسے وُہ گھر یا بازار کو گیا۔ یعنی طرف گھر یا بازار کی۔ یا اندر گھر یا بازار کے۔ ایسی جگہ حذف بھی دُرُست ہے۔ جیسے وُہ اپنے گھر گیا ‪+‬

فائدہ۔ظرفِ غیر محدُود کے ساتھ خواہ مکانی ہو۔ خواہ زمانی۔ علامت ظرفیت کی حذف کی جاتی ہے۔ جیسے آگے۔ پیچھے۔ سامنے وغیرہ۔ سدا۔ ہمیشہ۔ نت وغیرہ۔ ایسا ہی آج۔ کل۔ پرسوں۔ اترسوں ظرُوف کے ساتھ بھی ‪+‬

مفعُول لہٗ۔ جو لفظ فعل کے سبب پر دلالت کرے۔ اُسے مفعُول لہٗ کہتے ہیں۔ نشانی اُس کی کو واسطے۔ لئے وغیرہ الفاظ ہیں۔ جو معنئے سببیّت پر دلالت کرتے ہیں۔ جیسا مَیں نے اُسے ادب کے لئے یا ادب کے واسطے مارا۔ وُہ پڑھنے کو آیا ہے ‪+‬ کبھی مفعُول لہٗ کی علامت حذف بھی کی جاتی ہے۔ ع۔ کاٹنے دَوڑتی ہے ماہیئے بے آب مجھے۔ یہاں کو حذف ہے۔ یعنی کاٹنے کو ‪+‬

مفعُولِ مُطلق۔مفعُولِ مُطلق اُس حاصِلِ مصدر کو کہتے ہیں۔ جو بطور مفعُول کے فعل کے ساتھ ذکر کیا جائے۔

جانا گیا یا فاعل خیال کیا گیا۔ علےٰ ہٰذا +

فعل کے مفعولات کا بیان

فعل کے پانچ مفعول ہوتے ہیں۔ مفعول بہٖ۔ مفعول فیہ۔ مفعول لہٗ۔ مفعول مُطلق۔ مفعول معہٗ +

مفعول بہٖ۔ اِس مفعول کا ذِکر پہلے ہو چکا ہے۔ یہ صرف فعلِ مُتعدّی کے ساتھ خاص ہے۔ علامتیں اِس کی یہ ہیں۔ یائے مجہول۔ ین۔ ضمیر ئیں۔ سے کہنا اَور۔ اُن فعلوں کے ساتھ جو اس مصدر سے بنیں۔ پر رحم کرنا۔ غُصّے ہونا اَور اُن فعلوں کے ساتھ جو اِن سے بنیں۔ ایسا ہی اَور مصدر جو رحم یا غُصّے اسکے معنی رکھتے ہوں۔ کو اَور کے تئیں سب مفعولوں کے ساتھ۔ مگر کو فصیح ہے۔ جیسے مُجھے یا ہمیں دو۔ اُن سے کہو۔ ہم پر رحم کرو۔ ہم پر مہربانی کرو۔ ہم پر خفا نہ ہو۔ ہم پر غُصّے نہ ہو۔ اُس کو سمجھا دو۔ اُس کے تئیں سمجھا دو +

فائدہ۔ جب مفعول مُتعدّی مصدری ہوں۔ تو علامت مفعول کی بیشتر حذف کی جاتی ہے۔ جیسے اُس نے بڑی تکلیف اُٹھائی۔ اُس کی بات مَیں نے نہیں سُنی۔ میرا کہنا اُس نے نہ مانا۔ مَیں نے آرام پایا۔ علےٰ ہٰذا۔ ایسا ہی کھانا۔ پینا۔ اوڑھنا۔ اِن مصدروں کے ساتھ بھی اکثر کو حذف کیا جاتا ہے۔ جیسے کھانا کھایا۔ کپڑا پہنا۔ چادرا اوڑھا +

مفعول فیہ۔ جو لفظ وقوع فعل کے مکان یا زمانے

مفعول بہٖ کی - فعل فاعلوں اور مفعول کے ساتھ مل کر جملۂ فعلیہ ہُوا ✦ زید کے سوا سب آئے - آئے فعل - سب مُستثنیٰ مِنہُ - سوا حرفِ استثنا - زید مُستثنیٰ - مُستثنیٰ مُستثنیٰ مِنہُ کے ساتھ مل کر فعل کا فاعل ہُوا - فعل فاعل کے ساتھ مل کر جملۂ فعلیہ ہُوا ✦

مفعول مالم یُسمّ فاعلہٗ - فعلِ مجہول میں فاعل ہمیشہ نامعلوم ہوتا ہے - اور فعل کی اسناد مفعول کی طرف ہوتی ہے - اور اُس مفعول کو مفعولِ مالم یُسمّ فاعلہٗ کہتے ہیں - جیسے زید مارا گیا - اس کی ترکیب اس طرح کی جائیگی - مارا گیا فعلِ مجہول - زید مفعولِ مالم یُسمّ فاعلہٗ - قائم مقام فاعل کے - فعلِ مجہول مفعولِ مالم یُسمّ فاعلہٗ کے ساتھ مل کر جملۂ فعلیہ ہُوا ✦

فائدہ - مُتعدّی بدو مفعول میں دُوسرا مفعول - اور مُتعدّی بسہ مفعول میں تیسرا مفعول مفعولِ مالم یُسمّ فاعلہٗ واقع ہوتا ہے - جیسے فقیر کو روٹی دی گئی - یُوں نہیں کہنے کے - کہ فقیر دیا گیا ✦ ایسا ہی زید سے فقیر کو روٹی دلوائی گئی - یُوں نہیں کہنے کے - کہ زید یا فقیر دلوایا گیا ✦ ایسا ہی گیہوں بوائے گئے - غرض اکثر افعال میں اخیر کا مفعول فاعل کے قائم مقام کیا جاتا ہے - البتہ افعالِ قلوب میں پہلا ہی مفعول قائم مقام فاعل کے ہوتا ہے - اور افعالِ قلوب وہ فعل ہیں - جو دل سے تعلق رکھتے ہیں - اور مُتعدّی بدو مفعول ہُوا کرتے ہیں - جیسے جانا میں نے زید کو فاضل - خیال کیا میں نے زید کو فاضل - جب مجہول بنائینگے - تو کہینگے - زید فاضل

جیسے سانپ سانپ۔ چور چور۔ اس کی ترکیب کئی طرح ہو سکتی ہے۔ ایک یہ۔ کہ سانپ نکلا۔ سانپ نکلا۔ چور آیا۔ چور آیا ۔ دوسرے یہ۔ کہ سانپ کو مارو۔ سانپ کو مارو۔ چور کو پکڑو۔ چور کو پکڑو۔ ان دونوں صورتوں میں یہ جملے فعلیہ ہونگے۔ جو بسبب تاکید کے مکرر لائے گئے ہیں۔ اور پہلی ترکیب کی رو سے سانپ اور چور فاعل ہونگے۔ اور دوسری ترکیب کے لحاظ سے مفعول بہ ۔ تیسرے یہ۔ کہ سانپ نکلا ہوا ہے۔ چور آیا ہوا ہے۔ اس صورت میں جملۂ اسمیہ ہونگے۔ اور سوائے الفاظِ مذکورہ کے اور لفظوں سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔ جیسے سانپ بیٹھا ہے۔ چور پھرتا ہے۔ ایسے الفاظ اکثر ڈر یا جلدی کے مقام میں آدمی کی زبان سے نکلتے ہیں۔ کہ سننے والا تھوڑے لفظوں سے مطلب سمجھ کر جلد تدارک کرے ۔

ترکیب۔ زید گیا۔ گیا فعل۔ زید اس کا فاعل۔ فعل فاعل کے ساتھ مل کر جملۂ فعلیہ ہوا ۔ زید نے عمرو کے غلام کو مارا۔ مارا فعل متعدی۔ زید اس کا فاعل۔ نے علامت فاعل فعلِ متعدی کی۔ غلام مضاف۔ عمرو مضاف الیہ۔ کے علامت اضافت کی۔ مضاف مضاف الیہ کے ساتھ مل کر فعل کا مفعول ہوا۔ فعل فاعل اور مفعول کے ساتھ مل کر جملۂ فعلیہ ہوا ۔ زید اور خالد نے بکر کو مارا۔ مارا فعلِ متعدی۔ زید معطوف علیہ۔ اور حرفِ عطف۔ خالد معطوف۔ معطوف اور معطوف علیہ مل کر فاعل ہوئے فعل کے۔ نے علامت فاعل کی۔ بکر مفعول بہ۔ کو علامت

فائدہ - قرینہ پایا جانے کے وقت حذف کرنا فعل یا فاعل یا دونو کا دُرست ہے - جیسے کوئی پوچھے - کون آیا ؟ تم کہو - زید - تو آیا فعل یہاں سے حذف کیا گیا ہے - یا اگر پوچھے - زید آیا ؟ تم کہو - ہاں - تو اس وقت دونو حذف ہیں ؛ فاعل کے محذوف ہونے کی مثال - غالب

جان دی دی ہوئی اُسی کی تھی - حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہُوا

فاعل فعل دی کا حذف ہے - یعنی میں نے - ایسا ہی مفعول بھی کبھی حذف کیا جاتا ہے - وُہی شعر اس کی بھی مثال ہے - یعنی خدا کو - اور دُوسرا مصرعہ قرینہ ان حذفوں کا ہے ؛

فائدہ - فاعل کی عام نشانی یہ ہے - کہ جب فعل کے ساتھ کون یا کس نے ملا کر پوچھیں - تو وہ جواب میں واقع ہو - جیسے زید آیا - جب پوچھیں - کون آیا ؟ تو جواب ہوگا - زید - پس زید فاعل ہے - ایسا ہی زید نے مارا - اگر پوچھیں - کس نے مارا ؟ تو جواب ہوگا - زید نے - پس زید فاعل ہے - اور مفعول بہٖ کی نشانی یہ ہے - کہ جب فعل کے ساتھ کس کو یا کیا ملا کر پوچھیں - تو وُہ جواب میں واقع ہو - جیسا زید نے عمرو کو مارا - اگر پوچھیں - کس کو مارا ؟ تو جواب ہوگا - عمرو کو - پس عمرو مفعول بہٖ ہے - زید نے کھانا کھایا - اگر پوچھا جائے - کہ زید نے کیا کھایا ؟ تو جواب ہوگا - کھانا - پس کھانا مفعول بہٖ ہے ؛

فائدہ - بعض جگہ ایک جزو جملے کا مذکور ہوتا ہے - اور محذوف کے لحاظ سے دونو طرح کا جملہ بن سکتا ہے -

جُملۂ فِعلیہ

جُملۂ فِعلیہ میں فِعل مُسنَد اور فاعِل مُسنَد اِلَیہ ہوتا ہے اور مفعُول اور مُتعلِّقاتِ فِعل کے اِسناد کے تابع ہوتے ہیں۔ فاعِل کبھی ظاہر ہوتا ہے۔ اور کبھی پوشیدہ ضمیر فِعل میں۔ جیسے زید آیا اور چلا گیا۔ پہلے فِعل آیا کا فاعِل زید ہے۔ جو ظاہر مذکور ہے۔ دُوسرے فِعل گیا کا فاعِل ضمیر وُہ مخفی فِعل میں ہے۔ جو زید کی طرف پھرتی ہے۔ ایسی ضمیر کو مُستتر کہتے ہیں۔ اور وُہ ضمیر جو ظاہر ہو۔ اُسے **ضمیر بارز** ٭ جس اِسم کی طرف ضمیر پھرے۔ اُسے **ضمیر کا مرجع** کہتے ہیں۔ اور مرجع پہلے ہوتا ہے۔ اور ضمیر پیچھے ٭

قاعدہ۔ سب فِعلوں کی تذکیر و تانیث و وحدت و جمع بلحاظ فاعِل کے ہوتی ہے۔ سِوائے ماضی مُطلق و ماضی قریب و ماضی بعید و ماضی اِحتمالی کے۔ کہ اِن فِعلوں میں لازم ہونے کی صورت میں رِعایت فاعِل کی ہوتی ہے۔ اور مُتعدّی ہونے کے وقت رِعایت مفعُول کی ٭ فِعل مُتعدّی کے پہلے مفعُول کو **مفعُول بِہٖ** کہتے ہیں۔ اور باقیوں کو دُوسرا اور تیسرا مفعُول۔ اور تین مفعُولوں سے زیادہ کسی فِعل کے مفعُول نہیں ہو سکتے ٭

قاعِدہ۔ اُردو میں فاعِل کی تقدیم مفعُول سے اور مفعُول کی تقدیم فِعل سے فصیح ہے۔ جیسے زید نے روٹی کھائی۔ مگر نظم میں یہ پابندی ضرور نہیں ٭

میں کچھ خصوصیت پائی جائے۔ بغیر اس کے نکرہ مبتدا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس صورت میں کلام کا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ جیسے زید دانا ہے۔ بدخلق آدمی دوستی کے لائق نہیں۔ پہلی مثال میں مبتدا معرفہ ہے۔ دوسری مثال میں نکرہ جو صفت کے سبب خاص ہو گیا ہے۔ کیونکہ آدمی عام ہے۔ نیک خلق اور بدخلق دونو پر شامل تھا۔ جب بدخلق کہا۔ تو نیک خلق اس قید سے نکل گیا۔

ترکیب۔ زید دانا ہے۔ زید مبتدا۔ دانا خبر۔ ہے کلمہ رابط کا۔ مبتدا خبر کے ساتھ مل کر جملہ اسمیہ ہوا۔ بدخلق آدمی دوستی کے لائق نہیں۔ آدمی موصوف۔ بدخلق صفت مرکب اُس کی صفت۔ موصوف کے ساتھ مل کر مبتدا ہوا۔ لائق مضاف۔ دوستی مضاف الیہ۔ کے اضافت کی نشانی۔ مضاف مضاف الیہ کے ساتھ مل کر خبر ہوئی مبتدا کی۔ نہیں ہے حرفِ سلب کلمۂ رابط۔ مبتدا خبر کے ساتھ مل کر جملۂ اسمیہ ہوا۔ زید کا غلام کھڑا ہے۔ غلام مضاف۔ زید مضاف الیہ۔ کا اضافت کا حرف۔ مضاف مضاف الیہ کے ساتھ مل کر مبتدا ہوا۔ کھڑا خبر۔ ہے کلمۂ رابط۔ مبتدا خبر کے ساتھ مل کر جملۂ اسمیہ ہوا۔ تمہارا قدیمی خدمتگار نیک چلن ہے۔ خدمتگار موصوف۔ قدیمی صفت۔ موصوف صفت کے ساتھ مل کر مضاف ہوا۔ تمہارا ضمیر مضاف الیہ۔ را اضافت کی علامت۔ مضاف مضاف الیہ کے ساتھ مل کر مبتدا ہوا۔ نیک چلن صفتِ مرکب خبر۔ ہے کلمۂ رابط۔ مبتدا خبر کے ساتھ مل کر جملۂ اسمیہ ہوا۔

قاعدہ۔ مُطابقت میں مُبتدا اور خبر کا حال صفت کی طرح ہے۔ یعنی اگر مُبتدا واحد ہو۔ تو خبر بھی واحد ہوگی۔ اور اگر جمع۔ تو جمع۔ لیکن اگر مُبتدا جمع مؤنث ہو۔ تو خبر واحد مؤنث ہوگی۔ جیسے لڑکا کھڑا ہے۔ لڑکیاں کھڑی ہیں۔ لڑکے کھڑے ہیں +

فائدہ۔ مُبتدا اور خبر اور کلمۂ ربط میں اس طرح ترتیب ہونی چاہیئے۔ کہ پہلے مُبتدا۔ پھر خبر۔ پھر کلمۂ ربط۔ لیکن کبھی یہ ترتیب نظم میں بدل جاتی ہے۔ ناسخ۔ ع۔ قابلِ گوش سینکڑوں گوہر۔ اس مصرع میں سینکڑوں گوہر مُبتدا مؤخر۔ اور قابلِ گوش خبر مقدم ہے + میر۔ ہم ہیں مجروح ماجرا ہے یہ۔ اس مصرع میں ہم مُبتدا ہے۔ اور مجروح خبر۔ ہیں کلمہ ربط کا مُبتدا اور خبر کے بیچ میں آ گیا ہے۔ کلمۂ ربط کبھی حذف بھی کیا جاتا ہے۔ جیسے پہلے مصرع میں ہیں محذوف ہے۔ یعنی سینکڑوں گوہر قابلِ گوش ہیں +

فائدہ۔ جب قرینہ پایا جائے۔ تو مُبتدا یا خبر۔ یا دونو کا حذف کرنا دُرست ہے۔ جیسے اگر کوئی پُوچھے۔ کون کھڑا ہے؟ تم کہو۔ زید۔ تو خبر یہاں سے محذوف ہے۔ یعنی کھڑا ہے + یا اگر کوئی پُوچھے۔ زید کھڑا ہے؟ تم کہو۔ کھڑا ہے۔ تو مُبتدا حذف ہوگا۔ یعنی زید۔ یا اسی سوال کے جواب میں کہو۔ ہاں۔ تو جملہ حذف ہوگا۔ یعنی زید کھڑا ہے۔ سوال ان حذفوں کا قرینہ ہے +

فائدہ۔ مُبتدا یا معرفہ ہونا چاہیئے۔ یا ایسا نکرہ جس

کے وقت نہیں کلمۂ ربط کے پہلے بڑھا دیا جاتا ہے۔ جیسے زید دانا نہیں ہے۔ نقشۂ ذیل سے کلماتِ ربط کے موقعوں کی تفصیل معلوم ہوگی۔

نقشہ روابط کے موقعوں کا

جنس مبتدا کی	کلمۂ ربط	مثالیں	کیفیت
اسم مفرد۔ یا ضمیر واحد غائب۔ یا ضمیر واحد حاضر	ہے	زید دانا ہے۔ وہ دانا ہے۔ تو دانا ہے۔	جب مبتدا ان اسموں میں سے کوئی اسم ہو۔ تو ہے کلمۂ ربط ہوگا۔
ضمیر واحد متکلم	ہوں	میں دانا ہوں۔	جب مبتدا ضمیر واحد متکلم ہو۔ تو ہوں کلمۂ ربط ہوگا۔
اسم جمع۔ یا جمع یا ضمیر جمع غائب یا ضمیر جمع متکلم	ہیں	یہ لوگ دانا ہیں۔ یہ لڑکے پڑھے ہوئے ہیں۔ وہ دانا ہیں۔ ہم دانا ہیں۔	جب مبتدا ان اسموں میں سے کوئی اسم ہوگا۔ تو ہیں کلمۂ ربط ہوگا۔
ضمیر جمع حاضر	ہو	تم دانا ہو۔	جب مبتدا ضمیر جمع حاضر ہو۔ تو ہو کلمۂ ربط ہوگا۔

ہو۔ کہ سُننے والے کو اِنتظار بیان کا نہ رہے۔ جیسے جُملے کی تعریف میں پہلے جان چکے ہو۔ ایسی نسبت کا نام اِسناد رکھا گیا ہے۔ جس اسم کو اِسناد کریں۔ اُسے مُسنَد کہتے ہیں۔ اور جس اسم کی طرف اِسناد کریں۔ اُسے مُسنَد اِلَیہ۔ کبھی یہ دونو جزو جُملے میں مذکور ہوتے ہیں۔ جیسے زید دانا ہے۔ یہاں زید مُسنَد اِلَیہ ہے اور دانا مُسنَد۔ اور دونو مذکور ہیں ✦ جا۔ یہاں جا مُسنَد ہے۔ اور تُو اُس کا مُسنَد اِلَیہ محذُوف ہے۔ اور محذُوف تکلّم میں مذکور کے ہوتا ہے۔ کہ ترکیب میں دونو جزو شمار میں آتے ہیں ✦

فائدہ۔ مُسنَد اِلَیہ ہمیشہ اسم ہوتا ہے۔ اور مُسنَد کبھی اسم۔ کبھی فعل۔ اور حرف نہ مُسنَد ہوتا ہے۔ اور نہ مُسنَد اِلَیہ۔ پس اگر دونو جزو جُملے کے اسم ہوں۔ تو جُملے کو جُملۂ اِسمیّہ کہینگے۔ اور اگر ایک جزو فعل اور ایک اسم ہو۔ تو جُملۂ فِعلیّہ کہلائیگا ✦

جُملۂ اِسمیّہ

جُملۂ اِسمیّہ میں مُسنَد اِلَیہ کو مُبتدا اور مُسنَد کو خبر کہتے ہیں۔ اور جس کلمے کے ذریعے سے اِن دو اِسموں میں ربط حاصل ہوتا ہے۔ اُسے کلمۂ ربط یا علامتِ جُملۂ اِسمیّہ کہتے ہیں۔ جیسے زید دانا ہے۔ یہاں زید مُبتدا ہے۔ اور دانا خبر۔ اور ہے کلمۂ ربط۔ کلمے ربط کے یہ ہیں۔ ہے۔ ہیں۔ ہو۔ ہُوں۔ اور نسبت کی نفی

اُس وقت صِفت کو بھی جمع لاتے ہیں۔ گویا ؎

کچھ جو سیدھی بھی بات کرتا ہوں
ٹیڑھیاں وُہ مجھے سُناتا ہے

یہاں ٹیڑھیاں صِفت ہے۔ اَور باتیں اُس کا مَوصُوف مَحذُوف ہے۔ اِس لِئے صِفت جمع لائی گئی ہے۔ اَور جن اِسموں کے آخر میں علامتِ تذکیر و تانیث نہ ہو۔ وُہ اکثر ایک ہی طرح اِستِعمال کِئے جاتے ہیں۔ جَیسا صِفت میں معلُوم کر آئے ہو ۔

فائدہ۔ ترکیبِ توصیفی میں صِفت اَور مَوصُوف کی اِس طرح تمیز کی جاتی ہے۔ کہ جس اِسم کے ساتھ کَیسا۔ کَیسی وغیرہ لگ سکے۔ وُہ اِسم مَوصُوف ہوگا۔ اَور جو اِسم اُس کے جواب میں واقع ہوگا۔ وُہ صِفت ہوگا۔ جَیسے بھلا آدمی۔ جب پُوچھیں۔ کَیسا آدمی؟ جواب ہوگا۔ بھلا۔ پس بھلا صِفت ہَے۔ اَور آدمی مَوصُوف۔ اَیسے ہی اَندھیری رات۔ جب پُوچھا جائے۔ کَیسی رات؟ جواب ہوگا۔ اَندھیری۔ پس اَندھیری صِفت ہَے۔ اَور رات مَوصُوف ۔

فائدہ۔ فارسی میں مَوصُوف پہلے ہوتا ہَے۔ اَور صِفت پیچھے۔ اَور آخرِ مَوصُوف مَکسُور پڑھا جاتا ہَے۔ قاعدہ اِس کا بعینہٖ وُہی ہَے جو پہلے مضاف میں گُزرا ہَے ۔

مُرکّب تام یا جُملے کا بیان

کوئی جُملہ یا کلام دو کلموں سے کم نہیں ہو سکتا۔ مگر شرط یہ ہَے۔ کہ اِن دو کلموں میں اَیسا علاقہ یا نِسبت

فائدہ۔ فارسی ترکیب میں مضاف مضاف الیہ سے پہلے آتا ہے۔ اور مضاف کے آخر میں کسرہ پڑھا جاتا ہے۔ اگر مضاف کے آخر کوئی حرفِ علت ہو۔ تو ہمزہ زیادہ کیا جاتا ہے۔ اور اگر ہائے مختفی ہو۔ تو ہمزے سے بدل جاتی ہے۔ غالب سع۔ بوئے گل نالۂ دل دودِ چراغِ محفل۔ اس مصرع میں تینوں اضافتیں تینوں قاعدوں کی نظیریں ہیں *

مرکب توصیفی

مرکب توصیفی وہ ہے۔ جو صفت اور موصوف سے مل کر بنے * اُردو میں صفت موصوف سے پہلے آتی ہے۔ اگر موصوف کو مقدم کریں۔ تو فصاحت کے خلاف ہوگا۔ جیسے اچھا آدمی۔ اونچی دیوار *

قاعدہ۔ صفت ایسا اسم ہوا کرتا ہے۔ جس میں معنیٰ وصفی پائے جائیں۔ خواہ صفت مشبہ ہو۔ خواہ صفتِ نسبتی۔ خواہ اسمِ فاعل۔ خواہ اسمِ مفعول۔ ہندی ہو۔ یا فارسی یا عربی۔ مفرد ہو یا مرکب۔ اور ان سب کا حال صرف میں مفصل گزر چکا ہے *

قاعدہ۔ تذکیر و تانیث۔ وحدت و جمع صفت کی مطابق موصوف کے ہوتی ہے۔ مگر جبکہ موصوف جمع مؤنث ہو۔ تو صفت واحد مؤنث آتی ہے۔ جیسا پڑھا ہوا لڑکا۔ پڑھے ہوئے لڑکے۔ پڑھی ہوئی لڑکی یا لڑکیاں۔ ہاں جس وقت موصوف حذف کیا گیا ہو۔ اور صفت اُس کے قائم مقام ہو۔

جیسے بگاڑا ہوا زید کا۔ یعنی وہ جسے زید نے بگاڑا ہو۔ پس بگاڑا ہوا اسم مفعول طرف اپنے فاعل کی مضاف ہے ۔

معنوی اِضافت ۔

سوا ان اضافتوں کے جو اضافت ہو۔ اُسے معنوی اضافت کہتے ہیں ۔ جیسے زید کا غلام ۔

فائدہ ۔ اضافت سے تخصیص یا توضیح مضاف کی حاصل ہوتی ہے ۔ جیسے زید کا غلام ۔ پہلے غلام عام تھا ۔ جب زید کا غلام کہا ۔ تو غلام خاص ہو گیا ۔ دہلی کا شہر ۔ شہر عام تھا ۔ جب دہلی کا شہر کہا ۔ تو ایک معین شہر سمجھا گیا ۔ انار کا درخت ۔ درخت مبہم تھا ۔ جب انار کا درخت کہا ۔ تو درخت کی جنس کی توضیح ہو گئی ۔ ایسا ہی چاندی کی انگوٹھی ۔ اضافت کے سبب انگوٹھی کے مادے کی توضیح ہو گئی ۔

فائدہ ۔ ترکیب اضافی میں مضاف اور مضاف الیہ کے پہچاننے کی نشانی یہ ہے ۔ کہ جس اسم کے ساتھ کس کا ۔ کس کی وغیرہ لگ سکے ۔ وہ اسم مضاف ہوگا ۔ اور جو اسم اُس کے جواب میں واقع ہو ۔ مضاف الیہ ہوگا ۔ مثلاً زید کا گھوڑا ۔ اگر یہاں پوچھا جائے ۔ کس کا گھوڑا ۔ تو جواب ہوگا ۔ زید کا ۔ پس گھوڑا مضاف ہے ۔ اور زید مضاف الیہ ۔ ایسا ہی میری کتاب ۔ اگر پوچھیں کس کی کتاب ہے ۔ تو جواب ہوگا ۔ میری ۔ پس کتاب مضاف ہے ۔ اور میری مضاف الیہ ۔

بدل جائیگا۔ جیسے زید کے باپ کے گھر میں۔ میرے باپ کے غلام کے گھر میں +

فائدہ۔ مضاف اور مضاف الیہ کے بیچ میں فاصلہ درست نہیں۔ مگر نظم میں شعر کی ضرورت کے باعث درست ہے۔ سودا۔ جوکہ ظالم ہے۔ وہ ہرگز پھولتا پھلتا نہیں۔ سبز ہوتے کھیت دیکھا ہے کبھو شمشیر کا؟ یہاں کھیت مضاف ہے۔ اور شمشیر مضاف الیہ۔ اور دیکھا ہے کبھو ان میں فاصلہ آگیا ہے + اضافت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اضافت لفظی۔ دوسری اضافت معنوی +

لفظی اضافت

لفظی اضافت ان اضافتوں کا نام ہے۔ اوّل۔ اضافت مصدر کی اپنے فاعل یا مفعول کی طرف۔ جیسے مارنا زید کا۔ جب زید کسی کو مارے۔ اس کو بھی مارنا زید کا کہتے ہیں اس صورت میں اضافت مصدر کی اپنے فاعل کی طرف ہوگی۔ اور جب کوئی زید کو مارے۔ اس کو بھی مارنا زید کا کہتے ہیں۔ اس صورت میں اضافت مصدر کی اپنے مفعول کی طرف ہوگی۔ ایسا ہی مارا جانا زید کا۔ یہاں مصدر مجہول اپنے مفعول مالم یسمّ فاعلہٗ کی طرف مضاف ہے + دوسرے۔ اضافت اسم فاعل کی (جو فعل متعدی سے بنا ہوا) اپنے مفعول کی طرف۔ جیسے مارنے والا زید کا۔ یعنی وہ شخص جس نے زید کو مارا ہو۔ تیسرے۔ اضافت اسم مفعول کی (جو متعدی فعل سے بنا ہو) اپنے فاعل کی طرف

جہاں حرفِ عطف مقدّر ہوتا ہے - اور مرکّب امتزاجی + کہ دو اسم مل کر ایک چیز کا نام ہو جاتا ہے - جیسے الٰہ آباد - سبزی منڈی وغیرہ) مفرد کی مانند ہیں - اِن کے بیان کی ضرورت نہیں - البتہ مرکّب اضافی اور مرکّب توصیفی لائق بیان کے ہیں +

مرکّب اِضافی

مرکّب اِضافی اس مرکّب کو کہتے ہیں - جس کی ترکیب مضاف اور مضاف الیہ سے ہو - اضافت کے معنی اور تعریف مضاف اور مضاف الیہ کی پہلے جان چکے ہو + اُردو میں مضاف الیہ مضاف سے پہلے چاہیئے - اگر مؤخر ہو - تو فصاحت کے خلاف ہوگا + جب مضاف کے بعد حروفِ مغیرہ یا تابع مغیرہ آئیں - تو علامتِ اضافت کا الف یاۓ مجہول سے بدل جائیگا - جیسے زید کا گھر - زید کے گھر میں - میرا گھر - میرے گھر میں - اپنا گھر - اپنے گھر میں + ایسا ہی جب مضاف الیہ کی طرف ایک اور اسم مضاف کریں - تب بھی علامتِ اضافت کا الف یاۓ مجہول سے بدل جائیگا - جیسے زید کا گھر - زید کے باپ کا گھر - پہلے گھر مضاف تھا - اور زید مضاف الیہ - باپ کے لفظ کو زید کی طرف اضافت کیا - تو پہلی علامت کا الف یاۓ مجہول سے بدل کر زید کے باپ کا گھر کہا گیا - ایسا ہی میرا گھر - میرے بیٹے کا گھر - جب ایسی اضافت میں بھی حروفِ مغیرہ یا تابع مغیرہ آویں - تب دونوں علامتوں کا الف بھی یاۓ مجہول سے

دُوسرا حِصّہ۔ نحو کے عِلم میں

نحو وُہ عِلم ہَے۔ جِس سے کلموں کے ربط اَور آپس کے تعلق اَور لگاؤ کا حال معلُوم ہوتا ہَے + کم سے کم ترکیب کے لئے دو کلمے چاہئیں۔ زیادہ جس قدر کلام میں آجائیں + مُرکّب کی دو قسمیں ہیں۔ ایک مُرکّب مُفید۔ دُوسرے مُرکّب غیر مُفید + مُرکّب مُفید وُہ ہے۔ جِس کے سُننے سے سامع کو معلُوم ہو جائے۔ کہ مُتکلّم کچھ خبر دیتا ہے۔ یا کچھ خواہش کرتا ہَے۔ جیسے زید آیا۔ اِس سے معلُوم ہوتا ہَے۔ کہ کہنے والا زید کے آنے کی خبر دیتا ہَے۔ پانی دو۔ اِس سے معلُوم ہوتا ہَے۔ کہ کہنے والا پانی مانگتا ہَے۔ ایسے مُرکّب کو جُملہ اَور مُرکّب تام کہتے ہیں + مُرکّب غیر مُفید۔ وُہ ہَے۔ کہ ایسا نہ ہو۔ جیسے زید کا غُلام۔ اِس کے سُننے سے اِنتظار بیان کا رہتا ہَے۔ ایسا مُرکّب مُفرد کے حُکم میں گِنا جاتا ہَے۔ اَور جُزو جُملے کا ہوتا ہَے۔ اِس کو مُرکّب ناقِص کہتے ہیں +

مُرکّب ناقِص کا بیان

اِس کی چار قسمیں ہیں۔ مُرکّب تعدادی۔ مُرکّب اِمتزاجی۔ مُرکّب اِضافی۔ مُرکّب توصیفی + پہلی دو قسمیں (یعنی مُرکّب تعدادی۔ جیسے گیارہ۔ اِکیس۔ اِکتیس وغیرہ

دونو لفظ مل کر صورت بدل گئی ہے +

مقدار کے حرف

واحد مذکر کے لئے تنا آتا ہے۔ جمع مذکر کے لئے تنے بیائے مجہول۔ مؤنث کے لئے۔ خواہ واحد ہو۔ خواہ جمع۔ تنی بیائے معروف + یہ حرف بھی مثل حروفِ ظرفیت کے بغیر اسم اشارہ۔ یا اسم موصول۔ یا اسم استفہام کے تنہا مستعمل نہیں ہوتے۔ جیسے اتنا۔ اُتنا۔ اتنے۔ اُتنے۔ اتنی۔ اُتنی۔ جتنا۔ جتنے۔ جتنی۔ کتنا۔ کتنے۔ کتنی۔ ان کی ترکیب اسی طرح ہے۔ جیسے پہلے بیان ہوئی +

تشبیہ کے حرف

سا۔ جوں۔ ہو بہو بواوِ معروف۔ یہ حرف واسطے بیان کرنے مشابہت کے آتے ہیں۔ جیسے بال سا + جوں نظم میں آتا ہے۔ سودا۔ جوں شمع داغ دل سے مشکل بہت ہے دھونا + مثال ہو بہو کی۔ جیسے یہ تو ہو بہو وہی ہے + سا کی تذکیر و تانیث۔ وحدت و جمع بلحاظ مشبہ کے ہوتی ہے۔ واحد مذکر میں سا اور جمع مذکر میں سے بیائے مجہول۔ اور مؤنث میں سی بیائے معروف آتا ہے۔ حرفِ سا وغیرہ کبھی تنہا آتے ہیں۔ جیسا مثال سے معلوم ہوا۔ کبھی اسم اشارہ۔ یا اسم موصول۔ یا اسم استفہام کے ساتھ مرکب ہو کر اسی طرح آتے ہیں جیسے حروفِ ظرفیت اور حروفِ مقدار آتے ہیں۔ جیسے ایسا۔ ویسا۔ ایسے سے وغیرہ۔ جیسا۔ جیسے وغیرہ۔ کیسا۔ کیسے وغیرہ +

اور نہیں فعلوں کے ساتھ بھی آتا ہے۔ اور جملے میں بھی سلب نسبت کے لئے آتا ہے۔ جیسے جملے کے بیان میں معلوم کروگے۔ باقی حرف اسموں کے اوّل آتے ہیں۔ جیسے امٹ۔ ان پڑھ۔ نربل۔ نڈر۔ بدیس۔ پردیس۔ گمراہ + بے اگرچہ فارسی حرف ہے۔ مگر ہندی الفاظ کے ساتھ بھی آتا ہے۔ جیسے بے ڈھب۔ بے دھڑک +

بیان کا حرف

کہ جملے کے اوّل میں واسطے بیان ماقبل کے آتا ہے۔ جیسے اُن سے کہو۔ کہ یہاں آجائیں +

ظرفیت کے حرف

ہاں۔ دھر۔ ب ظرفیت کے حرف ہیں۔ ہاں اور دھر مکان کے لئے آتے ہیں۔ اور ب زمانے کے لئے۔ سوا ہاں کے۔ کہ یہ کبھی تنہا بھی آجاتا ہے۔ جیسے ہم اُن کے ہاں گیا تھا۔ اور حرف بغیر اسم اشارہ۔ اسم موصول یا اسم استفہام کے نہیں آتے۔ جیسے یہاں۔ وہاں۔ اِدھر۔ اُدھر۔ اب۔ جہاں۔ جدھر۔ جب۔ کہاں۔ کدھر۔ کب۔ اصل اِن کی ہے۔ یہ ہاں۔ وُہ ہاں۔ یہ دھر۔ وُہ دھر۔ یہ ب۔ جو ہاں۔ جو دھر۔ جو ب۔ کیا ہاں۔ کیا دھر۔ کیا ب۔ مل جُل کر صُورت بدل گئی ہے +

فائدہ۔ وہیں۔ یہیں۔ ابھی۔ جبھی۔ کبھی۔ یہی الگ لفظ نہیں ہیں۔ اُن کی اصل ہے۔ وہاں ہی۔ یہاں ہی۔ اب ہی۔ جب ہی۔ کب ہی۔ یہ ہی۔ کثرت استعمال سے

جواب کے حرف

ہاں - ہوں - جی استفہام کے جواب میں آتے ہیں - جیسے کوئی پوچھے - تم بھی وہاں گئے ؟ تم کہو ہاں یا نہیں - یا جی ہاں - مگر تعظیم کے مقام میں ہاں تنہا نہیں بولا جاتا ۔ ہاں اور جی ندائے قریب کے جواب میں بھی آتے ہیں - بھلا ندائے بعید کے جواب میں - جیسے بھلا سُن لیا ہے ۔ بہت اچھا اور ہا نہیں کے قبول میں ۔ ٹھیک - بجا - واقعی کبھی متکلم کی تصدیق کے لئے آکر مفید ایجاب ہوتے ہیں ۔

تنبیہ کے حرف

حرف تنبیہ کے دو ہیں - جو تنبیہ کے مقام میں آتے ہیں - ہیں - ہوں - ہیں یہ کیا کیا ! ہوں یہ کیا کرتے ہو ! ان سے تاکید نہ کرنے فعل کی یا کراہت فعل کی سمجھی جاتی ہے - کبھی مکرر بھی آتے ہیں ۔

شرکت اور اختصاص کے حرف

بھی شرکت کے لئے آتا ہے - اور ہی - اور - تو تخصیص کے لئے آتے ہیں - جیسے میں بھی گیا تھا - میں تو نہیں گیا ۔

نفی کے حرف

ن - نہ - مت - نہیں - ا - ان - نہ - ن - ب - پر - گ - بے ۔
اوّل کے تین حرف فعل کے ساتھ خاص ہیں - جیسا گزرا نہ

کے اوّل میں آتے ہیں۔ مگر اخیر کے دو حرف کہ وُہ آخر میں آیا کرتے ہیں۔ دُوسرے حرف سے پانچویں حرف تک مقامِ تحقیر میں آتے ہیں۔ مگر او اور ارے کبھی پیار کی جگہ بھی آ جاتے ہیں۔ اور بیشتر یہ حرف صفت کے ساتھ بولے جاتے ہیں۔ جیسا کہ او ظالم! او بے رحم! ہوت ندا کے لئے لفظِ میاں کے ساتھ آتا ہے۔ جیسے میاں ہوت!

فائدہ۔ (۳) اسم کے آخر میں الف یا ہ ہو۔ جب اُس کے پہلے ندا کے حرف آئیں۔ تو الف اور ہ یائے مجہول سے بدل جائینگے۔ تلفظ میں بھی اور کتابت میں بھی۔ جیسے اے لڑکے! اے بندے! مگر اس قاعدے سے اکثر ایسے الفاظ جو زیادہ ندا میں آتے ہیں۔ مستثنا ہیں۔ جیسے خالہ۔ ابّا۔ چچا وغیرہ۔

تاسّف اور انبساط کے حرف

حرفِ تاسّف وُہ حرف کہلاتے ہیں۔ جو درد یا تاسّف کے مقام میں بولے جاتے ہیں۔ جیسے ہائے! اے ہے! ہے ہے! وغیرہ۔ اور **حرفِ انبساط** اُن حرفوں کو کہتے ہیں۔ جو افراطِ لذّت۔ یا خوشی۔ یا تعجّب میں زبان پر آ جاتے ہیں۔ جیسے اہاہا! اوہو ہو! واہ واہ! وغیرہ۔ یہ حرف کلام کے اوّل میں آتے ہیں۔ جیسے ہائے کیا کروں! اے ہے کیا ہُوا! ظفر۔ میں کیا کہوں عالم طبیعت کی روانی کا۔ ہے اِک اُمڈا ہُوا دریا اہاہا! اوہو ہو ہو!

اضافت کے حرف

حرفِ اضافت کے وُہ حرف ہیں۔جو ایک اسم کا لگاؤ دُوسرے اسم کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں۔اضافت میں تین چیزیں لازم ہیں۔ایک مُضاف جس کو کسی اسم کی طرف لگایا ہو۔ دُوسرے مُضاف الیہ جس کی طرف کوئی اسم لگائیں۔ تیسرے حرفِ اضافت جس سے ان دو اسموں کا آپس میں لگاؤ معلوم ہو۔جیسے زید کا غلام۔یہاں زید مُضاف الیہ ہے۔اور غلام مُضاف۔اور کا حرف اضافت کا۔ اضافت کے تین حرف ہیں۔واحد مذکر کے لئے کا۔ جمع مذکر کے لئے کے بیائے مجہول۔مؤنث کے لئے خواہ واحد ہو خواہ جمع۔کی بیائے معروف۔اور تذکیر و تانیث وحدت و جمع ان حرفوں کی بلحاظ مُضاف کے ہوتی ہے۔ جیسے زید کا کپڑا۔زید کے کپڑے۔زید کی گٹھڑی۔زید کی گٹھڑیاں۔اور بدل ان کے بعضی حالتوں میں را۔ رے۔ری۔نا۔نے۔نی ہوتے ہیں۔جیسے میرا۔میرے۔ میری۔اپنا۔اپنے۔اپنی۔جیسا ضمیر کے بیان میں گزرا۔

ندا کے حرف

حرفِ ندا کے وُہ ہیں۔جن سے پکارا جاتا ہے۔یا۔ اَے۔ارے۔ابے۔او۔ارے او۔ابے او۔اجی۔ہو۔تا۔ الف ندا جس کا استعمال بیشتر نظم میں آتا ہے۔ جسے پکاریں۔اُسے مُنادےٰ کہتے ہیں۔ سب حرف مُنادےٰ

جیسے وُہ قومِ ہنُود سے ہَے - یعنی ہنُدؤں میں سے ایک وُہ
بھی ہَے - کبھی سببیّت کے لِئے آتا ہَے - جیسے غُل سے
کان پھٹے جاتے ہَیں - یعنی غُل کے سبب + کبھی مدد کے
معنی میں آتا ہَے - جیسے دو توپوں سے قلعہ لے لیا - یعنی
دو توپوں کی مدد سے + کبھی بجائے علامتِ مفعُول کے آتا
ہَے - جیسے اُس سے کہو - یعنی اُس کو + کبھی ساتھ کے
معنی میں آتا ہَے - جیسے روٹی سالن سے کھائی - یعنی سالن
کے ساتھ + کبھی دُوری کے معنی میں - جیسے یہ چیز ہاتھ
سے پھینک دو - کبھی نسبت کے لئے - جیسے یہ چیز اُس
سے اچھی ہَے + پر بلندی کے معنی میں آتا ہَے - خواہ
حقیقی ہو - جیسے وُہ چھت پر ہَے - خواہ مجازی - جیسے
مجھ پر قرض ہَے + پہ مُخفّف پر کا ہَے - ر حذف کی گئی
اَور اظہارِ حرکت کے لئے ہائے مُختفی آخر میں بڑھا دی -
کیونکہ دو حرف سے کم کوئی کلمہ نہیں ہَے - مگر پہ کا اِستعمال
نظم میں زیادہ ہَے + اُوپر بھی اِسی معنی میں آتا ہَے - مگر
وُہ اِسم ہَے - حرف نہیں ہَے - اَور بغیر اضافت کے نہیں
آتا - جیسے چھت کے اُوپر - کوٹھے کے اُوپر + میں ظرفیّت
کا فائدہ دیتا ہَے - جیسے کوئی مکان میں ہَے - اندر - بیچ -
درمیان - یہ حرف نہیں ہَیں - اِسمِ ظرف ہَیں - بغیر
اضافت کے یہ بھی مُستعمل نہیں ہوتے - جیسے گھر کے
اندر - گھر کے بیچ - گھر کے درمیان - اَور جب وسطِ حقیقی
مُراد ہو - تو بیچوں بیچ کہتے ہَیں + ساتھ معیّت کا فائدہ
دیتا ہے - مگر یہ بھی اِسم ہے +

فعلِ معطوف

فعلِ معطوف میں دو فعل ہوتے ہیں۔ اِن دو فعلوں کے درمیان کر یا کے آتا ہے + پہلا فعل معطوف علیہ۔ اور دُوسرا فعل معطوف کہلاتا ہے۔ اور پہلا فعل دُوسرے فعل کے تابع ہوتا ہے۔ یعنی اگر دُوسرا فعل ماضی یا مُضارع وغیرہ ہوگا۔ تو پہلا فعل بھی وُہی فائدہ دیگا۔ جیسا کھا کر گیا۔ کھا کر جائے۔ کھا کر جائیگا۔ علےٰ ہٰذا +

حرف کی بحث

حرف کی تعریف پہلے گزر گئی ہے۔ اب ہم اُس کی قسمیں مُفصّل بیان کرتے ہیں +

حرُوفِ جر

حرُوفِ جر وُہ حرف ہیں۔ جو اِسم کو فعل یا مُشابہ فعل سے ربط دیتے ہیں۔ اور مُشابہ فعل سے اِسم فاعل یا اِسم مفعُول۔ یا صِفتِ مُشبّہ مُراد ہے + وُہ حرف یہ ہیں۔ سے۔ تک۔ تلک۔ اُوپر۔ پر۔ پہ۔ بیچ۔ ساتھ + سے اِبتدا کے لئے آتا ہے۔ خواہ زمانی ہو۔ جیسے صُبح سے مُنتظر ہُوں۔ خواہ مکانی۔ جیسے گھر سے بازار تک گیا + کبھی بیان کے لئے آتا ہے۔ جیسے اُس کو کیا کمی ہے۔ پیسے سے۔ کپڑے سے۔ کھانے سے۔ پینے سے ۹ کبھی بعضیّت کا فائدہ دیتا ہے۔

کی گردانیں

جمع مذکر حاضر	واحد مؤنث حاضر	جمع مؤنث حاضر	واحد مذکر متکلم	جمع مذکر متکلم	واحد مؤنث متکلم	جمع مؤنث متکلم
تم ڈرائے گئے	تو ڈرائی گئی	تم ڈرائی گئیں	میں ڈرایا گیا	ہم ڈرائے گئے	میں ڈرائی گئی	ہم ڈرائی گئیں
تم ڈرائے گئے ہو	تو ڈرائی گئی ہے	تم ڈرائی گئی ہو	میں ڈرایا گیا ہوں	ہم ڈرائے گئے ہیں	میں ڈرائی گئی ہوں	ہم ڈرائی گئی ہیں
تم ڈرائے گئے تھے	تو ڈرائی گئی تھی	تم ڈرائی گئی تھیں	میں ڈرایا گیا تھا	ہم ڈرائے گئے تھے	میں ڈرائی گئی تھی	ہم ڈرائی گئی تھیں
تم ڈرائے جاتے تھے	تو ڈرائی جاتی تھی	تم ڈرائی جاتی تھیں	میں ڈرایا جاتا تھا	ہم ڈرائے جاتے تھے	میں ڈرائی جاتی تھی	ہم ڈرائی جاتی تھیں
تم ڈرائے جاتے ہوگے	تو ڈرائی جاتی ہوگی	تم ڈرائی جاتی ہوگی	میں ڈرایا جاتا ہونگا	ہم ڈرائے جاتے ہونگے	میں ڈرائی جاتی ہونگی	ہم ڈرائی جاتی ہونگی
تم ڈرائے جاتے	تو ڈرائی جاتی	تم ڈرائی جاتیں	میں ڈرایا جاتا	ہم ڈرائے جاتے	میں ڈرائی جاتی	ہم ڈرائی جاتیں
تم ڈرائے جاؤ	تو ڈرائی جائے	تم ڈرائی جاؤ	میں ڈرایا جاؤں	ہم ڈرائے جائیں	میں ڈرائی جاؤں	ہم ڈرائی جائیں
تم ڈرائے جاتے ہو	تو ڈرائی جاتی ہے	تم ڈرائی جاتی ہو	میں ڈرایا جاتا ہوں	ہم ڈرائے جاتے ہیں	میں ڈرائی جاتی ہوں	ہم ڈرائی جاتی ہیں
تم ڈرائے جاؤگے	تو ڈرائی جائیگی	تم ڈرائی جاؤگی	میں ڈرایا جائیگا	ہم ڈرائے جائینگے	میں ڈرائی جاؤنگی	ہم ڈرائی جائینگی
تم ڈرائے جاؤ	تو ڈرائی جا	تم ڈرائی جاؤ	م ع	م ع	م ع	م ع
مت ڈرائے جاؤ	مت ڈرائی جاؤ	مت ڈرائی جاؤ	نہ ڈرایا جاؤں	نہ ڈرائے جائیں	نہ ڈرائی جاؤں	نہ ڈرائی جائیں

مجہول فعلوں

نمبر	نام فعل	واحد مذکر غائب	جمع مذکر غائب	واحد مؤنث غائب	جمع مؤنث غائب	واحد مذکر حاضر
۱	ماضی مطلق	وہ ڈرایا گیا	وہ ڈرائے گئے	وہ ڈرائی گئی	وہ ڈرائی گئیں	تو ڈرایا گیا
۲	ماضی قریب	وہ ڈرایا گیا ہے	وہ ڈرائے گئے ہیں	وہ ڈرائی گئی ہے	وہ ڈرائی گئی ہیں	تو ڈرایا گیا ہے
۳	ماضی بعید	وہ ڈرایا گیا تھا	وہ ڈرائے گئے تھے	وہ ڈرائی گئی تھی	وہ ڈرائی گئی تھیں	تو ڈرایا گیا تھا
۴	ماضی استمراری	وہ ڈرایا جاتا تھا	وہ ڈرائے جاتے تھے	وہ ڈرائی جاتی تھی	وہ ڈرائی جاتی تھیں	تو ڈرایا جاتا تھا
۵	ماضی احتمالی	وہ ڈرایا جاتا ہوگا	وہ ڈرائے جاتے ہونگے	وہ ڈرائی جاتی ہوگی	وہ ڈرائی جاتی ہونگی	تو ڈرایا جاتا ہوگا
۶	ماضی تمنائی یا شرطی	وہ ڈرایا جاتا	وہ ڈرائے جاتے	وہ ڈرائی جاتی	وہ ڈرائی جاتیں	تو ڈرایا جاتا
۷	مضارع	وہ ڈرایا جاوے یا جائے	وہ ڈرائے جائیں	وہ ڈرائی جائے	وہ ڈرائی جائیں	تو ڈرایا جائے
۸	فعل حال	وہ ڈرایا جاتا ہے	وہ ڈرائے جاتے ہیں	وہ ڈرائی جاتی ہے	وہ ڈرائی جاتی ہیں	تو ڈرایا جاتا ہے
۹	مستقبل	وہ ڈرایا جائیگا	وہ ڈرائے جائینگے	وہ ڈرائی جائیگی	وہ ڈرائی جائینگی	تو ڈرایا جائیگا
۱۰	امر	مثل مضارع	م ع	م ع	م ع	تو ڈرایا جا
۱۱	نہی	نہ ڈرایا جاوے یا جائے	نہ ڈرائے جائیں	نہ ڈرائی جائے	نہ ڈرائی جائیں	مت ڈرایا جا

ماضیوں میں کہ لازم ہونے کی حالت میں بلحاظ فاعل کے اور متعدی ہونے کی حالت میں بلحاظ مفعول کے ہوتی ہے۔ جیسے کھانا کھایا۔ روٹی کھائی۔ کھانے کھائے۔ روٹیاں کھائیں۔ متعدی بیک مفعول میں بلحاظ پہلے مفعول کے۔ اور متعدی بدو مفعول میں بلحاظ دوسرے مفعول کے۔ اور متعدی بسہ مفعول میں بلحاظ تیسرے مفعول کے یہ تذکیر و تانیث۔ وحدت و جمع ہوتی ہے۔ جیسے روٹی کھائی۔ لکڑی ماری۔ ڈنڈا مارا۔ روپیہ دلوایا۔ اشرفی دلوائی۔ مگر جس وقت علامت مفعول کی مذکور یا مفعول محذوف ہو۔ تو فعل ہمیشہ واحد اور مذکر آتا ہے۔ جیسے کھانے کو کھایا۔ لکڑی سے مارا۔ زید نے مارا ۔

مجہول بنانے کا عام قاعدہ

فعل مجہول متعدی فعل سے آتا ہے۔ مصدر متعدی کے ماضی مطلق پر جانا زیادہ کرنے سے مصدر مجہول بنتا ہے۔ جیسے مارنا سے مارا جانا۔ پس عام قاعدہ یہاں سے یہ نکلا۔ کہ جس معروف کو مجہول بنانا ہو۔ اُس کے مصدر سے صیغہ ماضی مطلق کا بنا لو۔ اور مصدر جانا سے وہی فعل بنا کر اُس کے ماضی مطلق پر بڑھا دو۔ اور دونو کی گردان موافق قاعدۂ گزشتہ کے کر جاؤ۔ فعل مجہول بن جائیگا ۔

امرِ دوامی

ماضی شرطی پر رہ وغیرہ بڑھانے سے امرِ دوامی بن جاتا ہے۔ جیسے جیتا رہ۔ جیتا رہے۔ ایسا امر مقامِ دُعا و تمنّا میں بولا جاتا ہے +

نہی

امرِ حاضر کے صیغوں پر مت یا نونِ نفی زیادہ کرنے سے صیغے نہی حاضر کے بنتے ہیں۔ جیسے مت کھا۔ مت کھاؤ۔ نہ کھا۔ نہ کھاؤ۔ اور جب معنی مستقبل کے ملحوظ ہوں۔ تو مصدر پر مت یا نونِ نفی کا زیادہ کرتے ہیں۔ جیسے مت کرنا۔ نہ کرنا۔ باقی صورتیں نہی کی امر کی طرح ہیں +

فعلِ متعدّی کے خواص

جو مصدر متعدّی ہوتے ہیں۔ اُن کے ماضی مطلق اور ماضی قریب اور ماضی بعید اور ماضی احتمالی میں فاعل کے ساتھ نے ہمیشہ زیادہ کیا جاتا ہے۔ سوائے دو چار مصدروں لانا۔ لے جانا۔ بولنا وغیرہ کے۔ جیسے میں نے کھایا۔ میں نے کھایا ہے۔ میں نے کھایا تھا۔ میں نے کھایا ہوگا +

قاعدہ۔ سب فعلوں کی تذکیر و تانیث۔ وحدت و جمع بلحاظ فاعل کے ہوتی ہے۔ سوائے ان چار مذکورۂ بالا

امر کی گردان

مذکر یا مؤنث	صیغۂ واحد حاضر	صیغۂ جمع حاضر	صیغۂ واحد غائب	صیغۂ جمع غائب	صیغۂ واحد متکلم	صیغۂ جمع متکلم
مذکر	تُو آ	تم آؤ	وُہ آوے یا آئے	وُہ آویں یا آئیں	میں آؤں	ہم آویں یا آئیں
مؤنث	تُو آ	تم آؤ	وُہ آوے یا آئے	وُہ آویں یا آئیں	میں آؤں	ایضاً

قاعدہ - علامت مصدر کی حذف کرنے سے صیغۂ واحد امر حاضر کا - اور اس پر واوِ مجہول زیادہ کرنے سے صیغہ جمع کا بن جاتا ہے - اور جہاں علامت مضارع میں واؤ آئے - امر کی جمع میں وہاں ہمزہ زیادہ کیا جاتا ہے - باقی صیغے امر کے بعینہٖ صیغہ مضارع کے ہیں - اور اُن کو امر غائب کہتے ہیں *

قاعدہ - کبھی امر کے آخر میں یائے مضموم و واوِ مجہول زیادہ کر دیتے ہیں - جیسے دیجیو - بچیو - کبھی مصدر بھی فائدہ امر کا دیتا ہے - جیسے یہ بات یاد رکھنا - اُن سے کہہ دینا - یہ صورتیں امر کی اُس وقت ہوتی ہیں جس وقت امر میں تاکید یا معنی مستقبل کے ملحوظ ہوں - مقام تعظیم میں لفظ یے کا زیادہ کیا جاتا ہے - جیسے چلئے - بیٹھئے - ایسا ہی جمع امر غائب کا صیغہ مقام ادب میں بولتے ہیں - جیسے آپ آئیں - آپ چلیں *

فعلِ مستقبل کی گردان

مذکر یا مؤنث	صیغۂ واحد غائب	صیغۂ جمع غائب	صیغۂ واحد حاضر	صیغۂ جمع حاضر	صیغۂ واحد متکلم	صیغۂ جمع متکلم
مذکر	وہ آویگا یا آئیگا	وہ آوینگے یا آئینگے	تو آویگا یا آئیگا	تم آؤگے	میں آؤنگا	ہم آئینگے
مؤنث	وہ آویگی یا آئیگی	وہ آوینگی یا آئینگی	تو آویگی یا آئیگی	تم آؤگی	میں آؤنگی	ہم آئینگی

قاعدہ - مضارع پر گا زیادہ کیا جاتا ہے - اور الف گا کا جمع مذکروں میں یاے مجہول سے - اور مؤنثوں میں یاے معروف سے بدل جاتا ہے ؛

فائدہ - کبھی مصدر کے الف کو یاے مجہول سے بدل کر گا واحد مذکر کے لئے - اور کے بجاے مجہول جمع مذکر کے لئے - اور کی بجاے معروف واحد مؤنث کے لئے اور کہیں یہ نونِ غنّہ جمع مؤنثوں کے لئے بڑھاتے ہیں - اور نفی کی تاکید میں یہ مستقبل استعمال میں آتا ہے - جیسے نہیں آنے کا - نہیں آنے کے - نہیں آنے کی - وغیرہ ؛

یا واو باقی رہے۔ تو ایک ہمزہ بھی زیادہ کیا جائیگا۔ جیسا آنا سے آؤں۔ سونا سے سوؤں۔ اور جو یائے مجہول رہے۔تو حذف ہو جائیگی۔ جیسے دینا سے دُوں + اور جمع مخاطب میں بعد حذف کرنے علامت مصدر کے واوِ مجہول تنہا یا مع ہمزہ زیادہ کرو۔ جیسے کرو۔ سوؤ۔ لاؤ +

فعلِ حال کی گردان

مذکر یا مؤنث	صیغۂ واحد غائب	صیغۂ جمع غائب	صیغۂ واحد حاضر	صیغۂ جمع حاضر	صیغۂ واحد متکلم	صیغۂ جمع متکلم
مذکر	وُہ آتا ہے	وُہ آتے ہیں	تُو آتا ہے	تُم آتے ہو	مَیں آتا ہُوں	ہم آتے ہیں
مؤنث	وُہ آتی ہے	وُہ آتی ہیں	تُو آتی ہے	تُم آتی ہو	مَیں آتی ہُوں	ہم آتی ہیں

قاعدہ۔ علامت مصدر کی حذف کرکے تا بڑھا دو۔ اور جمع مذکر میں الف تا کا یائے مجہول سے۔ اور مؤنثوں میں یائے معروف سے بدل جائیگا۔ اور اِس علامت کے ساتھ واحد متکلم میں ہُوں۔ اور باقی واحدوں میں ہے۔ اور جمع مخاطب میں ہو۔ اور باقی جمعوں میں ہیں زیادہ کرو +

قاعدہ۔ علامت مصدر کی دور کرکے تا زیادہ کر دو۔ اور تبدیلی تا کے الف کی تانیث اور جمع میں اُسی طرح ہوگی۔ جس طرح ماضی مطلق کے الف کی ہوتی ہے +

فعلِ مضارع کی گردان

صیغۂ جمع متکلم	صیغۂ واحد متکلم	صیغۂ جمع حاضر	صیغۂ واحد حاضر	صیغۂ جمع غائب	صیغۂ واحد غائب	مذکر یا مؤنث
ہم کریں	مَیں کروں	تم کرو	تُو کرے	وُہ کریں	وُہ کرے	مذکر
ہم کریں	مَیں کروں	تم کرو	تُو کرے	وُہ کریں	وُہ کرے	مؤنث

قاعدہ۔ علامت مصدر کی حذف کرکے آخر حرف کو دیکھو۔ اگر الف یا واؤ یا یاے مجہول ہو۔ تو واو مع یاے مجہول آخر میں بڑھا دو۔ جیسے آنا سے آوے۔ سونا سے سووے۔ دینا سے دیوے۔ اور اگر ان حرفوں میں سے کوئی حرف نہ ہو۔ تو صرف یاے مجہول بڑھائی جائیگی۔ جیسے کرنا سے کرے۔ اور اس واو کا ہمزے سے بدل کرنا فصیح ہے۔ جیسے آئے۔ سوئے۔ کھائے۔ یہ صیغہ واحد غائب اور حاضر کا بنا۔ جمع غائب اور جمع متکلم میں نُونِ غُنّہ بڑھاؤ + اور نشانی واحد متکلم کی واوِ معروف و نُونِ غُنّہ ہے۔ پس اگر بعد حذف کرنے علامتِ مصدر کے حرفِ صحیح رہے۔ تو اُس پر ضمّہ دے کر یہ نشانی بڑھائی جائیگی۔ جیسے کرنا سے کروں۔ اور جو الف

ماضی احتمالی یا شکیہ کی گردان

صیغہ جمع متکلم	صیغہ واحد متکلم	صیغہ جمع حاضر	صیغہ واحد حاضر	صیغہ جمع غائب	صیغہ واحد غائب	مذکر یا مؤنث
ہم آئے ہونگے	میں آیا ہونگا	تم آئے ہوگے	تو آیا ہوگا	وہ آئے ہونگے	وہ آیا ہوگا	مذکر
ہم آئی ہونگی	میں آئی ہونگی	تم آئی ہوگی	تو آئی ہوگی	وہ آئی ہونگی	وہ آئی ہوگی	مؤنث

قاعدہ۔ ماضی احتمالی ماضی مطلق سے اس طرح بنتا ہے۔ کہ واحد مذکر غائب و مخاطب پر لفظ ہوگا بواو مجہول زیادہ کیا جاتا ہے۔ اور واحد مذکر متکلم پر لفظ ہونگا بواو معروف اور جمع غائب اور جمع متکلم مذکر پر لفظ ہونگے بواو و یائے مجہول۔ اور جمع مخاطب مذکر پر ہوگے بواو و یائے مجہول۔ اور واحد مؤنث غائب و حاضر پر لفظ ہوگی بواو مجہول و یائے معروف۔ اور واحد متکلم مؤنث پر لفظ ہونگی بواو و یائے معروف۔ اور جمع غائب اور جمع متکلم مؤنث پر ہونگی بواو مجہول و یائے معروف زیادہ کرو۔

ماضی تمنائی یا ماضی شرطی کی گردان

صیغہ جمع متکلم	صیغہ واحد متکلم	صیغہ جمع حاضر	صیغہ واحد حاضر	صیغہ جمع غائب	صیغہ واحد غائب	مذکر یا مؤنث
ہم آتے	میں آتا	تم آتے	تو آتا	وہ آتے	وہ آتا	مذکر
ہم آتیں	میں آتی	تم آتیں	تو آتی	وہ آتیں	وہ آتی	مؤنث

ماضی بعید کی گردان

مذکر یا مؤنث	صیغۂ واحد غائب	صیغۂ جمع غائب	صیغۂ واحد حاضر	صیغۂ جمع حاضر	صیغۂ واحد متکلم	صیغۂ جمع متکلم
مذکر	وُہ آیا تھا	وُہ آئے تھے	تُو آیا تھا	تُم آئے تھے	مَیں آیا تھا	ہم آئے تھے
مؤنث	وُہ آئی تھی	وُہ آئی تھیں	تُو آئی تھی	تُم آئی تھیں	مَیں آئی تھی	ہم آئی تھیں

قاعدہ - ماضی بعید ماضی مُطلق سے اِس طرح بنتا ہے - کہ واحد مذکّر پر لفظ تھا - اور جمع مذکّر پر لفظ تھے - اور واحد مؤنّث پر لفظ تھی اور جمع مؤنّث پر لفظ تھیں بڑھا دو ۔

ماضی استمراری کی گردان

مذکر یا مؤنث	صیغۂ واحد غائب	صیغۂ جمع غائب	صیغۂ واحد حاضر	صیغۂ جمع حاضر	صیغۂ واحد متکلم	صیغۂ جمع متکلم
مذکر	وُہ آتا تھا	وُہ آتے تھے	تُو آتا تھا	تُم آتے تھے	مَیں آتا تھا	ہم آتے تھے
مؤنث	وُہ آتی تھی	وُہ آتی تھیں	تُو آتی تھی	تُم آتی تھیں	مَیں آتی تھی	ہم آتی تھیں

قاعدہ - علامت مصدر کی دُور کر کے لفظ تا تھا زیادہ کرو - اور جس طرح واحد اور جمع اور تذکیر و تانیث میں ماضی مُطلق کے الف کی تبدیلیاں کی تھیں - اُسی طرح تا تھا کے الفوں کی کرو ۔

یا حاضر۔ یا متکلم۔ اس لئے فاعل کی ضمیروں کے ملنے سے ان چار صیغوں سے بارہ صیغوں کا فائدہ حاصل ہوگا۔ جیسا گردان سے ظاہر ہے ٭

ماضی مطلق کی گردان

صیغۂ جمع متکلم	صیغۂ واحد متکلم	صیغۂ جمع حاضر	صیغۂ واحد حاضر	صیغۂ جمع غائب	صیغۂ واحد غائب	مذکر یا مؤنث
ہم آئے	مَیں آیا	تم آئے	تُو آیا	وہ آئے	وہ آیا	مذکر
ہم آئیں	مَیں آئی	تم آئیں	تُو آئی	وہ آئیں	وہ آئی	مؤنث

ماضی قریب کی گردان

صیغۂ جمع متکلم	صیغۂ واحد متکلم	صیغۂ جمع حاضر	صیغۂ واحد حاضر	صیغۂ جمع غائب	صیغۂ واحد غائب	مذکر یا مؤنث
ہم آئے ہیں	مَیں آیا ہوں	تم آئے ہو	تُو آیا ہے	وہ آئے ہیں	وہ آیا ہے	مذکر
ہم آئی ہیں	مَیں آئی ہوں	تم آئی ہو	تُو آئی ہے	وہ آئی ہیں	وہ آئی ہے	مؤنث

قاعدہ۔ ماضی قریب ماضی مطلق سے اس طرح بنتا ہے۔ کہ صیغۂ واحد غائب اور واحد حاضر پر لفظ ہے۔ اور واحد متکلم پر لفظِ ہوں۔ اور جمع غائب اور جمع متکلم پر لفظ ہیں۔ اور جمع مخاطب پر لفظِ ہو زیادہ کرو۔ اور یاد رکھو۔ کہ مؤنثوں میں صیغہ ماضی کا واحد رہتا ہے ٭

ماضی مطلق

ماضی مطلق مصدر سے اِس طرح بنتا ہے۔ کہ بعد دُور کرنے علامت مصدر کے اگر الف یا واو رہے۔ تو ا زیادہ کیا جاتا ہے۔ ورنہ الف۔ جیسے کھانا سے کھایا۔ بو ا سے بویا + پہلی مثال میں جب مصدر کی نشانی دُور کی۔ تو کھا باقی رہا۔ دُوسری میں بو۔ اِس لئے یا زیادہ کیا گیا۔ مثال الف کی۔ جیسے ڈرنا سے ڈرا۔ پھرنا سے پھرا + دو تین لفظ خلافِ قاعدہ ہیں۔ جیسے جانا سے گیا۔ ہونا سے ہُوا۔ کرنا سے کیا۔ مرنا سے مُوا۔ اگرچہ مرا بھی دُرست ہے۔ مگر اوّل فصیح ہے + چار صیغے اس کے بنائے جاتے ہیں۔ ایک واحد مذکر کے لئے جس کی ترکیب ذکر کی۔ دُوسرا جمع مذکر کے لئے۔ اُس کے لئے یہ قاعدہ ہے۔ کہ اگر واحد میں الف بڑھایا ہے۔ تو اُس کو یائے مجہول سے بدل لو۔ جیسے ڈرا۔ ڈرے۔ اور اگر یا زیادہ کیا ہے۔ تو ی کو ہمزے سے اور الف کو یائے مجہول سے بدل لو۔ جیسے آیا۔ آئے + تیسرا واحد مؤنث کے لئے۔ اُس کا یہ قاعدہ ہے۔ کہ پہلی صورت میں الف کو یائے معروف سے بدلو۔ جیسے ڈرا۔ ڈری۔ اور دُوسری صورت میں ی کو ہمزے سے اور الف کو یائے معروف سے۔ جیسے آیا۔ آئی + چوتھا جمع مؤنث کے لئے۔ اس کے لئے یہ قاعدہ ہے۔ کہ واحد مؤنث کے آخر میں نونِ غنّہ یا الف و نون غنّہ بڑھاؤ۔ جیسے ڈریں۔ ڈریاں۔ آئیں۔ آئیاں + اب سمجھنا چاہئے۔ کہ فاعل تین حال سے خالی نہیں ہو سکتا۔ یا غائب ہوگا۔

جس سے مطلق گزرا ہوا زمانہ بغیر کسی قید کے سمجھا جائے۔ جیسے آیا ٭ دوسرے ماضی قریب جس سے قریب کا گزرا ہوا زمانہ سمجھا جائے۔ جیسے آیا ہے ٭ تیسرے ماضی بعید جس سے زیادہ گزرا ہوا زمانہ سمجھا جائے۔ جیسے آیا تھا ٭ چوتھے ماضی استمراری جس سے فعل کی تکرار زمانۂ گزشتہ میں سمجھی جائے۔ جیسے آتا تھا ٭ پانچویں ماضی احتمالی جس سے احتمال فعل کا زمانۂ گزشتہ میں سمجھا جائے۔ جیسے آیا ہوگا ٭ چھٹے ماضی تمنائی۔ یا ماضی شرطی۔ جس کے پہلے کلمہ تمنا یا شرط کا ہو۔ جیسے کاش آتا۔ یا اگر آتا ٭ دوسرے مضارع جس سے زمانۂ حال اور آئندہ دونو سمجھے جائیں۔ جیسے آئے اب یا آئندہ ٭ تیسرے حال جس سے وقوع فعل کا زمانۂ حال میں سمجھا جائے۔ جیسے آتا ہے ٭ چوتھے مستقبل جس سے واقع ہونا فعل کا زمانۂ آئندہ میں سمجھا جائے۔ جیسے آئیگا ٭ پانچویں امر جس سے فعل کی طلب۔ یا اجازت پائی جائے۔ جیسے اُٹھ۔ جا ٭ چھٹے نہی جس سے فعل کے نہ کرنے کی خواہش مفہوم ہو۔ جیسے مت آ ٭

فائدہ۔ فعل مصدر سے بنتا ہے۔ اس لئے جتنی قسمیں مصدر کی۔ مثل لازم۔ متعدی۔ معروف۔ مجہول۔ مثبت۔ منفی کے۔ پہلے گزریں۔ فعل کی بھی ویسی ہی قسمیں ہونگی ٭ اب ہم فعل کی قسموں کا مفصل حال بیان کرتے ہیں ٭

علامت تنکیر

کوئی اور کچھ - یہ دونو لفظ نکرہ کے ساتھ آتے ہیں- اور نکرہ کی عمومیت پر دلالت کرتے ہیں - کوئی عام ہے- ذوی العقول اور غیر ذوی العقول کے ساتھ ہر جگہ اس کا استعمال ہوتا ہے - جیسا کوئی آدمی - کوئی لکڑی - کوئی کلام - اور کچھ خاص ہے - غیر ذوی العقول کے ساتھ کہیں کہیں آتا ہے - جیسے کچھ کام - کچھ مطلب ۔ جس وقت ان کے بعد حروف مغیرہ یا توابع مغیرہ آویں - تو اُن کی تبدیلی لفظ کسی کے ساتھ ہو جاتی ہے - جیسے کسی آدمی کو بلاؤ- کسی مطلب کے فوت ہونے کا افسوس نہ کرو ۔

فعل کی بحث

فعل کی تعریف پہلے گزر چکی ہے - اس کی نوعیں یہ ہیں- اوّل ماضی جس کی چھ[1] قسمیں ہیں - اوّل ماضی مطلق

[1] اکثر صرفیوں نے ایک قسم ماضی کی ماضی مستمرہ لکھی ہے - مگر اردو میں یہ خصوصیت ماضی کے ساتھ نہیں - بلکہ جب مصدر کی علامت حذف کرکے باقی لفظ پر کر یا کے بجائے مجہول بڑھائیں اور اُس کے بعد ایک اور فعل لائیں - تو کریا کے عطف کا فائدہ دیگا - اور پہلا فعل معنی کی لحاظ سے دوسرے فعل کے ہم جنس ہوگا - جیسے کھا کر آتا - کھایا کرتا ہے - علیٰ ہذا ۔

قاعدہ۔ کبھی جمع کی جمع کی جاتی ہے۔ اُسے جمع الجمع کہتے ہیں۔ جیسے انبیاؤں۔ اولیاؤں۔ مگر فصیح نہیں ۔

فائدہ۔ فارسی کے طور پر بھی اُردو میں جمع مستعمل ہے۔ جیسے ہزارہا۔ سالہا۔ کروڑہا۔ عربی جمعیں بھی اُردو میں بہت آتی ہیں۔ جیسے عالم۔ علما۔ شریف۔ اشراف۔ فعل۔ افعال۔ نبی۔ انبیا۔ مخالف۔ مخالفین۔ مشاہدہ۔ مشاہدات۔ معاملہ۔ معاملات۔ اخیر کی جمع اُردو۔ فارسی الفاظ کی بھی بنا لی جاتی ہے۔ جب کہ اسم کے آخر میں ہائے مختفی ہو۔ جیسے نوشتہ۔ نوشتجات۔ مگر فصحا اُس کا استعمال اُردو میں غیر فصیح سمجھتے ہیں ۔

قاعدہ۔ کبھی مفرد اسم جمع کے معنی میں ہوتا ہے۔ جیسے بھیڑ۔ فوج۔ گروہ۔ ایسے اسم کو اسم جمع کہتے ہیں ۔

اسم کی تبدیل کا بیان

جس اسم کے آخر میں الف یا ہائے مختفی ہو۔ جب اُس کے آخر میں حروف مغیرہ یا تابع مغیّر آویں۔ تو الف اور ہ یائے مجہول سے بدل جائینگے۔ تلفظ میں بھی اور کتابت میں بھی دونو طرح۔ جیسے لڑکے سے۔ بندے سے۔ اچھے سے۔ کتنے نے ۔ عربی مصدر کہ اُن کے آخر میں الف ہو۔ یا ہ تانیث کی ہو۔ وہ اِس قاعدے سے مستثنےٰ ہیں۔ جیسے قضا۔ دعا۔ بلکہ۔ مخمصہ۔ وغیرہ ۔

و نونِ غنّہ ہوگی۔ جیسے قلم۔ قلمیں + اور اگر کسی اِسم مؤنّث کے آخر میں واو یا اَلِف ہوگا۔ تو ایک ہمزہ بھی پہلے اِس علامت کے بڑھائینگے۔ جیسے بُو۔ بُوئیں۔ بلا۔ بلائیں + یہ حال اِسم ذات کا ہے۔ اور اِسم صفت اور اِسم فاعل وغیرہ کی جمع مؤنّث دو طرح سے آتی ہے۔ ایک مِثل پہلی جمع مؤنّث کے۔ دُوسری یاے معروف و نونِ غنّہ کے ساتھ۔ جیسے اُونچی۔ اُونچیاں۔ اُونچیں۔ لڑنے والی۔ لڑنے والیاں۔ لڑنے والیں۔ گردانِ ذیل سے ہر ایک جمع کی بخوبی توضیح ہوگی :-

اِسم کی گردان

جمع	واحد	جنس
لڑکوں۔ لڑکے۔ لوگوں۔ لوگ +	لڑکا۔ لوگ	مذکّر اِسم ذات
لڑکیوں۔ لڑکیاں۔ میزوں۔ میزیں +	لڑکی۔ میز	مؤنّث اِسم ذات
اچھّوں۔ اچھّے۔ اچھّیوں۔ اچھّیاں۔ اچھّیں +	اچھّا۔ اچھّی	صِفتِ مُشبّہ
لڑنے والوں۔ لڑنے والے۔ لڑنے والیوں۔ لڑنے والیاں۔ لڑنے والیں +	لڑنے والا۔ لڑنے والی	اِسم فاعل
گئے ہُوؤں۔ گئے ہُوئے۔ گئی ہُوئیوں۔ گئی ہُوئیاں۔ گئی ہُوئیں +	گیا ہُوا۔ گئی ہُوئی	اِسم مفعول
ہنستے ہُوئے۔ ہنستے ہُوئیں۔ ہنستی ہُوئیاں +	ہنستا ہُوا۔ ہنستی ہُوئی	اِسم حالیہ

میں علامتِ تانیث یعنی یائے معروف ہوگی یا نہ ہوگی +

عام قاعدہ۔ کیسا ہی اِسم ہو۔ خواہ مُذکّر۔ خواہ مُؤنث۔ علامتِ تذکیر و تانیث ہو۔ یا نہ ہو۔ درحالیکہ حُرُوفِ مُغیّرہ یا تابع مُغیّرہ جمع میں آویں۔ تو نشانی جمع کی واوِ مجہُول و نُونِ غُنّہ ہوگی۔ اور اگر اِسم کے آخر میں الِف یا ہ ہونگے۔ تو حذف ہو جائینگے۔ جَیسے لڑکوں نے۔ بندوں نے۔ بڑتنوں میں۔ لڑکوں سے۔ قلموں سے۔ اَور حالتِ ندا میں صِرف واوِ مجہُول جمع کی علامت ہوگی۔ اَور الِف اَور ہ حذف ہو جائینگے۔ جَیسے اَے لڑکو! اَے بندو! اَے لڑکیو! لیکن جس وقت حُرُوفِ مُغیّرہ یا تابعِ مُغیّرہ جمع کے ساتھ نہ ہوں۔ تو اُس صُورت میں قواعدِ ذیل ہیں :۔

مُذکّر کی جمع کا قاعدہ

جس اِسم کے آخر میں الِف یا ہ ہو۔ اُس کی جمع کی علامت یائے مجہُول ہوگی۔ اور الِف اَور ہ یائے مجہُول سے بدل جائینگے۔ جَیسے لڑکے آئے۔ بندے گئے۔ اَور اگر الِف یا ہ مُذکّر کے آخر میں نہ ہو۔ تو لفظ مُفرد اَور جمع میں یکساں بولا جائیگا۔ جَیسے پتھّر آیا۔ پتھّر آئے +

مُؤنث کی جمع کا قاعدہ

جس اِسم کے آخر میں علامتِ تانیث یعنی یائے معرُوف ہو۔ تو اُس کے لِئے جمع کی نشانی الِف و نُونِ غُنّہ ہوگی۔ جَیسے لڑکی۔ لڑکیاں۔ اَور جو یہ علامت نہ ہو۔ تو یائے مجہُول

افسُردگی ۔ (۶) تمام حاصلِ مصدر اُردُو کے جن کے آخر میں ی یا ن یا ٹ یا ت یا س ہو۔ مُؤنّث بولے جاتے ہیں۔ جیسے ہنسی ۔ سُوجن ۔ لگاوٹ ۔ لڑنت ۔ بکواس وغیرہ ۔

فائدہ ۔ مصدر تنہا مُذکّر استعمال میں آتا ہے ۔ مگر جب مصدرِ مُتعدّی کے ساتھ اُس کا مفعُول مذکُور ہو۔ تو بلحاظ مفعُول کے اُس کی تذکیر و تانیث ہوتی ہے ۔ ظفر۔ ع ۔ بات کرنی مجھے مُشکل کبھی ایسی تو نہ تھی ۔ یہاں کرنا کی تانیث بلحاظ اُس کے مفعُول بات کے ہے ۔

فائدہ ۔ اکیس حرف مُؤنّث بولے جاتے ہیں ۔ ب ۔ پ ۔ ت ۔ ٹ ۔ ث ۔ چ ۔ ح ۔ خ ۔ د ۔ ڈ ۔ ذ ۔ ر ۔ ڑ ۔ ز ۔ ژ ۔ ط ۔ ظ ۔ ف ۔ و ۔ ہ ۔ ی ۔

فائدہ ۔ جن اسموں میں نشانی مُذکر کی الف ہے ۔ جیسا اسم صفت وغیرہ میں ۔ تانیث میں الف یاےِ معرُوف سے بدل جائیگا ۔ جیسے اُونچا ۔ اُونچی ۔ کھانے والا ۔ کھانے والی ۔

فائدہ ۔ عربی الفاظ کے ساتھ ہاےِ مُختفی نشانی تانیث کی ہوتی ہے ۔ جیسے زوجہ ۔ بلکہ ۔ مزروعہ ۔

وحدت و جمع

اُردُو میں تمیز کمیّت کی دو ہیں ۔ واحد اور جمع ۔ واحد سے جمع بنانے کے قاعدے اس طرح ضبط میں آتے ہیں ۔ کہ اسم دو طرح کا ہوتا ہے ۔ مُذکّر یا مُؤنّث ۔ مُذکر بھی دو حال سے خالی نہیں ہو سکتا ۔ علامتِ تذکیر یعنی الف یا ہ اُس کے آخر میں ہوگی ۔ یا نہ ہوگی ۔ ایسا ہی مُؤنّث کے آخر

قاعدے میں بیان آئیگا۔ ایسے ہی وُہ تصغیر کے لفظ جن کا بیان تصغیر میں گزرا۔ ہاں دو چار لفظ مثل گھٹا۔ چھالیا۔ مالا کے مؤنّث بولے جاتے ہیں + جو عربی مصدر اِفعال کے وزن پر ہو۔ مُذکّر بولا جائیگا۔ جیسا اِحسان۔ اِنعام وغیرہ +

بے جان کی تانیث کے قاعدے

(۱) عام نشانی مُؤنّث کے لئے یائے معروف ہے۔ جیسے لکڑی۔ کاٹھی وغیرہ۔ بہ استثنا لفظ موتی۔ گھی۔ پانی۔ کے۔ اور دہی کے لفظ میں اختلاف ہے۔ اکثر اس لفظ کو مُذکّر بولتے ہیں۔ اور بعضے مؤنّث + (۲) عربی مصدر جن کے آخر میں الفِ مقصورہ یا ممدودہ ہو۔ مؤنّث بولے جاتے ہیں۔ جیسے قضا۔ رضا۔ ابتدا۔ انتہا۔ عطا۔ حیا + اور یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ الفِ ممدودہ استعمالِ اُردو میں بغیر اضافت کے مقصورہ بولا جاتا ہے۔ میر۔ آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم۔ اب ہوئے خاک انتہا ہے یہ + (۳) عربی مصدر جن کے آخر میں ت ہو۔ مؤنّث بولے جاتے ہیں۔ جیسے رُخصت۔ حکمت۔ قُدرت + (۴) ایسا ہی عربی مصدر جو تفعیل کے وزن پر ہوں۔ جیسے تقدیر۔ تحریر۔ تقریر۔ سوائے لفظ تعویذ کے۔ اس سبب سے کہ اسم ہو گیا ہے + (۵) تمام حاصلِ مصدر فارسی جن کے آخر میں ش ہو۔ جیسے بخشش۔ کوشش۔ سفارش۔ اسی طرح اور حاصلِ مصدر فارسی کے بھی اکثر مؤنّث بولے جاتے ہیں۔ جیسے نوشت خواند۔ آمد و رفت۔ نشست برخاست۔ گفتگو۔ جستجو۔ گفتار۔ رفتار۔ آسودگی۔

مُرغ ۔ مُرغی ۔ ہرن ۔ ہرنی ۔ ان میں یائے معرُوف بڑھائی گئی ہے ۔ مثالیں نی کی ۔ سُؤر ۔ سُؤرنی ۔ مور ۔ مورنی ۔ مثال نُون سی کی ۔ ناگ ۔ ناگن ۔

اِنسان کی تانیث کا قاعدہ

پہلا قاعدہ اس میں مُوافق اور حیوانات کے ہے ۔ جیسے لڑکا ۔ لڑکی ۔ چھوکرا ۔ چھوکری ۔ ایسا ہی حال ہے جب مُذکّر کے آخر میں ہائے مختفی ہو ۔ جیسے بندہ ۔ بندی ۔ اور بلحاظ پیشے اور ذاتوں کے یہ قاعدہ ہے ۔ کہ جس اِسم کے آخر میں یائے معرُوف ہوگی ۔ مؤنث میں نُون زیادہ کیا جائیگا ۔ جیسے دھوبی ۔ دھوبن ۔ نائی ۔ نائن وغیرہ ۔ اور جن اِسموں کے آخر میں رائے موقوف یا نُون موقوف ہو ۔ وہاں یائے معرُوف بڑھائی جائیگی ۔ جیسے کنجر ۔ کنجری ۔ چمار ۔ چماری ۔ کُمہار ۔ کمہاری ۔ پٹھان ۔ پٹھانی ۔ چوہان ۔ چوہانی ۔ اور بدون اس کے نی یا انی کی زیادتی ہوگی ۔ جیسے ڈوم ۔ ڈومنی ۔ سیّد ۔ سیّدانی ۔ شیخ ۔ شیخانی ۔ اور خان اور بیگ کے مؤنث جو لفظ خانم اور بیگم ہیں ۔ یہ فارسی لفظ ہیں ۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے ۔ کہ یہ قاعدے اکثریّہ ہیں ۔ کُلیہ نہیں ۔

بے جان کی تذکیر کا قاعدہ

جس اِسم کے آخر میں الف یا ہائے مختفی ہو ۔ وہ مذکّر بولا جاتا ہے ۔ خواہ عربی ہو ۔ خواہ فارسی ۔ بشرطیکہ روز مرّہ اُردو میں آ گیا ہو ۔ جیسے بوریا ۔ دریا ۔ شوربا ۔ آنگرکھا ۔ بندہ ۔ پروانہ ۔ تھانہ ۔ یہ اِستثنا اُن عربی الفاظ کے جن کا مؤنث کے

کُتّی - ٹوکرا - ٹوکری - پہاڑ - پہاڑی - اور اکثر اسموں میں یہ لحاظ بھی نہیں ہوتا - جیسے گھر مذکّر - دیوار مؤنّث ۔

فائدہ - جانداروں میں بعض جگہ مذکّر - مؤنّث کا فرق نہیں ہوتا - جیسے کوّا - گِدھ - ٹڈّو - اُلّو وغیرہ مذکّر بولے جاتے ہیں - اور کچھ نر و مادہ کی تمیز نہیں ہے - فاختہ - مینا - چیل وغیرہ بغیر تمیز نر و مادہ کے مؤنّث بولے جاتے ہیں - یہ اکثر ایسے جانوروں میں ہوتا ہے - جن کے نر اور مادہ میں تمیز مشکل ہے - یا انسان کو اُن سے کم کام پڑتا ہے ۔

قاعدہ - عام لفظی نشانی ہر قسم کے مذکّر کے لئے الف ہے - اور مؤنّث کے لئے یائے معروف - مگر بعض جگہ اِس کے برعکس بھی مذکّر - مؤنّث آجاتے ہیں - جانداروں کی تذکیر و تانیث اُن کے معنی سے پہچانی جاتی ہے - یعنی جو لفظ مذکّر کے لئے ہوگا - مذکّر - اور جو مؤنّث کے لئے ہوگا - مؤنّث - بغیر لحاظ نشانی کے بولا جائیگا - اور سوا ایک دو لفظوں کے کچھ تبدیل کرنے سے مذکّر سے مؤنّث بن جاتا ہے ۔

حیوانات کی تانیث کا قاعدہ

حیوانات میں اکثر نشانی مؤنّث کی یائے معروف یا نی یا نُون ہے - اگر مذکّر کے آخر میں الف ہوگا - تانیث میں یائے معروف سے بدل جائیگا - جیسے گدھا - گدھی - گھوڑا - گھوڑی - بلّا - بلّی - سوا چڑا - چڑیا - کُتّا - کُتیا - بندر - بندریا کے - اور اگر آخر میں الف نہ ہو - تو لفظِ مذکّر کے آخر میں کوئی علامت اُن علامتوں میں سے بڑھائی جائیگی - جیسے کبوتر - کبوتری -

زبر ہو۔ جیسے مُکرّم۔ مُعظّم ؛

اِسمِ حالیّہ

اِسمِ حالیّہ وُہ اسم ہے۔ جو ہیئتِ فاعل یا مفعُول کی ظاہر کرے۔ اُردو میں اکثر صیغہ اِسمِ حالیّہ کا ماضی شرطی کے وزن پر آتا ہے۔ جیسے زید ہنستا جاتا تھا۔ یا زید نے موہن کو ہنستے دیکھا ؛ کبھی ہُوا بھی زیادہ کیا جاتا ہے۔ جیسے زید ہنستا ہُوا جاتا تھا ؛ اور صیغے کے آخر کا اِلف جمع مُذکّر میں یائے مجہُول سے اور مؤنّث میں یائے معرُوف سے تبدیل ہوگا ؛

فائدہ۔ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اگر اِسمِ حالیّہ فاعلِ فعلِ لازم سے تعلّق رکھتا ہوگا۔ تو آخر میں اِلف ہوگا۔ جیسے زید ہنستا جاتا تھا۔ اور اگر مُکرّر ہو یا مُتعدّی فعل کے فاعل یا مفعُول سے تعلّق رکھتا ہو۔ تو آخر میں یائے مجہُول ہوگی۔ سودا۔ ع ہنستے ہنستے جو کہا میں نے کہ میں عاشق ہُوں ؛ درد۔ ع دَورِ ساغر نہ ترے عہد میں چلتے دیکھا ؛

تذکیر و تانیث کا بیان

تذکیر اور تانیث جانداروں کی حقیقی کہلاتی ہے۔ اور بے جان کی غیر حقیقی۔ کیونکہ جانداروں میں نر کے مقابِل مادہ اور مادہ کے مُقابِل میں نر ہوتا ہے۔ اور بے جان میں یہ امر صرف اِختیاری ہے۔ چُنانچہ بعض اِسم تو چھُٹائی بڑائی کے لحاظ سے مُذکّر۔ مؤنّث بولے جاتے ہیں۔ جیسے کُپّا ۔

کی دو قسمیں ہیں - ایک قیاسی - دوم سماعی + قیاسی کی نشانی ندہ ہے - جیسے فروشندہ - چرندہ - پرندہ + سماعی کی نشانیاں یہ ہیں - صیغہ امر کا جو اسم کے بعد مرکب ہو کر آئے - مثلاً گیر - وغیرہ) گار - گر - بان - مند - ناک - گین - ور - جیسے دستگیر - خدمتگار - آہنگر - شتربان - دولتمند - خوفناک - غمگین - تاجور - مزدور جو اصل میں مزدور تھا + عربی اسم فاعل بھی اُردو میں مستعمل ہیں - اُن کی پہچان یہ ہے - کہ یا وزن پر فاعل کے ہوں - جیسے جاہل - عالم - یا اوّل میں میم پیش والا اور اخیر حرف کے پہلے زیر ہو - جیسے مُصنِف - مُناسِب وغیرہ +

اِسمِ مفعُول

اِسمِ مفعُول وُہ اِسم ہے - جو اُس ذات کو بتلائے جس پر فعل واقع ہو - صیغۂ ماضی مُطلق پر لفظ ہُوا کے زیادہ کرنے سے اِسمِ مفعُول بن جاتا ہے - جیسے مارا ہُوا - پڑا ہُوا + کبھی گیا زیادہ کرنے سے بھی صیغہ اِسمِ مفعُول کا بن جاتا ہے - جیسے مارا گیا + کبھی علامت مفعُول کی حذف بھی کی جاتی ہے - جیسے بچا - پسا - یعنی بچا ہُوا - پسا ہُوا + اِسمِ فاعل کے الف کی مانند اِسمِ مفعُول کا الف بھی جمع اور تانیث میں یائے مجہول و معروف سے بدل جاتا ہے - جیسے آگے گردان سے معلوم ہوگا + فائدہ - فارسی اِسمِ مفعُول بھی اُردو میں مستعمل ہے - جیسے کُشتہ - فریفتہ - دستگرداں + عربی اِسمِ مفعُول کی یہ نشانی ہے - کہ یا وزن پر مفعُول کے ہو - جیسے مجرُوح - مشغُول - یا اوّل میں میم مضموم اور اخیر حرف کے پہلے

کی جاتی ہے۔ ع ۔ ی ۔ ڈ ۔ ن ۔ ٹ ۔ ہٹ = ا ۔ وا ۔ اپ ۔ ن ۔ س
جیسے چڑھاؤ ۔ بچاؤ ۔ بہاؤ ۔ چڑھنا ۔ بچنا ۔ بہنا سے ۔ ہنسی ۔
سمائی ۔ بکری ۔ ہنسنا ۔ سمانا ۔ بکنا سے ۔ سوجھن ۔ تھکان ۔ سیون ۔
سوجھنا ۔ تھکنا ۔ سینا سے ملاوٹ ۔ رکاوٹ ۔ لگاوٹ ۔ ملنا ۔ رکنا ۔
لگنا سے ۔ پلپلاہٹ پلپلانا سے ۔ جھگڑا ۔ رگڑا ۔ گھسنا ۔ جھگڑنا ۔
رگڑنا ۔ گھسنا سے ۔ پھیلاوا ۔ بہلاوا ۔ پھیلنا یا پھیلانا ۔ بہلنا یا
بہلانا سے ۔ ملاپ ملنا سے ۔ پڑھنت ۔ لڑنت ۔ پڑھنا ۔ لڑنا
سے ۔ بکواس بکنا سے ۔ اب ہم اُن اسموں کا بیان کرتے
ہیں ۔ جو مصدر سے بنتے ہیں ۔ ایسے اسم اسم مُشتق
کہے جاتے ہیں ۔ اور اُن کے برخلاف اسم جامد ۔

اسمِ فاعل

اسم فاعل اُسے کہتے ہیں ۔ جو اُس ذات کو بتلائے ۔
جس سے فعل صادر ہو یا اُس کی ذات میں قائم ہو ۔ صادر ۔
اُس فعل کو کہتے ہیں ۔ جو فاعل کے اختیار میں ہو ۔ جیسے
مارنا ۔ اور قائم وہ فعل ہے ۔ جو اُس کے اختیار میں نہ ہو ۔
جیسے مرنا ۔ یہ اسم مصدر سے اس طرح بنایا جاتا ہے ۔ کہ
مصدر کے الف کو یائے مجہول سے بدل کر لفظ والا زیادہ کیا
جاتا ہے ۔ جیسے کھانے والا ۔ پینے والا ۔ یہ صیغہ واحد مذکر کا
ہوگا ۔ جمع مذکر میں اُس کا الف یائے مجہول سے اور مؤنث
میں یائے معروف سے بدل جائیگا ۔ کبھی لفظ ہار بھی معنئے
فاعلی کے لئے زیادہ کیا جاتا ہے ۔ جیسے ہونہار ۔ جن ہار ۔
فائدہ ۔ فارسی اسم فاعل بھی اُردو میں مستعمل ہیں ۔ اُن

مجہول اُس وقت جبکہ فاعل معلوم نہ ہو۔ جیسے مارا جانا زید کا +

مصدر مُثبت و منفی

اگر مصدر کے ساتھ حرفِ نفی نہ ہو۔ تو مُثبت کہتے ہیں۔ جیسے کھانا۔ نہیں تو منفی۔ جیسے نہ کھانا +

حاصلِ مصدر

مصدر سے جو ایک کیفیت ذہن میں آتی ہے۔ اور بمنزل اُس کے اثر کے معلوم ہوتی ہے۔ اُسے حاصلِ مصدر کہتے ہیں۔ جیسے مارنا سے مار۔ لوٹنا سے لوٹ + اِس میں اور مصدر میں اِتنا فرق ہے۔ کہ مصدر سے کرنا کسی کام کا یا فعل کا وجود میں آنا سمجھا جاتا ہے۔ اور حاصلِ مصدر سے وہ کام یا فعل بغیر اِس لحاظ کے مفہوم ہوتا ہے۔ یہ حاصلِ مصدر بعد حذف کرنے علامتِ مصدر کے اُس میں کچھ تغیر کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اور جاننا اِس بات کا۔ کہ فلانے مصدر سے حاصلِ مصدر آتا ہے یا نہیں۔ اور کیا حاصلِ مصدر ہوگا۔ یہ امر کسی قاعدے کے نیچے داخل نہیں۔ صرف سماع پر موقوف ہے۔ مگر جن جن صورتوں میں حاصلِ مصدر آتا ہے۔ بیانِ ذیل سے اُس کی تصریح ہوگی + علامتِ مصدر کے حذف کے بعد حاصلِ مصدر بن جاتا ہے۔ جیسے بگاڑ۔ سنوار۔ لوٹ۔ بگاڑنا۔ سنوارنا۔ لوٹنا سے۔ کبھی بعد حذف کرنے علامتِ مصدر کے کچھ تغیر کے بعد اِن علامتوں میں سے کوئی علامت مصدر کے آخر میں :۔

یا مُتعدّی محذُود کہتے ہیں - جیسے آنا - جانا - بتانا - گھبرانا وغیرہ + چار حرفی یا پانچ حرفی مصدر اکثر اسی قسم کے ہوتے ہیں - جیسے مروڑنا - چھوڑنا - کھڑکھڑانا - تلملانا وغیرہ - مگر چار حرفی مصدر دُوسرے درجے کے مُتعدّی ہو سکتے ہیں - جیسے چھوڑوانا - مروڑوانا وغیرہ +

فائدہ - یاد رکھو - کہ پانچ حرف سے زیادہ حرف کا مصدر نہیں ہو سکتا - اور پانچ حرفی مصدر میں پہلا اور تیسرا - اور دُوسرا اور چوتھا حرف بیشتر ایک جنس سے ہوتے ہیں - جیسے گدگدانا - پھڑپھڑانا - گڑگڑانا - بلبلانا - پچھلانا وغیرہ +

فائدہ - بعضے مصدر کئی طرح مُتعدّی ہو سکتے ہیں - جیسے سیکھنا - سکھانا - سکھلانا + بیٹھنا - بٹھانا - بٹھلانا وغیرہ +

دُوسرے درجے کے مُتعدّی بنانے کا قاعدہ

اس کے لئے عام قاعدہ یہ ہے - کہ علامتِ مصدر کے پہلے وا زیادہ کیا جاتا ہے - اگر کسی مصدر میں دُوسرا حرف حرفِ علّت ہو - تو مصدر میں یہ حرفِ علّت لام سے بدل جائیگا - اور دو حرفی کے سوا گر جائیگا - جیسے کٹنا - کٹوانا - دینا - دلوانا - رکنا - رکوانا - ہانکنا - ہنکوانا - پیٹنا - پٹوانا +

مصدرِ معرُوف و مجہُول

مصدرِ مُتعدّی کے دو حال ہیں - ایک حال میں اُسے معرُوف اور دُوسرے حال میں مجہُول کہتے ہیں - معرُوف اُس وقت جبکہ فاعل معلُوم ہو - جیسے مارنا زید کا عمرو کو +

جیسے تنتنا - تانتنا - مرنا - مارنا - ٹلنا - ٹالنا - بندھنا - باندھنا +
تیسرے یہ کہ موافق حرکت پہلے حرف کے اس کے بعد حرفِ علت زیادہ کیا جاتا ہے - جیسے رکنا - روکنا - کھٹنا - کھوٹنا - پسنا - پیسنا - یہ اکثر ایسے مصدروں میں ہوتا ہے - جو دو حرفی ہوں - یا پہلا حرف ایسا ہو - جس کے ساتھ ہائے مخلوط پائی جاتی ہو + ایسا ہی کبھی دوسرے حرف کے بعد یائے مجہول زیادہ کی جاتی ہے - جیسے سمٹنا - سمیٹنا - سکڑنا - سکیڑنا وغیرہ - یہ ایسے مصدروں میں ہوتا ہے - جو سہ حرفی ہوں - مگر یہ کمتر ہوتا ہے + اور دو حرفی اور سہ حرفی مصدروں سے وہ مصدر مراد ہیں - جن میں علامتِ مصدر سے پہلے دو یا تین حرف ہوں - اور ان سب طریقوں میں پہلا بہت جاری ہے - اس سے کم دوسرا - پھر تیسرا +

قاعدہ - جو مصدر دو حرفی ہوں اور دوسرا حرف حرفِ علت ہو - تو اکثر متعدی بنانے میں حرفِ علت گر جاتا ہے - اور بجائے اس کے لام اور الف زیادہ کیا جاتا ہے - جیسے رونا - رلانا - دینا - دلانا - پینا - پلانا - سونا - سلانا - کھانا - کھلانا وغیرہ +

قاعدہ - جو مصدر سہ حرفی ہوں - اور دوسرا حرف حرفِ علت ہو - تو یہ حرفِ علت اکثر گر جاتا ہے - اور علامتِ مصدر کے پہلے الف زیادہ کیا جاتا ہے - جیسے جاگنا - جگانا - کودنا - کدانا - چاٹنا - چٹانا - بھاگنا - بھگانا - علیٰ ہذا +

فائدہ - بعض لازم یا متعدی مصدر ایسے ہوتے ہیں - کہ پھر ان کا تعدیہ نہیں ہو سکتا - ایسے مصدروں کو لازم

وہ پہلا مفعول۔ جس شخص سے دلوائیں۔ وہ دوسرا مفعول۔ جس چیز کو دلوائیں۔ وہ تیسرا مفعول +

مُتعدّی بنفسہٖ و مُتعدّی بالواسطہ

پھر مُتعدّی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک مُتعدّی بنفسہٖ۔ دُوسری مُتعدّی بالواسطہ + مُتعدّی بنفسہٖ وُہ ہے۔ جو اصل میں اسی معنی کے لئے وضع کیا گیا ہو + اور مُتعدّی بالواسطہ وُہ ہے۔ کہ حرفِ تعدیہ زیادہ کرکے لازم کو مُتعدّی یا مُتعدّی کو مُتعدّیُ المتعدّی واسطے زیادتی مفعول کے بنا لیا ہو۔ عموماً اس کے لئے یہ قاعدہ ہے۔ کہ ایک مفعول کے لئے الِف یا جو قائم مقام الِف کے ہو۔ (جس کا بیان مشرّح قاعدوں میں ہے) علامتِ مصدر سے پہلے زیادہ کیا جاتا ہے۔ اور دو مفعولوں کے لئے وا پہلے مصدر کی علامت کے زیادہ کرتے ہیں۔ جیسے دبنا لازم فعل تھا۔ دابنا مُتعدّی بیک مفعول ہُوا۔ اور دبوانا مُتعدّی بدو مفعول۔ پینا مُتعدّی بیک مفعول تھا۔ پلانا مُتعدّی بدو مفعول ہُوا اور پلوانا مُتعدّی بسہ مفعول +

اوّل درجے کے مُتعدّی بنانے کے قاعدے

اس کے لئے تین طریقے ہیں + اوّل یہ کہ علامتِ مصدر کے پہلے الِف زیادہ کیا جاتا ہے۔ جیسے دبنا۔ دبانا۔ چلنا۔ چلانا۔ ہلنا۔ ہلانا۔ پھڑکنا۔ پھڑکانا۔ لڑکنا۔ لڑکانا وغیرہ + دُوسرے یہ کہ اوّل حرف کے بعد الِف زیادہ کیا جاتا ہے۔

پھڑانا - تانا - بانا - سکھانا - چھونا - گنا - پٹا وغیرہ +

مصدرِ وضعی و غیر وضعی

باعتبار وضع مصدر کی دو قسمیں ہیں - وضعی و غیر وضعی + وضعی وہ ہے - جو اصل میں مصدری معنی کے لئے بنایا گیا ہو - جیسے لکھنا - پڑھنا وغیرہ + غیر وضعی وہ ہے - کہ الفاظِ فارسی یا عربی پر مصدرِ ہندی یا علامت مصدر کی زیادہ کرکے یا الفاظ ہندی پر جو مصدر نہ ہوں - علامت مصدر کی بڑھا کر مصدر بنا لیں - جیسے شور کرنا - غصے ہونا - بدلنا - شور و غصہ - بدل سے - اور تمکیانا - پنیانا - تمکی - پانی سے +

مصدرِ لازم و متعدّی

مصدر کی بلحاظ معنی کے دو قسمیں ہیں - لازم و متعدّی + لازم وہ مصدر ہے - جو صرف فاعل کو چاہے - جیسے آنا - کہ صرف آنے والے کو چاہتا ہے + متعدّی وہ ہے - جو فاعل اور مفعول دونو کو چاہے - جیسے کھانا - کہ چاہتا ہے کھانے والے اور ایک اس چیز کو جسے کھائیں + پھر بلحاظ مفعول کے متعدّی کی تین قسمیں ہیں + اوّل متعدّی بیک مفعول جو صرف ایک ہی مفعول کو چاہے - جیسے گزرا + دوم متعدّی بدو مفعول جو دو مفعولوں کو چاہے - جیسے دینا - کہ یہ دو مفعول چاہتا ہے - ایک وہ شخص جس کو دیں - اور دوسری وہ چیز جو دی جائے + سوم متعدّی بسہ مفعول - وہ جو تین مفعول چاہے - جیسے دلوانا - دلوانے والا فاعل - جسے دلوائیں -

آخر میں زیادہ کرتے ہیں۔ جیسے چاروں۔ پانچوں۔ یعنی پورے چار۔ پورے پانچ ٭ سَو کو دو تین وغیرہ اعداد کے ساتھ سَے بھی کہتے ہیں۔ جب پانچ کے بعد لفظ سَو کا آئے۔ تو چ کا حذف بھی درست ہے۔ جیسے پانسو۔ پانسے ٭

صفت عددی

اعداد سے صفات اس طرح آتی ہیں۔ پہلا۔ دُوسرا۔ تیسرا۔ چوتھا۔ پانچواں۔ چھٹا۔ ساتواں۔ آگے برابر یہی قاعدہ ہے۔ کہ لفظِ واں عدد کے آخر میں زیادہ کیا جاتا ہے۔ جیسے آٹھواں۔ بیسواں وغیرہ ٭ اور حُرُوفِ مُغیّرہ یا تابع مغیرہ کے ساتھ الف یائے مجہُول سے بدل جاتا ہے۔ جیسے آٹھویں لے یا آٹھویں مرد نے۔ اور تانیث کی حالت میں یائے معرُوف سے۔ جیسے آٹھویں عورت ٭ اور اسم عدد اور صفتِ عددی میں یہ فرق ہے۔ کہ اسم عدد میں صرف شُمار ہوتا ہے۔ اور صفتِ عددی میں لحاظ ترتیب یا مرتبے کا ہوتا ہے ٭

مصدر کا بیان

مصدر وُہ ہے۔ جس سے کرنا یا سہنا بلا تعلُّق زمانے کے سمجھا جائے۔ جیسے مارنا۔ ہونا۔ مارا جانا ٭ فعل میں اور مصدر میں اتنا فرق ہے۔ کہ فعل میں زمانے کا لگاؤ سمجھا جاتا ہے۔ اور مصدر میں یہ بات نہیں ہوتی ٭ مصدر کی نشانی اُردُو میں نا ہے۔ سوائے چند لفظوں کے۔ کہ اُن کے آخر میں نا ہے۔ اور مصدر نہیں ہیں۔ جیسے نانا۔

ہیں۔ جیسے بُخارا سے بُخاری۔ (۲) ایسا ہی اگر اِسم کے آخر میں ہائے مخفی ہوگی۔ تب بھی ہمزہ بڑھایا جائیگا۔ جیسے پشتہ سے پشتئی۔ اور بعض جگہ واو سے بدل لیتے ہیں۔ جیسے کراچہ سے کراچوی۔ بٹالہ سے بٹالوی۔ اور بعض جگہ حذف ہی کر دیتے ہیں۔ جیسے مکہ سے مکی۔ بنگالہ سے بنگالی۔ اور اگر آخر میں ہ ہو اور تیسرا حرف ی ہو۔ تو دونو کو حذف کر دیتے ہیں۔ جیسے مدینہ سے مدنی ۔ (۳) اگر اِسم کے آخر میں ی ہو یا الف جو ی کی صورت میں لکھا جاتا ہے۔ تو ایک مفتُوح واوٗ پہلے ی کے بڑھا دیتے ہیں۔ اور ماقبل اُس واوٗ کے فتح دیتے ہیں۔ جیسے دہلی سے دہلوی۔ معنی سے معنوی۔ موسےٰ سے موسوی۔ عیسیٰ سے عیسوی ۔ (۴) بعض بے حرفی اسموں میں الف و نوٗن پہلے ی کے بڑھا دیتے ہیں۔ جیسے جسمانی۔ نورانی۔ ظلمانی۔ ربانی وغیرہ +

اِسمِ عدد

اِسمِ عدد وہ صفت ہے۔ جو شَے کی تعداد پر دلالت کرے۔ یہ اِسم بھی درحقیقت صفتی معنی رکھتا ہے۔ دیکھو جس طرح صفت کا وُجوُد بغیر مَوصُوف کے مُتحقق نہیں ہوتا۔ ایسا ہی عدد بھی بغیر معدُود کے نہیں پایا جاتا۔ اسی لحاظ سے ہم نے اِس کو صفت میں شُمار کیا ہے +

فائدہ۔ ایک کے سوا جب کسی اِسمِ عدد کے ساتھ معدُود ذِکر کیا جائے۔ تو معدُود جمع بولا جاتا ہے۔ جیسے پانچ بکرے۔ جب استغراق مُراد ہو۔ تو واوِ مجہول اور نُونِ غنہ عدد کے

صفت کے ساتھ سے کے لانے اور مفضّل علیہ کے ذکر سے یا صفت پر بہت کا لفظ بڑھانے سے حاصل ہوتے ہیں۔ جیسے اُس سے اچھّا۔ بہت اچھّا ✦ تیسرے یہ۔ کہ سب پر ترجیح دی جائے۔ اِس حالت میں اُسے تفضیلِ کُل کہتے ہیں۔ اور یہ معنی صفت کے پہلے لفظ بہت ہی یا نہایت ہی بڑھانے سے حاصل ہوتے ہیں۔ جیسے بہت ہی اچھّا۔ نہایت ہی اچھّا۔ ایسا ہی صفت کے مکرّر لانے اور سے کی زیادتی سے بھی یہی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ بلکہ اِس ترکیب میں زیادہ توضیح کے ساتھ یہ معنی حاصل ہوتے ہیں۔ جیسے اچھّا سے اچھّا۔ بُرے سے بُرا ✦ فارسی میں لفظ تر اور ترین تفضیلِ بعض اور تفضیلِ کُل کے لئے آتے ہیں۔ جیسے بہ۔ بہتر۔ بہترین۔ نیک۔ نیکتر۔ نیکترین ✦

صفتِ نسبتی

یہ صفت اِسم کے آخر میں یائے نسبت کے زیادہ کرنے سے بنتی ہے۔ جیسے عرب سے عربی۔ اِس کے معنی ہیں ایسی شے جو عرب سے نسبت رکھنے والی ہے۔ خواہ انسان ہو۔ خواہ غیر انسان۔ ایسا ہی پہاڑ سے پہاڑی۔ یعنی ایسی شے جو پہاڑ سے نسبت رکھتی ہے۔ خواہ انسان۔ خواہ کوئی اور چیز ✦ اِس ی کے ملنے سے بعض اسموں کے آخر میں کچھ تغیّر واقع ہوتا ہے ✦ (۱) جس اِسم کے آخر میں الف ہو۔ تو ایک ہمزہ مکسور پہلے ی کے بڑھائینگے۔ جیسے طلائی۔ کہربائی۔ عیسائی۔ اور بعض جگہ الف کو حذف بھی کر دیتے

ہمیشگی کے مقدم ہوں - جیسے ۔بھلا - بُرا - ہرا - سُوکھا - اِس صِفت میں مُذکّر کی نشانی اکثر الف آخر میں ہوتا ہے - جیسا مثالوں سے ظاہر ہے - مگر بعض جگہ نہیں ہوتا - جیسے اُجھڑ - اکھڑ - کبھی اِسم کے آخر میں الف زیادہ کرکے صِفتِ مُشبّہ بنایا جاتا ہے - جیسے مَیلا - رنیلا - بھُوکا + کبھی دو لفظوں کی ترکیب سے یہ معنی حاصل ہوتے ہیں - جیسے انمول - نڈر - بے ڈر - اَٹل - دِل چلا - من چلا + فارسی عربی صِفتیں بھی اُردُو میں مُستعمل ہیں + فارسی - جیسے سِیاہ - سفید - سُرخ - سبز - بہادُر - دِلیر - شیریں - رنگیں + عربی - جیسے امیر - شُجاع - حَیوان - احمق +

فائدہ - جس صِفت کے آخر میں الف یا ہائے مُختفی مُذکّر میں ہو - تانیث کی حالت میں یائے معرُوف سے اُن کی تبدیلی ہوگی - جیسے بھلا - بھلی - دِیوانہ - دِیوانی - اَور جس اِسم کے آخر میں یائے معرُوف ہو تانیث میں نُون سے بدل جائیگی - جیسے بڑی - بڑن - اَور جو صِفت اِن علامتوں سے خالی ہو - اُس کا اِستِعمال مُذکّر اَور مُؤنّث میں ایک ہی طرح ہوگا - جیسے نیک - بد - سُرخ - سبز +

فائدہ - صِفت کی تین صُورتیں ہیں - ایک یہ کہ کسی دُوسرے سے اِس صِفت میں مَوصُوف کا مقابلہ نہ کیا جائے - اِس صُورت میں وُہی صِیغہ صِفت کا بولا جاتا ہے - اَور اُس کو تفضِیلِ نفسی کہتے ہیں + دُوسرے یہ - کہ اِس صِفت میں مَوصُوف کو بعض پر ترجیح دی جائے - اِس صُورت میں اُسے تفضِیلِ بعض کہتے ہیں - اَور یہ معنی

جیسے کس نے کہا ؟ کس جگہ دیکھا ؟ کے واسطے استفہام
عددی کے آتا ہے۔ اِس میں تذکیر و تانیث کا فرق نہیں ہے۔
جیسے کے لڑکے ؟ کے لڑکیاں ؟ اور معلوم رہے۔ کہ یہ لفظ جمع
پر داخل ہوتا ہے۔ خواہ لفظوں میں ہو۔ خواہ مراد ہو۔ جیسے
کے مرد آئے ؟ کتنا واسطے استفہام مقداری کے واحد مذکر
کے لئے آتا ہے۔ اور اِس کا الف جمع میں یائے مجہول سے
اور مونث میں یائے معروف سے بدل جاتا ہے۔ جیسے کتنا
بڑا ؟ کتنے بڑے ؟ کتنی بڑی ؟ کتنی بڑیں ؟ اور یہ لفظ
کبھی واسطے استفہام کے آتے ہیں۔ اور کبھی خبر کے لئے۔
لیکن جس وقت اِن کے بعد ہی ہووے۔ تو فائدہ خبر ہی
کا دیتے ہیں۔ جیسے کتنے ہی آدمی مجھ سے ملے۔ ایسا ہی
جب کے کے بعد ہی آوے۔ اُس وقت اس کی بھی یہی
صورت ہوتی ہے۔ اور اُس وقت کے ہی سے مل کر کئی
بولا جاتا ہے۔ جیسے وہاں کئی آدمی بیٹھے ہیں۔ ۸ کیوں واسطے
استفہام سببی کے آتا ہے۔ جیسے کیوں نہیں آئے ٭

صفت کا بیان

صفت وہ اسم ہے۔ جس سے ایک شئے مع ایک خصوصیت
کے سمجھی جائے۔ جیسے کالا۔ اِس سے ایک ایسی شئے سمجھی جاتی
ہے۔ جس میں کالک پائی جائے۔ سبز۔ اِس سے ایک ایسی شئے
سمجھی جاتی ہے۔ جس میں سبزی پائی جائے ٭ صفت کی قسمیں
یہ ہیں۔ صفتِ مشبہ۔ صفتِ نسبتی۔ اسم عدد۔ صفتِ عددی ٭
صفتِ مشبہ وہ صفت ہے۔ جس میں معنی وصفی بطریق

ستان - زار - شن لفظوں کے زیادہ کرنے سے اِسمِ ظرف بن جاتا ہے - جیسے کُتب خانہ - قلمدان - چراگاہ - گُلستان - گُلزار - گلشن - ایسا ہی کبھی سار - بار - لاخ وغیرہ کے آخر میں آنے سے اِسمِ ظرف بن جاتا ہے - جیسے کوہسار - رودبار - سنگلاخ + عربی اِسمِ ظرف کی پہچان یہ ہے - کہ اوّل میم زبر والا ہو - اور معنی ظرفیت کے پائے جائیں - جیسے مجلس - مکتب - مدرسہ +

اِسمِ صَوت

اِسمِ صَوت وُہ اِسمِ ذات ہے - جس میں معنی اوزار کے پائے جائیں - اس کی تین نوعیں ہیں - اوّل وُہ جن سے جانوروں کو آواز دی جاتی ہے - جیسے دھت دھت - بری بری ہاتھی کے ہانکنے اور بٹھانے کے لئے + دُوسرے جانوروں کی آوازوں کی نقلیں - جیسے کاں کاں یا کائیں کائیں کوّے کی آواز کی نقل + تیسرے وُہ صدا جو دو چیزوں کے ملنے سے پیدا ہوتی ہے - اُس کی نقل - جیسے کھٹ کھٹ - دو سخت چیزوں کے ملنے کی آواز +

اِسمِ اِستِفہام

اِسمِ اِستِفہام وُہ اِسم ہیں - جو پُوچھنے کے محل میں بولے جاتے ہیں - ذی عقل کے لئے کون اور غیر ذی عقل کے لئے کیا آتا ہے - اور حُروفِ مُغیّرہ یا تابعِ مغیّرہ کے آنے سے اُن کی تبدیلی لفظِ کس کے ساتھ ہو جاتی ہے -

مِضراب - مِسواک ۔

اِسمِ ظرف

اِسمِ ظرف وُہ اِسمِ ذات ہَے۔ جِس کے معنی جگہ یا وقت کے ہوں۔ اِس کی دو قِسمیں ہَیں ۔ ایک وُہ جو مُطلق مکان یا زمانے پر دلالت کرے۔ جَیسے گھر۔ شہر۔ مُلک۔ رات۔ دِن۔ صُبح۔ شام ۔ دُوسرے وُہ جو کِسی خاص شئے کی جگہ پر دلالت کرے۔ جَیسے پھُلواڑی پھُولوں کی جگہ۔ ٹکسال ٹکے بننے کی جگہ ۔ دُوسری قِسم کے اِسم اِسمِ ظرف کہے جاتے ہَیں۔ اَور پہلی قِسم کے اِسموں میں سے جو اِسم مُطلق زمانے پر دلالت کرے۔ اُسے اِسمِ زماں۔ اَور جو مُطلق مکان پر دلالت کرے۔ اُسے اِسمِ مکاں کہتے ہَیں ۔ پہلی قِسم کے اِسم اِسمِ جامد ہوتے ہَیں۔ اَور دُوسری قِسم کے اِسمِ ظرف کے لِئے بھی کوئی صِیغۂ خاص اُردُو میں نہیں ہَے۔ مگر کبھی مصدر دُوسری قِسم کے معنوں کا فائدہ دیتا ہَے۔ جَیسے جھرنا پانی جھرنے کی جگہ۔ رمنا ہرن کے رہنے کی جگہ۔ کبھی اِسم پر ستھان۔ واڑی۔ شالہ۔ سالہ۔ ال۔ یال۔ انہ بڑھانے سے اِسمِ ظرف بن جاتا ہَے۔ جَیسے دیو ستھان۔ پھُلواڑی۔ شِوالہ۔ پاٹ شالہ۔ دھرم سالہ۔ سُسرال۔ ننھیال۔ سرہانہ وغیرہ۔ دان اگرچہ فارسی لفظ ہَے۔ مگر کبھی ہِندی اِسموں کے آخر میں ظرفیّت کے لِئے آتا ہَے۔ جَیسے چُوہے دان۔ پاندان۔ کبھی یائے معرُوف بھی اِس کے آخر میں بلحاظ تصغیر کے زِیادہ کی جاتی ہَے۔ جَیسے چُوہے دانی۔ اَور فارسی میں اِسم کے آخر خانہ۔ دان۔ گاہ۔

اُن کا بھی اُردُو میں استعمال ہے۔ جیسے باغ۔ باغچہ۔ صندُوق۔ صندُوقچہ۔ مرد۔ مردک۔ ڈُہل۔ ڈُہلک۔ اُردُو میں یہ لفظ کچھ بدل کر ڈھولک ہو گیا ہے +

فائدہ۔ کبھی اس تصغیر سے حقیقت میں چھٹائی مقصود ہوتی ہے۔ جیسے اکثر الفاظ گزرے۔ کبھی حقارت کے لئے تصغیر بنائی جاتی ہے۔ جیسے مرد۔ مردک۔ ٹٹو۔ ٹٹوا۔ کھاٹ۔ کھٹیا۔ کبھی پیار کے سبب۔ جیسے بچہ۔ بچونگڑا۔ مکھ۔ مکھڑا +

اِسم آلہ

اِسم آلہ وُہ اِسم ذات ہے۔ جس کے معنی اوزار کے ہوں۔ اِس قِسم کے اسم اکثر غیر مُشتق ہوتے ہیں۔ جیسے سِل۔ بٹا۔ مُوسل۔ اوکھلی وغیرہ + اور کبھی مصدر میں کچھ تغیرُّ کرنے سے بنایا جاتا ہے۔ جیسے بیلن۔ بیلنی۔ پھُکنی جو اصل میں پھُونکنی تھا۔ چھلنی جو اصل میں چھاننی تھا۔ کبھی ال یا یل کے آخر میں بڑھانے سے اِسم آلہ کے معنی حاصل ہوتے ہیں۔ جیسے گھڑیال گھڑی سے۔ نکیل ناک سے +

فائدہ۔ فارسی اِسم آلہ بھی اُردو میں مُستعمل ہے۔ جیسے جاروب۔ بادکش۔ فتیلہ سوز + فارسی میں اسم فاعل ترکیبی اکثر ان معنوں کا فائدہ دیتا ہے۔ اور کبھی ہ یا انہ اِسم کے آخر میں زیادہ کرنے سے اِسم آلہ بنتا ہے۔ جیسے دشنہ۔ انگشتانہ + عربی میں اِس کی پہچان یہ ہے۔ کہ اوّل میم مکسور ہو۔ اور معنی آلہ کے پائے جائیں۔ جیسے مِسطر۔

چھاؤں - رات - دن - کہ ان اسموں سے ایک خاص چیز کی حقیقت کو دوسری شئے سے تمیز کر لیتے ہیں + تمام اسمائے مفصلۂ ذیل اگرچہ اسم ذات ہیں - مگر خاص ناموں سے موسوم کئے گئے ہیں - اسم تصغیر - اسم آلہ - اسم ظرف - اسم صوت +

اسم تصغیر

اسم تصغیر وہ اسم ذات ہے - جس میں معنی چھٹائی کے پائے جائیں - اُردو میں نشانی تصغیر کی یہ حرف ہیں - یائے معروف - یا - ڑا - ڑی - لا - لی - وا - یہ سب علامتیں اسم کے آخر میں زیادہ کی جاتی ہیں - جیسے پیالہ - پیالی - بالا - بالی - پہاڑ پہاڑی - لوٹا - لُٹیا - ڈبا - ڈبیا - باٹ - بٹیا - مکھ - مکھڑا - ٹانگ - ٹنگڑی - پلنگ - پلنگڑی - ناند - نند - ولا - کھاٹ - کھٹولا - کونڈا - کُنڈالی - مرد - مردُوا (یہ لفظ اکثر عورتوں کی بول چال میں آتا ہے) - ٹٹو - ٹٹوا + پہلی نشانی بہت شائع ہے - اُس سے کم دُوسری - باقی کہیں کہیں آ جاتی ہیں +

قاعدہ - وقت زیادہ کرنے ی کے اگر اسم کے آخر میں الف یا ہ ہو - تو حذف ہو جاتے ہیں - یا یہ کہو - کہ تصغیر میں الف اور ہ ی سے بدل جاتے ہیں - یا کی زیادتی کے وقت الف اسم کے آخر سے اور حرف علت بیچ سے ساقط ہو جاتے ہیں - چنانچہ یہ سب باتیں اُوپر کی مثالوں سے ظاہر ہیں + پہلی - دُوسری - چوتھی - چھٹی علامت کے ساتھ اکثر اسم مؤنث بولا جاتا ہے - اور باقی کے ساتھ مذکر +

فائدہ - فارسی کے طور پر جو الفاظ تصغیر کے ہیں -

اپنے موقع پر آئیگا +

اِسمِ موصول

اِسمِ موصول وُہ اِسم ہے۔کہ جب تک اُس کے ساتھ ایک جُملہ مذکُور نہ ہو۔اِس قابل نہیں۔کہ مُبتدا یا خبر یا فاعِل یا مفعُول وغیرہ ہو سکے۔اِس جُملے کو صِلہ اِسمِ موصُول کا کہتے ہَیں۔جَیسے جو نیک خُلق ہوتا ہَے۔سب اُس کو دوست رکھتے ہَیں۔دیکھو۔یہاں جو اِسمِ موصُول ہَے۔اَور جُملہ نیک خُلق ہوتا ہَے۔اُس کا صِلہ ہَے + اُردُو میں یہ دو اِسم ہَیں۔جو۔جَونسا۔جو میں مُذکّر اَور مُؤنّث کا فرق نہیں ہَے۔جَونسا واحِد مُذکّر کے لِئے آتا ہَے۔جمع مُذکّر میں اِس کا اِلف یائے مجہُول سے اَور مُؤنّث میں یائے معرُوف سے بدل جاتا ہَے۔اَور جب اِن کے بعد حُروفِ مُغیّرہ یا تابعِ مُغیّرہ آئیں۔تو اُن کی تبدیلی واحِد میں لفظ جِس سے اَور جمع میں لفظ جِن سے ہو جاتی ہَے۔جَیسا جِس کو دیکھا۔اپنے مطلب کا یار دیکھا۔جِن کو تُم یاد کرتے تھے۔وُہ آ گئے۔لیکن جب اِن کے بعد نے آئے۔اُس وقت واحِد کی دو صُورتیں ہوتی ہَیں۔جِس نے۔جِن نے۔اَور جمع میں جِنھوں۔نے کہا جاتا ہَے +

اِسمِ ذات کا بیان

اِسمِ ذات وُہ نام ہَے۔جِس سے ایک شَے کی حقیقت دُوسری شَے سے تمیز کی جائے۔جَیسے آدمی۔گھوڑا۔دُھوپ۔

ضمیر مفعول کے ہوگی۔ جیسے تجھ یا مجھ کم بخت نے +

اسمِ اشارہ

اسمِ اشارہ وُہ اسم ہے جس سے کسی چیز کی طرف اشارہ کریں + یہ چار لفظ ہیں۔ دو واسطے اشارۂ قریب کے۔ واحد کے لئے یہ اور جمع کے لئے یہ اور یہے۔ اور دو واسطے اشارۂ بعید کے۔ واحد کے لئے وُہ اور جمع کے لئے وُہ اور وے + جس طرح ضمیرِ واحد غائب میں گزرا۔ اسی طرح ان کی جمع کا بھی حال ہے + جس چیز کی طرف اشارہ کریں۔ اُسے مُشارٌ اِلَیہ کہتے ہیں۔ یہ مُشارٌ الیہ ایک اسمِ نکرہ ہوتا ہے۔ جو بسبب اشارہ کے مُعیّن ہو جاتا ہے۔ کبھی یہ بعد اسمِ اشارہ کے مذکور ہوتا ہے۔ جیسے یہ آدمی۔ یہ گھوڑا۔ کبھی مُقدّر۔ جیسے انہی مقاموں میں صرف یہ کہیں +

فائدہ۔ جب اسمِ اشارہ کے بعد حُروفِ مُغیّرہ آئیں۔ تو اُن کی تبدیلی مثل ضمیرِ غائب کے ہوگی۔ اور وُہ کی تبدیلی میں الِف مضموم۔ اور یہ کی تبدیلی میں مکسور ہوگا + علاوہ حُروفِ مغیّرہ کے وُہ اسم بھی جو مکان یا زمانے کے معنی میں ہوں۔ جیسے گھر۔ جگہ۔ پاس۔ طرف وغیرہ۔ رات۔ دِن۔ گھڑی وغیرہ۔ ایسا ہی لفظ قدر۔ طرح۔ وضع۔ حُروفِ مُغیّرہ کا عمل کرتے ہیں۔ اس لئے ان الفاظ کو ہم تابعِ مُغیّرہ کے ساتھ موسُوم کرینگے۔ کہ اسموں میں ان سے بھی تبدیلی ہوتی ہے۔ جس کا ذکر اپنے

اپنی بیائے معروف جو مونث کے واسطے آتا ہے۔ یہ سب لفظ آپ سے بنے ہیں۔ ان کا استعمال کئی صورت سے ہوتا ہے۔ مقام خصوصیت میں تنہا آتے ہیں۔ جیسے اپنا وطن ہر ایک کو عزیز ہے۔ اپنی گلی میں کتا بھی شیر ہوتا ہے +

جب ایک جملے میں دو ضمیریں متکلم یا مخاطب یا غائب کی اس طرح آئیں۔ کہ پہلی ضمیر فاعل کی اور دوسری ضمیر مضاف الیہ کی ہو۔ تو دوسری ضمیر اپنا یا اپنے بیائے مجہول یا اپنی بیائے معروف سے بدل جاتی ہے۔ جیسے تو اپنا گھر بیچ۔ ہم اپنے گھر جائیں۔ وہ اپنی کتاب لے جائے۔ اصل میں تھا۔ تو تیرا گھر بیچ۔ ہم ہمارے گھر جائیں۔ وہ اس کی کتاب لے جائے + کبھی بجائے ضمیر مضاف الیہ متکلم کے بوجہ خصوصیت اپنا وغیرہ بولتے ہیں۔ اور اس سے زیادہ خوبی کلام میں پیدا ہوتی ہے۔ ذوق

ہوش و خرد گئے نگہ سحر فن کے ساتھ

اب جو ہے بات اپنی۔ سو دیوانہ پن کے ساتھ

یہاں بجائے لفظ میری کے لفظ اپنی واسطے تحسین کلام کے لایا گیا ہے +

نکتہ۔ کبھی بے تکلفی کی گفتگو میں یاروں کا لفظ بجائے ضمیر متکلم کے بولتے ہیں۔ ذوق

نہ پہنچا پر نہ پہنچا تیر کا انداز نصیب

ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

نکتہ۔ جب ضمیر واحد حاضر اور واحد متکلم کے بعد ان کی صفت میں حروف مغیرہ حائل ہوں۔ تو ان کی شکل مثل

مگر مُتاخّرین نے اِس لفظ کو مثل اَور بعضے لفظ . ہستی وغیرہ کے متروک کر دیا ہَے - چُنانچہ حال کے شُعرا کی نظم اِس کی شاہد ہَے - اگرچہ قصبات میں اب بھی بولتے ہَیں - مگر اہلِ شہر غیر فصیح سمجھتے ہَیں +

فائدہ - جب ضمیر فاعلی غائب کے بعد اِن حرفوں - میں - سے - کو - تک - تلک - پر - کا - کے - کی - نے - والا - میں سے کوئی حرف آئے - تو ضمیر کی اِس طرح تبدیلی ہوگی کہ واحد میں اُس اَور جمع میں اُن کہا جائیگا - مگر لفظ نے کے ساتھ واحد دو صورت سے آئیگا - اُس نے - اُن نے - اَور جمع میں اُنھوں نے کہینگے - اور یاد رکھو - کہ اِن حرفوں کو آگے ہم حُرُوفِ مغیّرہ کے نام سے تعبیر کرینگے +

فائدہ - مقامِ تعظیم میں بجائے مُفرد کے ضمیروں کو جمع بولتے ہَیں - مگر تُم میں اِس قدر تعظیم نہیں ہَے - بلکہ اِس کی جگہ آپ کا لفظ بولا جاتا ہَے - اَور اِس حالت میں فِعْل کو بجائے مخاطب کے جمع غائب لاتے ہَیں - جَیسے آپ چلتے ہَیں - آپ چلینگے - اَور اگر اُس کے ساتھ امرِ حاضر ہو - تو وُہ جمع غائب کی صُورت یا لفظ یے کی زیادتی کے ساتھ آئیگا - جَیسے آپ چلیں یا آپ چلئیے - اَیسا ہی فاعل کی ضمیروں کے ساتھ تاکید کے مقام میں بھی یہ لفظ بولا جاتا ہَے - جَیسے میں آپ گیا تھا - وُہ آپ کہتے ہَیں + لفظ آپس کا بھی آپ سے بنایا ہَے +

فائدہ - لفظ اپنا جو واحد مُذکّر کے لِئے آتا ہَے - اَور لفظ اپنے بیاسے مجہُول جو جمع مُذکّر میں بولتے ہَیں - اَور لفظ

ضمیروں کی گردان

قسم ضمیر	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
ضمیر فاعل	وُہ آیا یا آئی	وُہ یا وہ آئے یا آئیں	تُو آیا یا آئی	تُم آئے یا آئیں	مَیں آیا یا آئی	ہم آئے یا آئیں
ضمیر مفعول	اُس کو یا اُسے یا اُس کے تئیں مارا	اُن کو یا اُنہیں یا اُن کے تئیں مارا	تجھ کو یا تجھے یا تیرے تئیں مارا	تُم کو یا تمہیں یا تمہارے تئیں مارا	مجھ کو یا مجھے یا میرے تئیں مارا	ہم کو یا ہمیں یا ہمارے تئیں مارا
ضمیر مضاف الیہ	اُس کا گھوڑا	اُن کا گھوڑا	تیرا گھوڑا	تمہارا گھوڑا	میرا گھوڑا	ہمارا گھوڑا

ضمیر مضاف الیہ میں جب کہ مضاف مؤنث ہو۔ تو تمیز واحد اور جمع کی نہیں ہوتی۔ جیسے اُس کی یا اُن کی کتاب یا کتابیں۔ تیری یا تمہاری کتاب یا کتابیں۔ میری یا ہماری کتاب یا کتابیں +

تنبیہ۔ وُہ ضمیر واحد غائب واحد اور جمع میں یکساں بولی جاتی ہے۔ مگر بعضے آدمی فرق کے لئے یہ تکلف کرتے ہیں۔ کہ واحد میں وُہ اور جمع میں وو بواوِ مجہول استعمال کرتے ہیں + اور واضح ہو۔ کہ متقدمین کی تصنیفات میں بجائے ضمیر جمع غائب کے وے کا برتاؤ پایا جاتا ہے +

قسمیں علم کی ہیں + تخلّص وہ ہے جو شاعر لوگ ایک مختصر نام اپنا اشعار میں لایا کرتے ہیں۔ جیسے سعدی تخلّص شیخ مصلح الدین شیرازی کا + خطاب وہ ہے جو بادشاہوں یا حاکموں کی طرف سے ایک وصفی نام عزّت کے لئے ملے۔ جیسے نجم الدولہ و ستارۂ ہند جو حال میں ملکِ معظّم کی طرف سے بعض لوگوں کو عطا ہوا ہے + لقب وصفی نام جو کسی صفت کے سبب مشہور ہو گیا ہو۔ جیسے کلیم اللہ لقب حضرت موسےٰ علیہ السّلام کا بسبب ہمکلامی خدا کے + کُنیت وہ ہے۔ کہ باپ یا ماں یا بیٹے کے نام کی طرف نسبت کر کے بلائیں۔ جیسے چھجّو کی ماں۔ بدّھو کا باپ +

اسم ضمیر

ضمیر وہ اسم ہے۔ جس سے متکلّم یا مخاطب یا غائب تعبیر کیا جائے۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ اوّل ضمیرِ فاعل۔ دوم ضمیرِ مفعول۔ سوم ضمیرِ مضاف الیہ + ضمیرِ فاعل وہ ہے۔ جس کو فعل سے فاعلیّت کا تعلّق ہو + ضمیرِ مفعول وہ ہے۔ جس کو مفعولیّت کا علاقہ ہو + ضمیرِ مضاف الیہ وہ ہے۔ جس کی طرف کوئی اسم مضاف ہو۔ ان میں سے ہر ایک کے لئے چھ چھ لفظ ہیں۔ جس میں عاقل اور غیر عاقل۔ اور مذکّر اور مؤنّث کی تمیز نہیں۔ جیسا آگے معلوم ہوگا +

محصور ہو سکتے ہیں :-
اِسمِ ذات - اِسمِ صفت - اِسمِ اِستفہام - مصدر - اِسمِ فاعل - اِسمِ مفعول - اِسمِ حالیہ ٭
فائدہ - چونکہ جانداروں میں نر اور مادہ کی تمیز ہے - اِس سبب سے جو لفظ نر پر دلالت کریگا - اُسے مذکّر اور جو لفظ مادہ پر دلالت کرے - اُسے مؤنّث کہینگے ٭ بے جان چیزوں میں اگرچہ نر اور مادہ کی تمیز نہیں ہے - مگر اِس صورت میں بھی یا لفظ مذکّر بولا جائیگا یا مؤنّث - پھر اگر لفظ سے ایک فرد اُس کے مدلول کا سمجھا جائے - تو اُسے واحد اور جو ایک سے زیادہ فرد سمجھے جائیں - اُسے جمع کہتے ہیں ٭ مثال مذکّر اور مؤنّث جاندار کی - گھوڑا - گھوڑی ٭ مثال غیر جاندار کی - تخت - میز ٭ مثال واحد کی - گھوڑا - گھوڑی - پردہ - چلمن ٭ مثال جمع کی - گھوڑے - گھوڑیاں - پردے - چلمنیں ٭ اب ہم اِسم کی ہر ایک قسم کا حال مفصّل بیان کرتے ہیں ٭

عَلَم

عَلَم وُہ ہے جو ایک معیّن شئے کا نام ہو - جیسے زید - کہ یہ ایک خاص آدمی کا نام ہے - دہلی - کہ یہ ایک خاص شہر کا نام ہے - گنگا - کہ یہ ایک خاص دریا کا نام ہے - ایسا ہی اکثر جانوروں اور کتابوں اور کوؤں اور مکانوں کے نام کہ لوگ رکھ لیتے ہیں ٭
فائدہ - تخلّص - خطاب - لقب - کُنیت - عُرف - یہ سب

کے سمجھا جائے + زمانے تین ہیں - گزرا ہُوا جس کو ماضی کہتے ہیں - گزرتا ہُوا جس کو حال کہتے ہیں - آئندہ جس کو مُستقبل کہتے ہیں - جیسے کھایا - کھاتا ہے - کھائیگا - اِس میں کرنا ایک فعل کا مع تعلق زمانے کے پایا جاتا ہے + ہُوا - ہوتا ہے - ہوویگا - اس میں ہونا مع قید زمانے کے سمجھا جاتا ہے + مارا گیا - مارا جاتا ہے - مارا جائیگا - اِس میں سہنا اُسی طرح مفہوم ہوتا ہے +

حرف وُہ کلمہ ہے - جس کے معنی بغیر مِلنے دُوسرے لفظ کے نہ سمجھے جائیں - جیسے میں صبح سے شام تک چلا - یہاں سے اور تک حرف ہیں - صُبح - شام اِسموں کے ساتھ مِلنے سے اُن کے معنی سمجھے گئے + اب کلمے کی تینوں قِسموں کا حال مُفصّل بیان کیا جاتا ہے +

اِسم کی بحث

اِسم نکرہ ہوگا - یا معرفہ + نکرہ وُہ ہے - جو غیر مُعیّن شئے کے لئے وضع کیا گیا ہو - جیسے آدمی - گھوڑا - کہ بلاتعیین ہر آدمی اور ہر گھوڑے کے لئے وضع کیا گیا ہے + معرفہ وُہ ہے - جو ایک مُعیّن شئے کے لئے وضع کیا گیا ہو - جیسے ہیرا - لاہور - کہ پہلا ایک مُعیّن شخص کا نام رکھا گیا ہے - دُوسرا ایک مُعیّن شہر کا + معرفے کی قِسمیں یہ ہیں - علم - اِسم ضمیر - اِسم اِشارہ - اِسم موصُول - اِس کے سوا جو اِسم ہو - اُسے نکرہ جانو - اور اقسام نکرہ کے اِس طرح

قواعدِ اُردو

پہلا حصّہ۔ صرف کے علم میں

صرف کی تعریف

صرف وہ علم ہے۔جس سے کلموں کی پہچان اور اُن کے تغیّر و تبدُّل کی شناخت حاصل ہوتی ہے ۔ اور اِس علم سے یہ غرض ہے۔کہ اِنسان صحیح لفظ بولے ۔

کلمے کی تعریف اور تقسیم

لفظ وُہ ہے جو آدمی بولے۔اگر اُس کے معنی نہ ہوں۔ تو مُہمل کہلاتا ہے۔اور جو معنی رکھتا ہو اور مُفرد ہو۔ تو اُسے کلمہ کہتے ہیں ۔ کلمے کی تین قسمیں ہیں۔اِسم۔ فعل۔حرف ۔ اِسم وُہ کلمہ ہے۔جو اپنے معنی بالاِستقلال بغیر زیادتی دُوسرے لفظ کے ظاہر کرے۔جیسے زمین۔آسمان ۔ فعل وُہ کلمہ ہے جس سے کرنا یا ہونا یا سہنا مع تعلّق زمانے

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	قاعدے	مثالیں
۷	حرفِ مکسور کے نیچے دو جگہ کے سوا سب جگہ زیر لکھا گیا۔ اوّل یائے مجہول کے ماقبل۔ دوسرے یائے معروف کے ماقبل جو لفظ کے آخر ہے +	دیر۔ دے۔ دی +
۸	حرفِ مضموم کے بعد اگر واوِ مجہول نہیں ہے۔ تو اُس پر پیش لکھا گیا +	شُکر
۹	واوِ معروف کے ماقبل پیش لکھا گیا +	دُور
۱۰	واوِ مجہول کے ماقبل پیش نہیں لکھا گیا +	زور
۱۱	الف۔ واؤ اور یے کے سوا لفظ کے درمیان جو حرف ساکن ہے۔ اُس پر جزم لکھا گیا +	صبر
۱	اِستفہام کی علامت	؟
۲	ندا۔ تعجب۔ حسرت۔ دُعا۔ قسم۔ خوشی کی علامت	!
۳	تھوڑے وقفے کی علامت	-
۴	پُورے وقفے کی علامت	+

ہدایت۔ جہاں پُورا وقفہ ہے۔ وہاں پڑھنے میں زیادہ ٹھہرنا چاہیئے۔ باقی جگہ کم +

اِعرابوں کے قاعِدے

مِثالیں	قاعِدے	نمبرِ شُمار
گھر	مخلوط ہے دو چشمی لکھی گئی +	۱
ہنسا۔نہیں +	نُونِ غُنّہ جو لفظ کے درمیان ہے۔اُس پر اُلٹا جزم دِیا ہے۔اور جو آخر میں ہے۔اُس میں نُقطہ نہیں دِیا +	۲
بھلی	یائے معرُوف جو لفظ کے آخر ہے۔وُہ دائرے کی لکھی گئی ہے +	۳
کے۔ہے۔گاے۔اوڑنے +	یائے معرُوف کے سوا باقی سب یے لمبی لکھی گئیں +	۴
خُود۔خویش +	جو واؤ بولی نہیں جاتی۔اُس کے نیچے آڑی لکیر ہے +	۵
ہمارلیہ۔روپیہ۔زیور۔غور۔سیر +	حرفِ مفتُوح پر وہیں زبر لکھا ہے۔جہاں واؤ یا یے کے معرُوف اور مجہُول ہونے کا شُبہ پڑتا ہے +	۶

EDUCATION DEPARTMENT, PUNJAB.

URDU GRAMMAR

FOR MIDDLE SCHOOLS,

قواعد اردو

35



LAHORE:
RAI SAHIB M. GULAB SINGH & SONS,
EDUCATIONAL PUBLISHERS.

تعداد جلد ۱۰۰۰۰ دفعہ ۵۶ قیمت فی جلد ۲ر۳ پائی

PRINTED AND PUBLISHED FOR
RAI SAHIB M. GULAB SINGH & SONS,
AT THE MUFID-I-'AM PRESS, LAHORE,
BY R B L MOHAN LAL
1915.

11th Edition. 40,000 Copies. Price 0-4-5.

نمبر شُمار	قاعدے	مثالیں
۷	حرفِ مکسور کے نیچے دو جگہ کے سوا سب جگہ زیر لکھا گیا۔ اوّل یاۓ مجہول کے ماقبل۔ دُوسرے یاۓ معروف کے ماقبل جو لفظ کے آخر ہے +	دیر۔ دے۔ دی +
۸	حرفِ مضموم کے بعد اگر واوِ مجہول نہیں ہے۔ تو اُس پر پیش لکھا گیا +	شُکر
۹	واوِ معرُوف کے ماقبل پیش لکھا گیا +	دُور
۱۰	واوِ مجہُول کے ماقبل پیش نہیں لکھا گیا +	زور
۱۱	الِف۔ واوٗ اور یے کے سوا لفظ کے درمیان جو حرف ساکن ہے۔ اُس پر جزم لکھا گیا +	صبر
۱	اِستِفہام کی علامت	؟
۲	ندا۔ تعجب۔ حسرت۔ دُعا۔ قسم۔ خُوشی کی علامت	!
۳	تھوڑے وقفے کی علامت	-
۴	پُورے وقفے کی علامت	+

ہدایت۔ جہاں پُورا وقفہ ہے۔ وہاں پڑھنے میں زیادہ ٹھیرنا چاہیئے۔ باقی جگہ کم +

جس جواہر کے طلبگار تھے ہم
اُس کے لائق تھے نہ حق دار تھے ہم
اَور کو اِس کی ہوس ناحق ہے
حق یہی ہے کہ وُہ اِس کا حق ہے
باپ یہ سُن کے ہُوا شاد بہت
اُن کے اِنصاف کی دی داد بہت
چھوٹے بیٹے کو بُلا کر پھر پاس
پہلے خالق کا کیا شُکر و سپاس
پھر جواہر اُسے دے کر یہ کہا
لو یہ ہو تُم کو مُبارک بیٹا!



اُور پہلو سے یہ دی دِل نے صدا
مرتے کو مارنا بے دردی سے
ہے بہت دُور جوانمردی سے
حوصلے کا ہے یہی وقت کہ آج
ہے عدو اپنی مدد کا محتاج
جی میں یہ کہ کے بڑھا جانب غار
کہ اُسے کیجئے چل کر بیدار
واں سے جا اُس کو اُٹھا لایا ہیں
موت کی زد سے بچا لایا ہیں
مُنہ کو دامن سے مگر ڈھانک لیا
اُس کو شرمندۂ احساں نہ کیا
سُن کے دی باپ نے بیٹے کو دعا
اَور چھاتی سے لیا اُس کو لگا
پھر بڑے بیٹوں کو بُلوا کے کہا
بولو اب کس سے ہُوا کام بڑا
داستاں جب یہ سُنی دونو نے
باپ سے عرض یہ کی دونو نے
خانہ زادوں کی ہو تقصیر مُعاف
پُوچھئے ہم سے تو ہے یہ انصاف

جیسے رشتے کا تھکا ہو کوئی
یا کہ جینے سے خفا ہو کوئی
جان و تن کا نہیں کچھ نیند میں ہوش
غار کے منہ پہ پڑا ہے مدہوش
اپنی ہستی کی نہیں اُس کو خبر
اور قضا کھیل رہی ہے سر پر
اجل آ جائے تو ہے روک نہ تھام
ایک کروٹ میں ہے بس کام تمام
اتنے میں اور جو بجلی چمکی
شکل پھر غور سے اُس کی دیکھی
مرد نکلا وہ شناسا میرا
تھا مگر خون کا پیاسا میرا
مجھ میں اور اس میں عداوت گہری
ایک مدت سے چلی آتی تھی
واں عداوت پہ گر آؤں اپنی
اور اصالت پہ نہ جاؤں اپنی
مارنا اس کا نہ تھا کچھ دشوار
اک اشارے میں وہ تھا لقمۂ غار
آ گیا مجھ کو مگر خوفِ خدا

باپ سے اپنے کہ آے بندہ نواز
بات گو لائقِ اظہار نہیں
آپ سے کہنے میں کچھ عار نہیں
خوب اِک روز گھٹا چھائی تھی
رات آدھی کے قریب آئی تھی
شبِ تاریک میں وہ ابرِ سیاہ
کہ جہاں کام نہ کرتی تھی نگاہ
اِک پہاڑی پہ چلا جاتا تھا
خوف چھاتی پہ چڑھا آتا تھا
ساتھ تم تھے نہ کوئی بھائی تھا
میں تھا اور عالمِ تنہائی تھا
کوندی اِک سمت سے بجلی ناگاہ
جس سے آگے کو کھلی راہِ نگاہ
پڑی اِک غار پہ واں میری نظر
جس کی صورت پہ برستا تھا خطر
موت کھولے ہوئے تھی منہ گویا
جس کے دیکھے سے جگر ہلتا تھا
دیکھتا کیا ہوں کہ اِک مردِ غریب
جس کو روتے ہیں کھڑے اُس کے نصیب

آنکھ تھی جانبِ مادر نگراں
ماں کنارے پہ اُدھر تھی حیراں
گرچہ تھا کام خطرناک بڑا
پر اُسے دیکھ کے دل رہ نہ سکا
جان و تن کی نہ رہی کچھ کو خبر
جا پڑا نام خُدا کا لے کر
جان تو جا ہی چکی تھی اُس کی
پر مری شرم خُدا نے رکھ لی
ایک دم بھر میں گیا اَور آیا
لا کے بیٹے کو دیا ماں سے مِلا
باپ نے سُن کے یہ سب اُس سے کہا
کام مردوں کے یہی ہیں بیٹا
آدمیّت کا کیا تُم نے کام
جاؤ بس ہے یہی اِس کا اِنعام
فخر کی جا یہ مری جاں کیا ہے
نہ ہو اِتنا بھی تو اِنساں کیا ہے
پِسرِ خُرد کا اب سُنئے بیاں
جو کہ تھا سب سے بزرگی میں کلاں
عرض کرتا ہے بصد عجز و نیاز

وسوسے دل میں بہت سے آئے
مگر اُس شیر کی نیت نہ پھری
لی تھی جن ہاتھوں اُٹھیں ہاتھوں دی
نفسِ سرکش کو کیا مات اُس نے
دی رقم اور نہ دی بات اُس نے
صاحبِ زر نے جو کچھ نذر کیا
وُہ بھی اُس دل کے غنی نے نہ لیا
باپ کو آن کے دی جب یہ خبر
ہنس کے بولا وُہ کہ اے جانِ پدر
اِک بُرائی سے بچے تم تو کیا
اِس سے بڑھ کر بھی کوئی کام کیا
اِک خیانت کے نہ کرنے پہ یہ ناز
شرم کی جا ہے تری عمر دراز
منجھلے بیٹے نے پھر اِک دن یہ کہا
میں جو دریا کی طرف جا نکلا
دیکھتا کیا ہوں کہ اِک طفلِ صغیر
گر کے پانی میں چلا صورتِ تیر
تھا جہاں یار نہ کوئی یاور
ماں کا پہلو تھا نہ آغوشِ پدر

پھر کہا اُن سے کہ اے اہلِ ہُنر
باپ کی جان فدا ہو تُم پر
تُم میں جس سے ہو بڑا کام کوئی
یہ جواہر ہے امانت اُس کی
باپ نے اُن سے کہا جب یہ سخُن
پھر تو تینوں کو لگی اَور ہی دُھن
کہ کوئی کارِ نُمایاں کیجے
جس طرح ہو یہ جواہر لیجے
اُن میں بیٹا جو بڑا تھا سب سے
اُس کو یہ فکر سوا تھا سب سے
ایک دِن اُس کا کوئی واقفِ کار
کہ نہ تھا جس سے کچھ اِخلاص نہ پیار
رکھ گیا آ کے جوانمرد کے پاس
ایک بھاری سی رقم بے وسواس
تھے رقم سے وُہی دونو آگاہ
نہ نوشتہ تھا کوئی اَور نہ گواہ
کچھ بھی نیّت میں گر آ جائے خلل
تو یہ تھا عینِ خیانت کا محل
جب رقم اُس نے طلب کی اِس سے

جوانمردی کا کام

تھا کسی مُلک میں اِک دولتمند
حق نے تین اُس کو دیئے تھے فرزند
دُور نزدِیک تھا گھر گھر چرچا
باپ بیٹوں کی جوانمردی کا
باپ ہوں جن کے مُروّت والے
بیٹے پھر کیوں نہ ہوں ہمّت والے
ہو چکا عُمر کا جب سرمایہ
ایک دِن باپ کے جی میں آیا
گھر ہے بیتمدار کا یہ دَولت و زر
مُشترک چھوڑ مرے اِس کو اگر
جلد ہو جائے کہیں یہ تقسیم
آخر اِک روز ہے مرنا تسلیم
بس کہ تھا اُس کو بہت فکرِ مآل
ایک دِن بیٹھ کے سب مال و منال
اِک گراں مایہ جواہر کے سوا
تینوں بیٹوں کو وہیں بانٹ دیا

لیتے ہی گھر جلدی سے واپس چلوں
زہر غرض ڈال دیا کھانے میں
دشمنیاں ہو گئیں یارانے میں
کھانا غرض لے کے جو واپس پھرا
آپ تو شربت پہ وہ آ کر گرا
سوچا کہ یہ کھانا اگر کھاؤنگا
زہر سے مَیں جان کے مرجاؤنگا
کھانا لگے کھانے وہ دو اُس کے یار
کھانا نہ سمجھو کہ کیا زہر مار
گزری جو کھا پی کے اُنہیں تھوڑی دیر
زہر سے تینوں ہوئے اُس جاے ڈھیر
سمجھے کہانی کا نتیجہ تمام
خود غرضی کا یہ نتیجہ ہے عام
سونے کی اینٹیں نہ کسی کو ملیں
جانیں طمع سے یونہیں سب کی گئیں

ہیں ہوس و حرص کے خالی حروف
اہلِ طمع اہلِ ہوس پر ہے زوف

اُن میں سے ہر اِک کا یہ کہنا تھا دِل
چوتھی جو ہے اینٹ مجھے جائے مِل
آئے غرض اُن کو غرض کے خیال
اَور ہی کچھ ہونے لگا دِل کا حال
دو کی تو بس ہو گئی آپس میں سانٹھ
چاہا کہ لیں اینٹوں کو دونو ہی بانٹ
بولے وُہ دو تیسرے سے یار جاؤ
شہر سے کچھ کھانے کو لے کر تو آؤ
کھانے کو پکوانے گیا یہ تو شہر
پیچھے کیا دونو رفیقوں نے قہر
جھٹ سے لیا دُود کا شربت بنا
زہر بھی شربت میں دیا بس مِلا
تا کہ جو نہیں تیسرا اِس کو پیئے
زہر چڑھے اَور نہ دم بھر جیئے
وُہ جو گیا تھا اُسے آیا یہ دِھیان
وُہ جو مرے بیٹھے ہیں واں مہربان
دے دُوں اُنھیں زہر کہ مر جائیں وُہ
جلد ہی دُنیا سے گُزر جائیں وُہ
چاروں جو اینٹیں ہیں وُہ میں آپ لُوں

پر جو بر آ جائے وُہ اُس کی مُراد
پھر نہ وُہ اِحسان رکھے دل میں یاد
پہلی سی خاطر نہ مُدارات کچھ
کام بنا جب تو نہ کی بات کچھ
ایسے کو دیوانہ غرض کا کہو
اُس کی نہ باتوں پہ کوئی خوش رہو

عَیب ہَے یہ عَیب ہَے یہ عَیب ہَے
بے شک و بے شُبہ و بِلا رَیب ہَے

گھر سے چلے بہرِ سفر تین یار
خود غرضی کا ہر اِک اُن میں شکار
دِل میں تھی ہر ایک کے فکرِ معاش
کرتے پھرے ہر کہیں روزی تلاش
یہ تو ہَے مشہور مثل جا بجا
ڈھونڈا ہَے جس نے اُسے کچھ مِل گیا
سونے کی چار اینٹیں اُنھیں پا گئیں
تھوڑی سی محنت ہی میں ہاتھ آ گئیں
چار تو اینٹیں تھیں وُہ تھے تین یار
ہوں نہ برابر کبھی تین اور چار

ہاتھ اُسے آئیگی دَولت ضرور
بازُو میں اِنساں کے ہَے دَولت بھری
ساہُو کی دُکّاں میں نہیں ہَے دھری
آدمی کا مغز ہَے اِک گنجِ مال
عقل سے لیکن یہ کرے گر خیال
اَلغرض اِس طرح کی جو ہَے غرض
یہ تو نہ ہَے عَیب نہ ہَے کُچھ مرض
اَیسی غرض ہو تو بہت خُوب ہَے
یہ تو ہر اِک شخص کو مرغُوب ہَے
ایک غرض یہ ہَے کوئی لالچی
چاہتا ہو اپنے لئے بہتری
خواہ کِسی اَور کا نُقصان ہو
اپنی بھلائی کا اُسے دِھیان ہو
خُود غرضی اَیسی غرض کا ہَے نام
اَیسی غرض ہوتی بُری ہَے مُدام
اَور کبھی یہ بھی ہَے دستُورِ عام
ہو جو غرض مند کو مُجھ تُم سے کام
اَیسا وُہ مطلب پہ بنے دوستدار
جیسے بڑا اُس کا تُمہارا ہَے پیار

خود غرضی

دیکھنا بنتا نہ کہیں خود غرض
یہ بھی بڑا عیب بُرا ہے مرض
گرچہ کوئی آدمی ایسا نہیں
کوئی غرض دل میں جو رکھتا نہیں
پر ہے غرض اور غرض میں بھی فرق
غرب سے جس طرح کہ ہے دور شرق
اک تو غرض یہ ہے۔ کہ اِک آدمی
جس کو ہے دولت کی بہت ہی کمی
سوچے یہ دل میں میری دولت بڑھے
مال جو ہو پاس تو عزت بڑھے
اب وہ کرے ایسے طریق اختیار
جس سے ہوا کرتے ہیں سب مالدار
محنت بازو سے کماتا رہے
آمدنی میں سے بچاتا رہے
رکھے ہر اک کام میں ایمان ساتھ
ڈالے ہر اک کام میں نیکی سے ہاتھ
یوں نہیں کٹے جائے جو وہ باشعور

بستے بغل میں اپنے دبا کر
بازاروں میں رونق پھیلی
پھرتی ہے دنیا اکیلی گیلی
دوکانوں پر بکتے ہیں سودے
لے لے وہی قیمت جو دے
سقے مشکیں لے کر آئے
بھنگی جھاڑو دے کر آئے
دیواروں پہ دھوپ جو آئی
بن گئی آئینے کی پرچھائی
بہنے لگا یوں دھوپ کا دریا
جیسے چھتوں پر پھر گئی کھریا
کھل گئے مکتب خانے سارے
آ گئے لڑکے شوق کے مارے
کاہل لڑکوں نے دیر لگائی
دیر میں آئے سزا بھی پائی

دیکھو کبھی مت دیر لگانا
وقت پہ مکتب آنا جانا

جاگے ہوئے تھے ساری شب کے
چوکیداروں کو نیند اب آئی
پنجرے میں ساری رات گنوائی
دُکھ سے شب بھر جو نہیں سویا
کرتا رہا — چیخا اور رویا
اُس کو بھی ایذا سے تسکیں ہے
پہلی سی تڑپن اب تو نہیں ہے

لونڈی جاگی کام کی خاطر
بیوی کے آرام کی خاطر
سارے گھر کو جھاڑا بُہارا
جب اِن سب سے ہُوا چھٹکارا
چولھے میں آگ جلانے بیٹھی
بچّوں کو چائے پلانے بیٹھی
پیارے لڑکے سوتے اُٹھے
صُبح کے ہوتے ہوتے اُٹھے
ناشتہ کھایا مُنہ دھو دھا کر
مکتب جاتے ہیں اب کچھ کھا کر
دفتر والے بھاگے دفتر

چڑیوں نے مِل کے بدھاوا گایا
طوطی نے بھیرِوں راگ سُنایا
جانوروں نے صاف کئے پر
گھونسلوں میں سے نکلے باہر
خواہ چرندے خواہ پرندے
کھانے کے سب کو پڑ گئے دھندے
گرجا ۔ شوالہ ۔ مسجد ۔ مندر
بھر گئے عابد سب کے اندر
دھوبی نے اپنی باندھی لادی
بیل پہ دھوبن نے لدوا دی
گھاٹ پہ جاتا ہے بے چارا
بیٹھ کے گھر میں کب ہو گزارا
کُڑھنے لگی دل میں بھٹیاری
کوٹھڑیاں ہوئیں خالی ساری
رات کو اُترے مسافر آئے
اب نہیں کوئی ہائے ہائے
کیس ہوئے چلنے کو کماؤ
سوتے ہیں گھر میں بیٹھ کے کھاؤ
چور گھروں میں جا کر دبکے

صُبح

لو وُہ نِکلا کرنوں والا
ڈالا جگت میں جس نے اُجالا
ٹھنڈی ہوائیں سرسر آئیں
آنکھوں میں نیندیں بھر بھر آئیں
نُور سے ڈر کے اندھیری بھاگی
صُبح ہوئی کُل دُنیا جاگی
چُپکا چُپکا وقت سُہانا
ٹھنڈا ٹھنڈا سارا زمانا
شاخوں پہ پتے پتوں پہ شبنم
پتوں کے چہرے اوس سے سب نم
کھل جو پڑا نُورانی تھیلا
نُور جہاں میں سب جا پھیلا
ہو گیا کُل عالم نُورانی
رات کے مُنہ پر پھر گیا پانی
سارے دریا اور سمندر

رکتنی چیزوں کو ہم رمٹائیں
ہستی سے نیستی میں لائیں
اِنسان پرند اور نباتات
اِن پر یہی حال گزرے دِن رات
پیدا ہوں یہ اور پھر ہوں معدوم
تا بھید خدائی کا ہو معلوم
لیکن رکتنی ہوں ایسی چیزیں
قانون ہوں لا زوال جن میں
اِن کا اوّل اور اِن کا آخر
یکساں ہو نہ فرق کچھ ہو ظاہر
سورج - چاند اور صبح اور شام
ہے اِن کے لئے یہ قاعدہ عام
جس طرح سے یہ ہوئے تھے پیدا
اب تک بھی ہے حال وہ ہی اُن کا

ہر چیز میں ہے خدا کی حکمت
ہر شئے سے عیاں ہے اُس کی قدرت

اِک جا سے تو بہ رہا ہے دریا
اِک مُلک میں ہے تمام ریتا
ہے ایک زمین میں لعل کی کان
اِک مُلک میں غلّے کا ہے ارمان
خُوش حال ہے کوئی ۔ کوئی بد حال
ہے ایک کی ایک سے الگ چال
اِک شخص کو دی ہے بادشاہی
اِک چار روپے کا ہے سپاہی
ہے ایک تو نوکر ایک آقا
ہے ایک کو عیش اِک کو فاقا
یہ ساری اُلٹ پُلٹ جو دیکھی
بے ساختہ بول یوں اُٹھا جی

ہر چیز میں ہے خُدا کی حکمت
ہر شے سے عیاں ہے اُس کی قُدرت

سب چیزیں خُدا نے جب بنا لیں
اِنسان کو صنعتیں دِکھا لیں
پھر اُس نے کیا یہ حُکم جاری
مرضی ہے اب اِس طرح ہماری

تا دیکھ لیں ہم بھلی بُری شے
سمجھیں کہ یہ چیز اس طرح ہے
سُننے کو بنا دیئے ہیں دو کان
اور جینے کو تن میں ڈال دی جان
مُنہ کھانے کو ناک سُونگھنے کو
بخشے کہ نہ کام ہرج کچھ ہو
چلنے کے لئے دیئے ہیں دو پیر
مُلکوں کی تا کریں سَیر
ان باتوں پہ خُوب دل لگاؤ
پُوچھے جو کوئی تو یُوں بتاؤ

ہر چیز میں ہے خُدا کی حکمت
ہر شے سے عیاں ہے اُس کی قُدرت

سرسبز کہیں ہیں باغ و میدان
چٹیل ہے پڑا کہیں بیابان
ہوتی ہے زمیں کہیں کی زرخیز
ہر فصل میں ہے اُترتی فالیز
کوسوں ہے کہیں زمین بنجر
ہوتا نہیں کچھ بھی اُس کے اندر

کونپل جس دم نکل چکیگی
پھر پھوٹیگی شاخ اور جھکیگی
شاخوں میں لگینگی پتیاں سی
نازک سی ذرا سی ناتواں سی
ہو جائینگے پھول اُس سے پیدا
پھر پھول سے ہونگے پھل ہویدا
بنتا ہے درخت اس طرح سے
ہو جاتا ہے سخت اِس طرح سے
دُنیا کا ہے جتنا کارخانہ
دیکھے اُسے غور سے جو دانا

ہر چیز میں ہے خدا کی حکمت
ہر شئے سے عیاں ہے اُس کی قدرت

کس نے انسان کو بنایا
اور عقل کا اُس کو گُر سکھایا
شانوں پہ لگائے ہاتھ کس نے
پیدا کی زباں پہ بات کس نے
آنکھوں کو بنا کے اُن کے اندر
اک نور کا رکھ دیا سمندر

تو بس ڈوڈو کی طرح سے پھٹ گئے وُہ
تو دونو کو ظالم نے جھٹ آ دبایا
بس اِک آن کی آن میں پھاڑ کھایا
نہ بل کام آیا نہ کس کام آیا
ہر اِک بے بسی سے ہی بس کام آیا
دمِ مرگ یُوں اُن کی آواز آئی
کہ نا اِتّفاقی نے یہ گت بنائی
کوئی دیکھو نا اِتّفاقی نہ کرنا
بِن آئی نہ مرنا! نہ مرنا!! نہ مرنا!!!

خُدا کی حِکمتیں

ہر چیز میں ہے خُدا کی حِکمت
ہر شے سے عیاں ہے اُس کی قُدرت
اِک بیج کو خاک میں دبا کر
دیکھو کتنے دِن کے بعد آ کر
چھوٹی موٹی ہوگی اُس میں کونپل
کب بیج میں تھی یہ بات اوّل

چلی شیر کی اُن پہ جب کچھ نہ شیری
شجاعت اکارت گئی اور دلیری
وُہ سوچا کہ عزت گئی اب ہماری
ہُوئیں کِرکِری شیخیاں آج ساری
مَیں ہُوں شیر کچھ گُربہ بازی دکھاؤں
بنوں نیک اور حیلہ سازی دکھاؤں
غرض مُتّقی سی اپنی صُورت بنا کر
لگا کہنے یُوں پاس بیلوں کے آ کر
کہ تُم دونو سینگوں کو اپنے پھراؤ
الگ جا کھڑے ہو نہ کچھ خوف کھاؤ
نہ چھیڑُونگا تُم کو قسم مجھ سے لے لو
نہ اِک دُوسرے کو تُم آپس میں ریلو
جو دو راستہ اور کرو مہربانی
تو مَیں جا کے پی آؤں چشمے سے پانی
لگے کرنے اِس کی طرف بیل دونو
کہ آخر تو تھے بیل کے بیل دونو
غرض شیر نے ایسی پٹی پڑھائی
کہ دونو میں ڈلوا ہی دی بس جُدائی
جب اِک دُوسرے سے الگ ہٹ گئے وُہ

سمجھتے تھے جنگل ہے بس میں ہمارے
تکبّر نے اُونچے کئے تھے ارادے
سمجھتے تھے ہم بن کے ہیں شاہزادے
نہ ہمت ہری تھی جو کچھ خوف کرتے
ہری جس جگہ گھاس پاتے تھے چرتے
ہُوئے خُوب موٹے کہ آزاد تھے وُہ
بڑھی اُن کی طاقت کہ دلشاد تھے وُہ
کسی شیر نے اُن کو فربہ جو پایا
تو اِس لالچی کے بھی دِل میں یہ آیا
کسی طرح سے دونو کو پھاڑ ڈالوں
مزے سے کئی روز میں اُن کو کھالوں
غرض شیر نے گھات اُن پر لگائی
یہ چاہا کہ دونو کی کر دے صفائی
جُدائی پہ بے رحم نے جب نظر کی
تو دونو نے تدبیر اِس طرح پر کی
کہ لئے جوڑ آپس میں جھٹ سینگ اُنھوں نے
نہ چلنے دی بس شیر کی ڈینگ اُنھوں نے
بہت بار وُہ حملہ کر کر کے آیا
مگر اُن میں اُس نے نہ کچھ دخل پایا

مُصیبت اگر ایک پر آن پڑتی
تو تھی دُوسرے کی وہاں جان لڑتی
ستاتا اگر ایک کو آکے دُشمن
تو بنتا تھا دُشمن کا یہ جاکے دُشمن
یہ اِخلاص اُن میں بہم ہو گیا تھا
کہ رہنا الگ اِک قسم ہو گیا تھا
یہ مِل جُل کے رہتے تھے ہر آن دونو
کہ دو جسم تھے اور اِک جان دونو
دِلوں میں محبّت نے ڈالا تھا ڈیرا
سمجھتے نہ تھے وُہ کبھی میرا تیرا
بڑھا تھا یہ دونو کا کچھ بھائی چارا
کہ اِک جا پہ کھاتے تھے وُہ مِل کے چارا
یُونہی مُدّتوں تک گزارا کئے وُہ
دم آپس میں اُلفت کا مارا کئے وُہ
مگن تھے کچھ ایسے رفاقت میں دونو
کہ پھنستے نہ تھے رنج و آفت میں دونو
نہ دُشمن سے اُن کے دِلوں میں خطر تھا
نہ کھٹکا۔ نہ دُگدا۔ نہ خدشہ۔ نہ ڈر تھا
کچھ اِس طرح پھرتے تھے سینے اُبھارے

نظم[1]

نا اِتّفاقی کے نتیجے

سُنا ہے کہ دو بَیل رہتے تھے اِک جا
بہُت پیار سے رہتے سہتے تھے اِک جا
نہ اُس بن اِسے اور نہ اِس بن اُسے کل
نہ ہوتا جو یہ تو وُہ رہتا تھا بے کل
مدد ایک کی دُوسرا کرنے والا
یہ اُس پر وُہ اِس پر سدا مرنے والا
بہم گھاس جنگل میں چرنے کو جاتے
سدا مِل کے وُہ سَیر کرنے کو جاتے
ہمیشہ مددگار اِک دُوسرے کا
ہر اِک وقت تھا یار اِک دُوسرے کا

[1] کم سے کم دو نظمیں اِن میں سے زبانی یاد کرانی چاہئیں +

جا کر کیسے چھوٹے سے دِکھائی دیتے ہیں + اِس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ چاند بہت ہی بڑا نہ ہوتا۔ تو ڈھائی لاکھ مِیل کے فاصلے سے بالکُل دِکھائی نہ دیتا +

چاند میں داغ سے نظر آتے ہیں۔ جانتے ہو۔ یہ کیا چیز ہے؟ شاید تُم نے گھر کی عورتوں سے سُنا ہو۔ کہ چاند کی ماں بیٹھی چرخا کات رہی ہے۔ مگر حقیقت میں یہ چاند کی ماں نہیں ہے۔ گھاٹیاں اور پہاڑ ہیں۔ یہ بڑی بڑی دُوربینوں سے بخُوبی نظر آتے ہیں۔ یہ بالکُل خُشک پڑے ہیں۔ نہ اِن میں پھل اور پھول ہوتے ہیں۔ نہ کِسی قِسم کے درخت یا گھاس۔ اِس کا سبب یہ ہے۔ کہ چاند میں پانی نہیں ہے۔ نہ وہاں سمندر ہے۔ نہ جھیل۔ نہ ندی نالے۔ نہ مینہ برستا ہے۔ نہ بادل ہوتا ہے۔ اگر تُم چاند میں جا بھی سکتے۔ تو وہاں پہنچ کر ایک دم بھی جیتے نہ رہتے۔ کیونکہ وہاں ہوا بھی نہیں ہے +

دیگی - اور سُورج نکلتے ہی نظر سے غائب ہوجائیگی۔ اگرچہ یہ پھانک سُورج نکلنے کے بعد اکثر نظر نہیں آتی - مگر ہے آسمان ہی پر - اگر اِس کو دُوربین سے دیکھو - تو مغرب کی طرف چلتی دِکھائی دیگی - اور سُورج سے پہلے مغرب میں پہنچ کر وہیں غروب ہوگی - پھر گھٹتے گھٹتے بہت باریک ہو جائیگی - آخر دِکھائی بھی نہیں دیگی + اب چاند کئی رات نظر نہ آئیگا - اور لوگ نہایت شوق سے نیا چاند دیکھنے کے منتظر رہینگے +

چاند گیند کی طرح گول ہے - اور زمین سے ڈھائی لاکھ مِیل کے قریب دُور ہے + جتنا نظر آتا ہے - حقیقت میں اُتنا نہیں ہے - بلکہ بہت بڑا ہے - یعنی چھ ہزار مِیل کے قریب گھیرا ہے + تُم بڑے حیران ہوگے - کہ یہ اِتنا بڑا ہے - اور ہمیں چھوٹا سا کیوں نظر آتا ہے ؟ بات یہ ہے - کہ دُور سے ہر چیز چھوٹی دِکھائی دیتی ہے - دیکھو - غبارے کتنے بڑے ہوتے ہیں - اور ایک آدھ مِیل جا کر تارے سے نظر آنے لگتے ہیں - پتنگوں پر نگاہ کرو - اُوپر

ایک دِن مشرِق اَور مغرِب کے بِیچوں بِیچ میں
سِر پر دِکھائی دیگا - یعنی جہاں ٹِھیک دوپہر کو
آفتاب ہُوا کرتا ہے - اِس وقت چاند آدھا دِکھائی
دیگا - اَور آدھی رات گئے چُھپیگا +

اِس کے بعد بھی دِن کو روز بروز دیر ہی
کرکے نِکلتا رہیگا - اَور ہر روز شام کے وقت
مشرِق کے قرِیب ہوتا جائیگا - اَور آخِر کار
ایک وُہ دِن ہوگا - اِدھر سُورج مغرِب میں
ڈُوبا - اُدھر چاند مشرِق سے نِکلا - اِس روز
پُورا چاند ہوگا - اَور ساری رات دِکھائی دیگا -
صُبح کو جِس وقت سُورج مشرِق سے نِکلیگا -
چاند مغرِب میں چُھپ جائیگا +

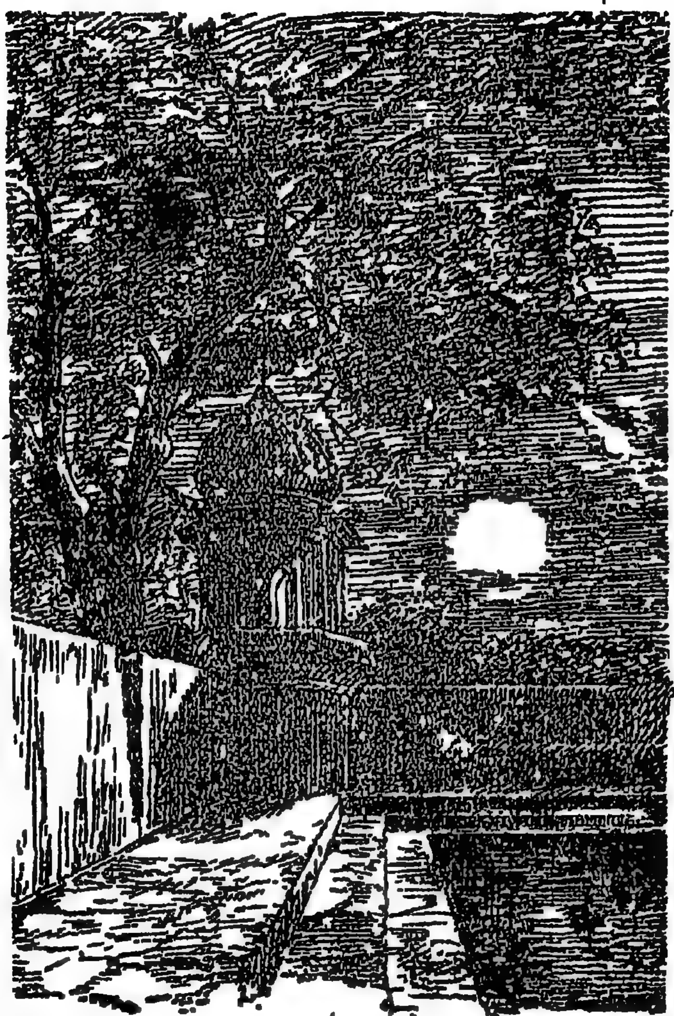
پہلے تو چاند صُبح کو دیر کرکے نِکلتا تھا - اب
شام کو روز بروز دیر کرکے نِکلیگا - اَور ہر روز
گھٹتا جائیگا - چند روز میں آدھا رہ جائیگا - اَور
یہ آدھی رات کے قرِیب نِکلیگا - مگر اب بھی دیر
ہی کرکے نِکلتا رہیگا - اَور گھٹتے گھٹتے یہاں تک
ہو جائیگا - کہ ایک دِن سُورج نِکلنے سے کُچھ پہلے
ایک پتلی سی پھانک مشرِق سے نِکلی ہُوئی دِکھائی

بہت تیز ہوتی ہے۔ اُس میں وبا رہتا ہے۔ شمع بھی اگر دُھوپ میں تھوڑی دُور پر رکھی جائے۔ تو اُس کی لَو مشکل سے دِکھائی دیتی ہے۔ مگر دُوربین کے ذریعے سے دِن کو بھی جب چاہو۔ اِس چاند کو دیکھ سکتے ہو * آگے آگے سُورج معلوم ہوتا ہے۔ پیچھے پیچھے چاند۔ جب سُورج چھُپ جاتا ہے۔ تو چاند مغرب میں دِکھائی دیتا ہے * یہ چاند پتلی پھانک سا نظر آتا ہے۔ اور تھوڑی ہی دیر میں چھُپ جاتا ہے ۔ اب دُوسرے دِن صُبح کو کوئی پَون گھنٹے بعد نِکلیگا۔ اور اِسی واسطے شام تک اُتنا رستہ طے نہیں کریگا جِتنا کل کیا تھا۔ اِسی لئے کل جہاں دِکھائی دیا تھا۔ آج وہاں سے کچھ اُونچا ہوگا۔ اور چونکہ ابھی رستہ زیادہ طے کرنا باقی ہے۔ اِس لئے کل کی نِسبت آج دیر میں غرُوب ہوگا * دُوسرے یہ بھی فرق ہوگا۔ کہ آج کی پھانک کل سے بڑی ہوگی * اب چاند روز بروز دیر کرکے نِکلا کریگا۔ اِسی لئے جب شام کو مغرب کی طرف دیکھینگے۔ تو زیادہ ہی اُونچا معلوم ہوگا۔ یہاں تک کہ

ساتھ ہی اُس کے روشن کرنے کو پُورا چاند بھی نِکلتا آتا ہے۔ اِس کی دِھیمی دِھیمی چمک دمک کیا بھلی معلُوم ہوتی ہے +

ایسا کون شخص ہے۔ جس نے چاند کو گھٹتے بڑھتے نہ دیکھا ہو؟ پہلی رات کو پتلا پھانک سا نظر آتا ہے۔ اُسے ہلال کہتے ہیں۔ پھر روز بروز بڑھتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ پُورا چاند ہو جاتا ہے۔ اُسے بدر کہتے ہیں + پھر گھٹنے لگتا ہے۔ آخر گھٹتے گھٹتے ایک دن دِکھائی بھی نہیں دیتا + اِس گھٹاؤ بڑھاؤ کا سبب اگلی کتاب میں مفصّل آئیگا۔ لیکن غور سے مُطالعہ کروگے۔ تو اِس بیان سے بھی کُچھ نہ کُچھ سمجھ میں آ جائیگا +

آؤ۔ چاند رات ہی سے شروع کریں۔ کدھر کو دیکھیں۔ کہ نظر آئے؟ مغرب کی طرف جہاں ابھی سُورج ڈُوبا ہے۔ اُس کے پاس ہی دیکھو + کیوں۔ یہاں کیوں دیکھیں؟ بات یہ ہے۔ کہ نیا چاند سویرے مشرق میں نکلتا ہے۔ اور دِن بھر مغرب کی طرف چلتا معلُوم ہوتا ہے۔ دِن کو کبھی اتفاقاً دِکھائی دے جاتا ہے۔ کیونکہ سُورج کی روشنی



چاند

جھاڑو اور ہزاروں قسم کی چھوٹی چھوٹی چیزیں بانس ہی کی بنتی ہیں - یہاں تک کہ اسی کے ریشوں کو بٹ کر رسیاں بھی بنا لیتے ہیں ۔ چھپڑوں کے سوا پتے کئی کام آتے ہیں - چھتے کی وضع کی ایک چیز بناتے ہیں - مینہ میں اوڑھ لیتے ہیں - اور ذرا نہیں بھیگتے ۔ جانوروں کو چارے کی طرح بھی کھلاتے ہیں - کیونکہ انہیں بہت بھاتے ہیں - دیکھتے ہی جھٹ کھا جاتے ہیں ۔ گل سڑ کر کھات بن جاتے ہیں - اور کھیتوں کے کام آتے ہیں ۔

چاند

چاند کو کون نہیں جانتا ؟ اس کی ٹھنڈی ٹھنڈی روشنی سے کس کا جی خوش نہیں ہوتا ؟ گرمی کے دن - تڑاتے کی دھوپ - تن بدن میں آگ پھنکی ہوئی - سورج کے چھپتے ہی کیسی جان میں جان آ گئی - پہاڑ سا دن کس طرح تڑپ تڑپ کر کاٹا ہے - اب ہوا میں کچھ کچھ ٹھنڈک آئی ہے - تو ذرا کل پڑی ہے ۔ رات سر پر چلی آتی ہے -

سے چلتے۔ اب بڑی آسانی ہے۔ مضبوط مضبوط بانسوں کی پاڑ باندھتے ہیں۔ اُس پر بیٹھ کر یا کھڑے ہوکر مکان بنایا کرتے ہیں +

کچے بانس کے گابھے کی ترکاری بناتے ہیں۔ مُربّا اَور اچار بھی ڈالتے ہیں۔ کہیں کہیں کاغذ بھی تیار کرتے ہیں +

بعض مُلکوں میں تو یہ حال ہے۔ کہ جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے۔ بانس ہی سے بناتے ہیں۔ گھر دیکھو۔ تو بانسوں کی تھونیاں ہیں۔ مضبوطی کے لئے اُن کے درمیان بانس بندھے ہیں۔ دیواروں کی جگہ بانس کے بوریے لگے ہیں۔ چھتیں اَور فرش کھپچیاں بچھا کر بنائے ہیں۔ چھپّر پتّوں سے چھائے ہیں + پانی لانے کی ضرورت ہو۔ تو مشک کی کچھ پروا نہیں۔ کسی بڑے بانس کا ایک لمبا سا ٹوٹا کاٹ لیتے ہیں۔ صرف نیچے کی گانٹھ بند رکھتے ہیں۔ کہ یہ اُس باسن کا پیندا ہے۔ باقی گانٹھیں صاف کر دیتے ہیں۔ اب یہ نل ایک بڑے ڈول کا کام دیتا ہے + ان مُلکوں میں لوگوں کی چارپائیاں۔ پیڑھیاں۔ بکس۔ ٹوپیاں۔

ایک بہت چھوٹی قسم کا بانس ہوتا ہے - وہ بڑا خوبصورت ہے +

بانس بڑے کام آتا ہے - جن تین قسموں کا ذکر اوپر لکھا گیا ہے - اُن میں سب سے چھوٹی قسم کو بانسی کہتے ہیں - ان میں سے جو کھوکھلے ہوتے ہیں - اُنھیں دیس میں لاتے ہیں - اور حقّوں کے نیچے بناتے ہیں + اوپر سے ٹکڑوں کو سوہن سے صاف کرتے ہیں - گرم سیخ سے اندر کے چھید کو وار پار کھول دیتے ہیں - پھر خوبصورتی کے لئے اُس پر رنگین کپڑے لپیٹتے ہیں - اوپر ریشم اور کلابتوں کا کام کرتے ہیں + ہر سال ہزاروں پتلے بانس چھپّروں میں لگتے ہیں - چھڑیوں - لاٹھیوں - برچھیوں کی چھڑوں - غریبوں کے سیروے - پٹیوں کے کام آتے ہیں + موٹے موٹے بانسوں سے ڈولیوں کے ڈنڈے - خیموں کی چوبیں اور بہنگیاں بنتی ہیں + کھپچّیوں سے ٹٹّیاں - ٹوکریاں - چلمنیں - غرض اور سینکڑوں چیزیں تیار ہوتی ہیں + بانس نہ ہوتے - تو راج معماروں کے کام مشکل

شمالی برما میں سینکڑوں کوس تک ران کا گھنا
بن کھڑا ہے۔ آسام۔ چین۔ بنگالے اور مدراس میں
بھی بڑی بہتات سے ہوتے ہیں۔ پنجاب اور
صوبجاتِ متحدہ اودھ و آگرہ میں بھی کہیں کہیں
ہوتے ہیں۔ پر راسنے نہیں + بعض بانس کھوکھلے
ہوتے ہیں۔ بعض ٹھوس۔ بڑے بڑے بانس ضرور
کچھ نہ کچھ کھوکھلے ہوتے ہیں + بعض آدمی ٹھوس
کو نر کہتے ہیں۔ اور کھوکھلے کو مادہ۔ مگر یہ خیال
غلط ہے + پنجاب میں ایک قسم کا بڑا بانس ہوتا
ہے۔ وہ کالکا کے قریب دامنِ کوہ میں زیادہ بویا
جاتا ہے۔ اور شہر کانگڑہ کے نزدیک دیہات کے
آس پاس بھی ہوتا ہے۔ جس کے شمال میں ہمالیہ
کا سلسلہ ہے۔ اور جنوب میں چھوٹی چھوٹی
پہاڑیاں + اس سے چھوٹا ایک قسم کا بانس
ٹھوس ہوتا ہے۔ یہ ضلع ہوشیار پور میں پایا
جاتا ہے۔ اور کالکا کے قریب بھی نیچی نیچی
پہاڑیوں میں ملتا ہے۔ جن میں گرمی زیادہ
ہوتی ہے + اس قسم کا بانس لاہور کے باغوں
میں بھی موجود ہے + اونچے اونچے پہاڑوں پر

ہیں + بانس عُمر بھر میں ایک بار پھُول لاتا ہے۔ اَور جس میں پھُول لگتا ہے ۔ وُہ تھوڑے ہی عرصے میں مُرجھا جاتا ہے ۔ اِس لئے اکثر ایسا ہوتا ہے ۔ کہ بعض جگہ دُور دُور تک سارے بانس برابر مُرجھا جاتے ہیں ۔ مگر مُرجھانے سے پہلے بہُت سے بیج جھڑ جاتے ہیں ۔ اَور تھوڑے دِنوں میں وُہی اُگ آتے ہیں + پہلے پہل یہ گیہُوں کا سا کھیت معلُوم ہوتے ہیں ۔ تین برس تک آہستہ آہستہ بڑھتے ہیں ۔ پھر جلد جلد اُوپر کو بڑھتے چلے جاتے ہیں +

بانس کا بیج کھانے میں بھی آ سکتا ہے ۔ بعض دفعہ قحط میں اِس سے بڑا کام نِکلتا ہے ۔ برما میں بانس کی بڑی کثرت ہے ۔ کبھی کبھی اِس کی بدولت چُوہوں کی ایسی بہتات ہو گئی ۔ کہ لوگ گاؤں چھوڑ کر بھاگ گئے ۔ چُوہے کیا تھے ۔ آسمانی آفت تھی +

یہ نہ سمجھنا ۔ کہ سارے بانس ایک ہی طرح کے ہوتے ہیں ۔ اِن کی بہُت سی قسمیں ہیں ۔ برما میں تو بیس سے بھی زیادہ مشہُور ہیں ۔

ہوتے ہیں + جتنے درختوں کے بیج اِس طرح کے ہیں - اُن کے تنے دیار کی طرح نہیں بڑھتے - بلکہ اِن کے بڑھنے کا کچھ اور طریقہ ہے - جو اگلی کتاب میں آئیگا + بانس اور گھاس کے تنے پور پیدار ہوتے ہیں + تم نے بانس کے درخت اگر دیکھے بھی ہونگے - تو یہ خیال نہ آیا ہوگا - کہ اُن میں پھول بھی ہیں + آؤ ہم بتائیں - تنوں میں پھُنگیوں کے سرے پر جو بالیاں سی نظر آتی ہیں - یہ ننھے ننھے پھولوں سے بنی ہیں - اور اُنھی میں بیج لگتے ہیں - پھولوں کی بناوٹ مُشکل سے سمجھ میں آتی ہے + جن پھولوں کے ذکر پہلے ہو چکے ہیں - اُن میں اور اِس پھول میں بڑا فرق ہے +

بانس میں پھول آنے کا حال نہایت عجیب ہے + اِس کے درخت اکثر جھنڈ کے جھنڈ اُگا کرتے ہیں - بعض قسمیں تو ایسی ہوتی ہیں - کہ سارے جھنڈ میں سے صرف ایک یا دو درختوں میں ایک ہی وقت پھول آتے ہیں - بعض ایسی کہ سارے جھنڈ میں ایک ہی دفعہ پھول نکل آتے

درخت اور گھاس - ان سب کی جڑیں - تنے یا ڈنٹھل - پتّے - پھول اور بیج ایک ہی بناوٹ کے ہوتے ہیں +

بانس اور اکثر پودوں میں جو جو فرق ہے - اُن میں سے بعض باتیں بیان کرتے ہیں + نارنجی یا پوست یا سرسوں کا پتّا دیکھو گے - تو معلوم ہوگا - کہ اُس کے اندر مہین مہین رگوں کا جال پھیلا ہے - لیکن بانس میں یہ صورت نہیں - اُس کے پتّوں کی رگیں ایک دوسرے کو کاٹ کر نہیں پھیلتیں - بلکہ لمبان میں اوپر سے نیچے تک سیدھی چلی جاتی ہیں - اور کبھی کبھی چوڑان میں ہوتی ہیں + اکثر درختوں کے بیج ایسے ہوتے ہیں - کہ اُن کے دو ٹکڑے برابر برابر ہو سکتے ہیں - ان درختوں کے تنے ویسے ہی حلقہ بحلقہ بڑھتے ہیں - جیسے دیار کے بیان میں ذکر ہو چکا ہے + بانس کا بیج زور سے توڑیں - تو ٹکڑے ٹکڑے ہو سکتا ہے - مگر برابر دو ٹکڑے نہ ہونگے + تاڑ - ناریل - کھجور کی قسم کے جتنے درخت ہیں - اُن کے بیج بھی ویسے ہی



بانس

دیار کی لکڑی سے نہیں ملتی - یہ بالکل نکمی ہوتی ہے - اِس لئے کوئی اِس کے درخت نہیں کاٹتا - وُہ صحیح سلامت رہتے ہیں - اور ہر برس پھل دِئے جاتے ہیں + اگر اِس درخت کی لکڑی بھی قیمتی ہوتی - تو غالب ہے - کہ اب تک اِتنے درخت کٹ جاتے - کہ باقی میں سے بہت ہی کم بیج نکلتے - اور جو کچھ نکلتے - اُنہیں لوگ کھا جاتے - زمین پر نہ کوئی گرتا - نہ آگے کو پود کا سِلسِلہ ہوتا - اور تھوڑے ہی دِنوں میں چلغوزے کا درخت ہمالیہ پہاڑ سے جاتا رہتا +

بانس

اِس کا درخت خوش نُما اور طرح دار ہوتا ہے - لمبے لمبے تنے ہوتے ہیں - اُن میں پروں کی طرح پتّے لہراتے ہیں - بعض تنے تو اِتنے بلند ہو جاتے ہیں - کہ سَو سَو فُٹ کی خبر لاتے ہیں + تم یہ سُن کر بڑے حیران ہوگے - کہ یہ بھی حقیقت میں گھاس کی ایک قسم ہے - بانس - گنّے - دھان - گیہوں - جَو سارے اناج کے

جب ذرا مضبوط ہو جاتے ہیں۔ تو اُکھیڑ کر وہاں لگاتے ہیں۔ جہاں جنگل کے جنگل ٹھیکے داروں نے غارت کر دئے ہیں +

اَور بھی کئی قسم کے درخت ہیں۔ جن کے پتّے اَور پھل دیار کی طرح ہوتے ہیں۔ مثلاً چیڑ اَور کائل + ان میں سے ایک درخت ہوتا ہے۔ اُس میں بڑے بڑے پھل لگتے ہیں۔ اُنہیں چلغوزہ یا نوزہ کہتے ہیں۔ ان میں بڑے بڑے بیج ہوتے ہیں۔ وُہ کھانے میں آتے ہیں + یہاں سے بہت دُور اُونچے اُونچے پہاڑ ہیں۔ جن کی گھاٹیوں میں سے دریائے ستلج بہ کر آتا ہے۔ وہاں کے غریب لوگوں کا انہی بیجوں پر گُزارا ہے۔ کڑکڑاتا جاڑا پڑتا ہے۔ اَور مہینوں تک برف برستی ہے۔ وہاں ایسے موسم میں اَور کچھ فصل نہیں ہوتی۔ یہ بیج نہ ہوتے۔ تو وُہ بچارے برباد ہو جاتے + اُس رحیم و کریم خُدا کو دیکھو۔ جس نے ہمارے آرام کے لئے کیسے کیسے پودے اَور درخت پیدا کئے ہیں۔ اُس نے اپنی حکمت سے یہ انتظام کیا ہے۔ کہ چلغوزے کی لکڑی

پڑے ہوتے ہیں۔ لکڑی کے چھوٹے چھوٹے چپوؤں کی مدد سے پانی کاٹ کر ادھر اُدھر پھرتے ہیں۔ اور جو گُندہ بہتا آتا ہے۔ بڑی پھُرتی سے اُس کے پیچھے جاتے ہیں۔ اور کنارے پر لے آتے ہیں + یہاں سب گٹھے رگنتے ہیں۔ رسّوں اور بانسوں سے باندھتے ہیں۔ اور بیڑے بنا کر منڈیوں میں لے آتے ہیں +

دیار کی لکڑی بڑی قیمتی ہوتی ہے۔ پہلے ٹھیکے دار اس فکر میں رہتے تھے۔ کہ جتنا روپیہ کما جائے۔ جلدی سے کما لیں۔ اس لالچ میں اتنے درخت کاٹ ڈالے۔ کہ جنگل کے جنگل ویران کر دیئے + اب سرکار نے باقی جنگلوں کے بچاؤ کے لئے ایک تدبیر نکالی ہے۔ کہ بیج دار درخت رکھ لیتے ہیں۔ اور اُن کے آس پاس کے درخت کاٹ ڈالتے ہیں۔ کہ بیج کھُلی زمین پر گریں۔ اور نئی پود پیدا ہو۔ اور وہ بڑی ہو کر اپنے باپ دادا کی قائم مقام ہو۔ جو وہاں سے کٹ گئے تھے + اس کے سوا بہت سے ذخیرے بھی ہیں۔ اُن میں دیار کے پودے پلتے ہیں۔

تیرتے جاتے ہیں۔ تو کبھی پانی کے ریلے میں آکر
چکّر کھاتے ہیں۔ کبھی کسی چٹان سے ٹکراتے ہیں۔
کیونکہ پہاڑوں میں دریا اِس صفائی سے نہیں
بہتے۔ جیسے دیس میں۔ بلکہ وہاں بڑے زور شور
سے چھالیں مارتے ہیں۔ اور جھاگ لاتے ہیں۔
قدم قدم پر پتّھروں سے ٹکراتے ہیں۔ اُونچے اُونچے
مقام جو رستے میں پڑتے ہیں۔ وہاں چادریں
بن بن کر زور سے گرتے ہیں + اِن گٹھڑوں کو
پانی میں چھوڑ کر پھر کوئی خبر نہیں لیتا۔ آپ
ہی بہتے بہتے میدان کے قریب آ پہنچتے ہیں۔
یہاں دریا پہلے کی نسبت آہستہ بہتے ہیں۔
بہت سے لوگ اِنتظار میں کھڑے رہتے ہیں۔
اور مشکوں پر تیرتے ہیں۔ یہ بکری یا بھینس
کی کھالیں ہوتی ہیں۔ اِنھیں سی لیتے ہیں۔ اور
ہوا بھر کر مُنہ باندھ دیتے ہیں۔ اُوپر سے تیل
اور دیار کا روغن مل دیتے ہیں۔ کہ پانی سے
گل نہ جائیں۔ وہاں کے لوگ اِنھیں سرنایا ڈریں
کہتے ہیں۔ اِن آدمیوں کو اِس حالت میں دیکھیں۔
تو ایک تماشا معلُوم ہوتا ہے۔ مشکوں پر اوندھے

شاید تم حیران ہوگے۔ کہ ایسے بڑے بڑے درخت اور ایسے اونچے اونچے پہاڑوں پر۔ اور وہ پہاڑ بھی یہاں سے سینکڑوں کوس۔ انہیں دیس میں کیونکر لاتے ہونگے۔ بات یہ ہے۔ کہ ہماری خوش نصیبی سے یہ خوبصورت خوبصورت درخت اکثر ایسے پہاڑوں کی ڈھلانوں پر اُگا کرتے ہیں۔ جن کے بیچ میں ندی نالے چکر کھاتے ہوئے نیچے دیس کی طرف بہتے ہیں + جب کوئی درخت کاٹتے ہیں۔ تو آرے سے بڑے بڑے کندے کر لیتے ہیں۔ اور اُن پر مالک کا نشان کر دیتے ہیں۔ پھر پہاڑ کی ڈھلانوں پر لکڑیوں کی سڑک سی بنا کر ان کندوں کو بہتے پانی کی طرف لڑھکا دیتے ہیں + اگر پانی کم ہوتا ہے۔ تو چھوٹے چھوٹے کندے بناتے ہیں۔ کہ انہیں بہا سکے + جب ان کندوں کو اس لکڑی کی سڑک پر سے لڑھکاتے ہیں۔ تو عجب کیفیت ہوتی ہے۔ اور پانی میں گرتے ہیں۔ تو بڑے زور کا دھڑاکا ہوتا ہے۔ پانی پر جھاگوں کے بادل اُٹھتے ہیں۔ جب

تھوڑی دُور جا گرتا ہے۔ اِس سے دیار کا جنگل رفتہ رفتہ پھیلتا جاتا ہے +

جب پُورے قد کا دیار ہوتا ہے۔ تو اپنے بلند تنے۔ پھیلی ہوئی شاخوں اور کاہی پتّوں سے عجیب شان دکھاتا ہے۔ مگر جب چھوٹا سا پَودا ہوتا ہے۔ تو اُس وقت بھی کچھ کم خُوبصُورت نہیں ہوتا + پُرانے درختوں کے پاس نَوعُمر پَودوں کے جھُنڈ کے جھُنڈ کھڑے ہوتے ہیں۔ انہیں دیکھو۔ تو شاید یقین نہ آئے۔ کہ یہ چھوٹے چھوٹے نازک بچّے اِنھی دیوزاد ماں باپ کی اَولاد ہیں + اِن کا رنگ مُونگیا ہوتا ہے۔ بعضوں کا رنگ نیلا سا + جو شاخیں زمین کے قریب ہیں۔ وُہ سب سے لمبی ہوتی ہیں۔ اَور جوں جوں اُوپر کو دیکھتے جاؤ۔ ٹہنیاں چھوٹی ہوتی جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ چھوٹے درخت کی پتلی سی پھُننگ سر جھُکائے ہوگی۔ سارا پَودا ایک فوّارہ معلُوم ہوتا ہے۔ جس میں پانی کی بُوندوں کی جگہ مہین مہین ہری پتّیاں ہوتی ہیں +

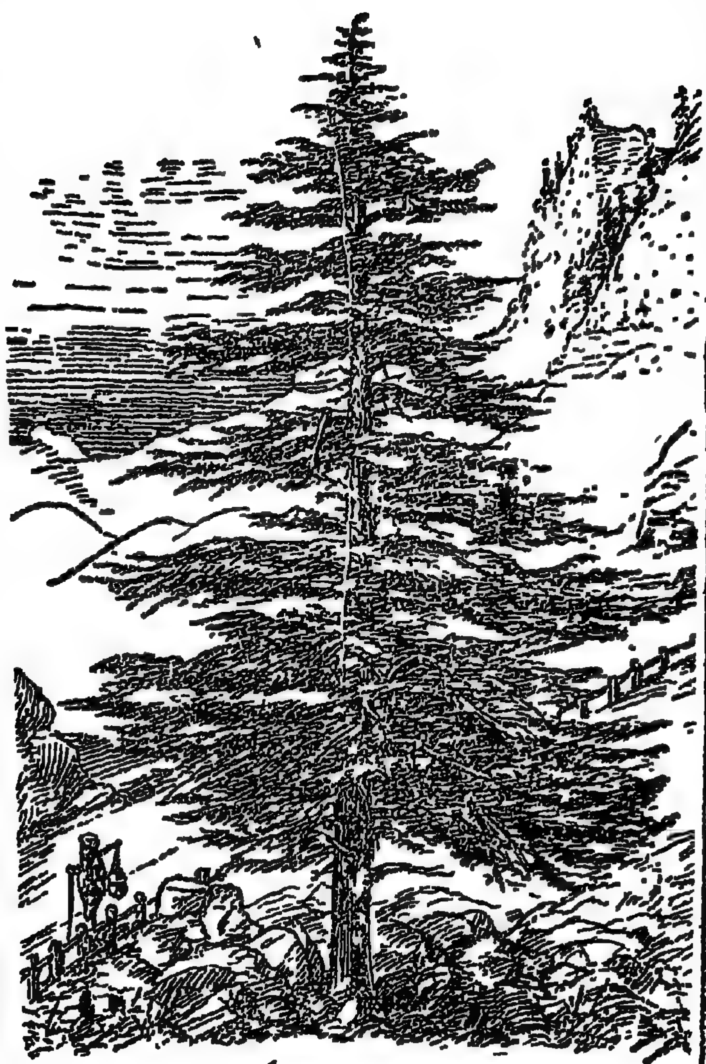
اگر تم دیار کی شاخ دیکھو۔ تو معلوم ہو جائے۔ کہ اُس میں اور دیس کے درختوں کی شاخوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اُس میں چوڑے چوڑے پتے نہیں ہوتے۔ اُن کی جگہ چھوٹی چھوٹی ٹہنیوں میں کاہی رنگ کی سُوئیاں سی لگی رہتی ہیں۔ یہ ہر برس نہیں جھڑتیں۔ کئی کئی برس تک رہتی ہیں۔ پُرانی آہستہ آہستہ جھڑتی جاتی ہیں۔ نئی نکلتی آتی ہیں۔ اور درخت سدا ہریالہ رہتا ہے۔ اِس کے پھل نہ شیشم۔ سرس کی پھلیوں سے ملتے ہیں۔ نہ آڑو۔ نارنگی اور اور میوہ دار درختوں کے پھلوں سے۔ اِس میں بطخ کے انڈے کے برابر ایک پھل گول اور سخت لگتا ہے۔ یہ پھل موٹے موٹے سخت چھلکوں سے بنا ہے۔ جو اُوپر تلے کھپروں کی طرح ہیں۔ اِن کے اندر چھوٹے چھوٹے بیج ہیں۔ جب پھل پک جاتا ہے۔ تو چھلکے الگ الگ ہو جاتے ہیں۔ اور بیج اندر سے گر پڑتے ہیں۔ بیج میں تیر کے پر کی طرح ایک چھوٹا سا بازو لگا ہوتا ہے۔ جب زمین پر گرنے لگتا ہے۔ تو بازو کے سبب ہوا سے اُڑکر

پہاڑ ہو۔ اُس پر بھی اُگ ہی نکلتا ہے۔ اُس کی پتلی پتلی درزوں میں مضبُوط مضبُوط جڑیں پیوشت کر ہی دیتا ہے۔ مگر حق تو یہ ہے۔ کہ پہاڑ کی سایہ دار طرف میں جہاں درختوں کے بڑے بڑے بن ہوتے ہیں۔ مٹّی نرم اور زمین گیلی۔ وہاں خُوب پھبکتا ہے ۔ یہ درخت بڑا قد آور ہے۔ دس پندرہ فُٹ کا گردہ ہوتا ہے۔ کوئی ڈیڑھ سَو فُٹ کی بلندی ۔ آہستہ آہستہ بڑھتا ہے۔ اگر کسی درخت کا دس فُٹ گردہ ہو۔ تو سمجھ لو۔ کوئی دو سَو برس کا ہے ۔ تُم شاید پُوچھوگے۔ کہ یہ کیونکر جانا؟ اِس کی پہچان یہ ہے۔ کہ دیار کے گنڈے کے سِرے کو غور سے خیال کرو۔ تو اُس میں بہُت سے حلقے ایک دُوسرے کے اندر نظر آئینگے۔ جو حلقہ سب سے باہر ہے۔ وُہ سب سے بڑا ہے۔ جو سب کے اندر ہے۔ وُہ ذرا سا نُقطہ معلُوم ہوتا ہے ۔ اصل میں ہر حلقہ لکڑی کی ایک تہ ہے۔ اِن حلقوں کو گِن کر درخت کی عُمر بتا سکتے ہو۔ کیونکہ تنے کے گِرد چھال کے اندر سال بسال ایک ایک تہ چڑھتی جاتی ہے ۔

سُوکھ کر کھنڈ ہو گئے ہیں - یہ چار سو برس سے زیادہ کے ہیں +

تُم نے اِس کی لکڑی تو بہت دفعہ دیکھی ہوگی- مگر درخت شاید نہ دیکھا ہو- وُہ سرد ہی مُلکوں میں ہوتا ہے - کوہِ ہمالیہ کی اُونچی اُونچی ڈھلانوں پر اُگتا ہے - اَور ہمارے گرم ضلعوں سے بہت دُور ہوتا ہے + دیار کا جنگل دیکھنے کا شوق ہو- تو کوہِ ہمالیہ میں کوسوں اندر ہی اندر چلے جاؤ - دیس کے بڑھئی اِسے دیار کہتے ہیں- جن پہاڑوں میں پیدا ہوتا ہے - وہاں کے لوگوں میں کیلو یا کوئی اَور اَیسا ہی نام مشہور ہے + کوہِ ہمالیہ کے سلسلے میں پہاڑ پہاڑ کی زبان میں فرق ہے - اِس لئے درختوں اَور اَور چیزوں کے نام ایک پہاڑ پر کچھ اَور ایک پر کچھ ہوتے ہیں +

یہ اَیسا شاندار درخت ہے - کہ جو اِسے پہاڑ پر ایک مرتبہ دیکھ لے - تو پھر کبھی نہ بھُولے- لمبی لمبی ٹہنیاں چاروں طرف پھیلاتا ہے- نیچے گھنی گھنی چھاؤں ڈالتا ہے - کیسا ہی لوہا لاٹ



دیودار یا دیار کا درخت

پنکھڑیوں اور سیپل میں ہے +

دیودار یا دیار کا درخت

تُم میں سے اکثروں نے دیار کی لکڑی دیکھی ہوگی - پنجاب میں بہت کام آتی ہے - شہتیر - کڑیاں میز - کرسیاں - الماریاں - گھر کے بہت سے ضروری سامان کثرت سے اسی کے بنتے ہیں - ریل کی سڑک پر جو پٹڑے بچھے ہوتے ہیں - اور اُن پر لوہا لگا ہوا - وُہ بھی اکثر اسی لکڑی کے ہوتے ہیں + جب دیار کی کوئی الماری کھولتے ہیں - تو اُس میں سے بڑی تیز بُو نکلتی ہے - حقیقت میں اِس بُو سے بڑا فائدہ ہے - دیمک اور اور کیڑے نزدیک نہیں آنے پاتے - نہیں تو اندر کی چیزیں برباد کر دیتے + دیار کی لکڑی نرم ہوتی ہے - جو چیز بناؤ - آسانی سے بن سکتی ہے - اِسی لئے بڑھئی بہت پسند کرتے ہیں + یہ بہت مُدّت تک چلتی ہے - کشمیر کے دارالخلافہ سری نگر میں ایک مسجد ہے - اُس کے بڑے بڑے ستون ثابت کے ثابت دیار کے لٹھے ہیں - یہ بالکل سیاہ پڑ گئے ہیں - اور

قدر ہے - اور یہی سبب ہے - کہ چین اور عرب کو بھی جاتا ہے + دس دن اور دس رات میں کھچتا ہے - ترکیب یہ ہے - کہ چورا اور جڑیں ایک گول میں رکھ کر پانی ڈال دیتے ہیں - اور نیچہ لگا کر نیچے آنچ کرتے ہیں - اندر سے بھاپ اُٹھتی ہے - اور نیچے کا رستہ لیتی ہے - ایک دیگچی ٹھنڈے پانی میں رکھی ہوتی ہے - بھاپ آہستہ آہستہ پانی بن کر اُس میں ٹپکتی ہے - یہ بھاپ عطر کو اپنے ساتھ لے کر اُٹھتی ہے - اور جب پانی بن کر دیگچی میں گرتی ہے - تو پانی کے اُوپر تیل کی تہ نظر آتی ہے - وُہی عطر ہے +

صندل کے چکنے چکنے پتّے ڈنٹھل سے دو دو نکلتے ہیں - ایک اِدھر - ایک اُدھر + پھول گچھے کے گچھے لگتے ہیں - اُن کا رنگ پہلے تو ہلکا زرد ہوتا ہے - مگر چند روز میں اُودے ہو جاتے ہیں - اِن میں کچھ چمک دمک نہیں ہوتی ہے - اِن کی پنکھڑیاں اور سیپل ایک ہی صورت اور ایک ہی رنگ کے ہوتے ہیں - اِس لئے دونو میں کچھ تمیز نہیں ہوتی - جیسا کہ نارنگی - پوست اور گلاب کی

امیروں کے تابوت بھی اِسی لکڑی کے بنتے ہیں + چھوٹے چھوٹے ٹکڑے مندروں میں دُھونی کے لئے جلاتے ہیں + چھپٹیاں ۔ ٹہنیاں اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑے عرب کو جاتے ہیں +

ہندوستان میں اِس کی لکڑی کئی ایک کام آتی ہے ۔ وُہ سخت ہوتی ہے ۔ اِس لئے اُس میں گُلکاری خُوب ہو سکتی ہے ۔ بیل بوٹے دار خُوبصُورت خُوبصُورت ڈِبیاں ۔ صندُوقچیاں ۔ کنگھیاں ۔ پنکھے اور بہت سی زیبائش کی چھوٹی چھوٹی چیزیں بناتے ہیں + ہندُو صندل کو گھس کر ٹیکا لگاتے ہیں ۔ اور اپنے اپنے ٹیکے کی وضع سے پہچانے جاتے ہیں ۔ کہ کِس دیوتا کو مانتے ہیں + یہاں بھی مندروں میں جلاتے ہیں + اِس کا بُرادہ دوا کے طور پر برتتے ہیں ۔ اور جب مچھروں کے کاٹنے یا گرمی دانوں سے جھلجھلاہٹ ہوتی ہے ۔ تو پانی میں مِلا کر لگاتے ہیں ۔ ٹھنڈک پڑ جاتی ہے +

اِس کا عِطر بہت سا تو جڑوں سے رکھچتا ہے ۔ اور کچھ چُورے سے بھی ۔ اُس میں بڑی مہک ہوتی ہے ۔ اِسی لئے ہندوستان میں اِس عِطر کی بڑی

سفید لکڑی جو نرم ہوتی ہے۔ اُسے دیمک کھا جاتی ہے۔ لیکن اندر کی لکڑی جو خوشبودار اور زردی لئے بھورے رنگ کی ہوتی ہے۔ اُسے نہیں کھاتی + اس کے بعد ان لکڑیوں کو غور سے چھانٹتے ہیں۔ اور صندل کی قسمیں مقرر کرتے ہیں۔ اوّل تو ٹھوس ٹکڑوں کو ہر ایک کی خوبی کے مطابق الگ الگ کرتے ہیں۔ پھر کھوکھلے ٹکڑوں کو۔ پھر جڑوں کو + جڑوں کا عطر نکلتا ہے۔ چھپٹیاں اور چورا جو بچ رہتا ہے۔ اُسے کوٹ لیتے ہیں۔ یہ دھونی کے کام آتا ہے + جہاں سے جڑیں پھوٹتی ہیں۔ اُس کے پاس کی لکڑی نہایت عمدہ ہوتی ہے۔ اور رنگ زیادہ گہرا۔ اور قیمت بھی سب سے زیادہ پاتی ہے۔ اوّل قسم کے ٹکڑے دس آنے سیر کے قریب بکتے ہیں +

جتنا صندل ہر سال کٹتا ہے۔ اس میں سے بہت سا چین کو جاتا ہے۔ چینی اُس کی بہت سی چیزیں بناتے ہیں۔ اور اُن میں گلکاری کرتے ہیں۔ اس فن میں اُن کو بڑا کمال ہے + وہاں

ہوتا ہے۔ اور خوشبو بڑی تیز + میدانوں میں کھیتوں کی طاقتور زمینوں میں جو اُگا کرتا ہے۔ اُس کا رنگ ہلکا ہوتا ہے۔ اور خوشبو بہت ہی کم +

صندل کا درخت چھوٹا ہوتا ہے۔ اور موٹائی میں نو انچ سے اکثر کم + عمدہ مہک کی بدولت ہزاروں برس سے لوگ اِس کے قدر دان ہیں۔ مگر کسی درخت میں رتھائی سے زیادہ خوشبودار لکڑی نہیں پائی جاتی۔ یہ اندر ہوتی ہے۔ اِس کے اُوپر سفید لکڑی کا ایک حلقہ۔ اُس میں خوشبو نہیں۔ بالکل نکما ہے +

صندل کے درخت سینکڑوں برس سے سرکاری مال سمجھے گئے ہیں + اب سرکارِ انگلشیہ اُنھیں کٹواتی ہے۔ سال بھر میں اُن کی تعداد مقرر ہے۔ اِس سے یہ مطلب ہے۔ کہ جتنے کٹیں۔ اُتنے ہی اور ہو جائیں۔ تاکہ ذخیرہ خالی نہ ہونے پائے + درختوں کو کاٹ کر اُن کی چھال اُتار لیتے ہیں۔ کوئی دو دو فٹ کے ٹکڑے کاٹ کر زمین میں دبا دیتے ہیں۔ کئی ہفتے کے بعد نکالتے ہیں۔



صندل یا چندن کا درخت

مگر یہ دستور پنجاب میں کم ہے + ہندوستان میں اکثر جگہ عید بقرعید کو عطر ضرور لگاتے ہیں۔ اور بعض دولتمند تو بارہ مہینے عطر میں بسے رہتے ہیں +

صندل یا چندن کا درخت

ہندوستان میں ایسا کون ہے۔ جو اس کی مہکتی لکڑی کو نہ جانتا ہو + یہ درخت ہندوستان میں ہر جگہ نہیں ہوتا۔ دکن کے خشک ضلعوں میں ہوتا ہے۔ خاص کر میسور اور مغربی گھاٹ کی ڈھلانوں میں اُگا کرتا ہے۔ اور جزیرۂ لنکا میں بھی پیدا ہوتا ہے + خود رو پودا خوب پھبکتا ہے۔ اور تیس برس میں پورا درخت ہو جاتا ہے۔ یہ درختوں کے گھنے جنگلوں میں کم ملتا ہے۔ کھیتوں کی مینڈوں میں بہت اُگا کرتا ہے۔ اکثر پہاڑوں کی پتھریلی زمینوں میں ڈھلانوں پر کہیں اکّا دُکّا۔ کہیں چھوٹے چھوٹے جھنڈ ہوتے ہیں + جب ایسے موقع پر اُگتا ہے۔ تو اپنے کمال پر آ جاتا ہے۔ زردی لئے بھورا رنگ

کسی باسن میں رکھتے ہیں۔ صبح کو پھولوں کے تیل
کی ایک بہت باریک تہ اوپر آ جاتی ہے۔ اُسے
ایک پر سے اٹھا اٹھا کر بوتل میں بھر لیتے ہیں۔
لیکن بہت سے عرق میں سے ذرا سا عطر نکلتا
ہے۔ یہی سبب ہے۔ کہ گلاب کا خالص عطر بڑا
مہنگا ہوتا ہے۔ کم سے کم پچاس روپے تولہ آتا
ہے۔ بعض وقت سو روپے تولے کا بھی ہوتا
ہے۔ مگر اب تو شاید ہی ایسا عطر کوئی بناتا ہو۔
جو بازاروں میں بکتا ہے۔ وہ چنبیلی کے عطر کی
طرح صندل کی بُٹ دے کر کھینچتے ہیں۔ یہ ایک
دو روپے تولہ بکتا ہے۔ کبھی کبھی بے ایمان
گندھی اس عطر کی دو چار بوندیں صندل کے
تیل میں ملاتے ہیں۔ اور عطرِ گلاب کے نام
سے دام کماتے ہیں۔

درباروں میں رخصت کے وقت عطر اور پان
دینے کا عام دستور ہے۔ اہلِ اسلام اپنی متبرک
مجلسوں میں اور ہندو مسلمان دونو شادی کے
جلسوں میں اپنے مہمانوں کو پان کھلاتے
ہیں۔ اور اُن کے کپڑوں میں عطر ملتے ہیں۔

کیونکہ ایک دفعہ کھچا ہے۔ اور جو گلاب بازاروں میں بکتا ہے۔ وہ اکثر یہی ہوتا ہے + اگر اس سے تیز چاہتے ہیں۔ تو اس عرق کو پھر ایک دیگچے میں ڈالتے ہیں۔ اور گلاب کی تازی تازی پنکھڑیاں اُس میں اور ملاتے ہیں۔ اور پھر اُسی طرح کھینچتے ہیں۔ چونکہ یہ عرق دو دفعہ کھچا ہے۔ اسے دو آتشہ کہتے ہیں۔ بعض دفعہ یہی عمل تین دفعہ کرتے ہیں۔ اسے سہ آتشہ بولتے ہیں۔ اور اسی طرح چہار آتشہ +

ہندوستان کے لوگ گلاب سے طرح طرح کے کھانوں اور مٹھائیوں کو خوشبودار کرتے ہیں۔ عجب مہک ہو جاتی ہے + شربتِ ورد ہلکا سا جُلاب ہے۔ اور معدے کو قوت بھی دیتا ہے + اہلِ اسلام گلاب کو گلاب پاشوں میں بھر کر بعض مقدس جلسوں میں اہلِ محفل پر چھڑکتے ہیں۔ مُردوں کے کفنوں پر ڈالتے ہیں۔ تعزیوں پر چھڑکا کرتے ہیں +

جب اس کا عطر نہایت خالص بناتے ہیں۔ تو پہلے اُسی روز کے کھچے ہوئے گلاب کو رات بھر

اس میں سے زیادہ عطر نکلتا ہے + اس کا نام دیسی یا فصلی گلاب مشہور ہے +

گلاب کی پنکھڑیاں اس ملک میں دوا کے طور پر برتی جاتی ہیں - کھانڈ ملا کر گلقند بناتے ہیں - بچوں کو دیتے ہیں - اور اکثر انہیں جن کو ضعفِ معدہ ہوتا ہے +

ہندوستان میں گلاب اکثر خوشبو کے لئے زیادہ بوتے ہیں - اور یہاں اکثر جگہ اس کا عرق اور عطر کھینچتے ہیں + اس کا عطر سارے جہان میں مشہور ہے - خالص تو سب عطروں سے بیش قیمت ہوتا ہے +

عرق اس طرح کھینچتے ہیں - کہ دیگچے میں پانی اور بہت سی گلاب کی پنکھڑیاں ڈال کر نیچے آنچ کرتے ہیں - پھولوں میں جو تیل ہوتا ہے - بھاپ بن جاتا ہے - اور پانی کی بھاپ کے ساتھ نیچے سے ہو کر باسن میں نکل آتا ہے - پانی کا بھاپ بن کر باسن میں آنے کا بیان چنبیلی کے ذکر میں آچکا ہے + تیل کی بھاپ ٹھنڈی ہو کر پانی کے ساتھ ملی رہتی ہے - اسی کا نام یک آتشہ گلاب ہے -

ہوتے ہیں۔ باہر کے دَور کو اصلی پنکھڑیاں سمجھو۔ اصل میں یہ گُلاب بھی ایسا ہی تھا۔ جیسے خوُد رو گُلاب۔ مگر برسوں کے عرصے میں بعض زیرے کھِل کر پنکھڑیاں بن گئے ہیں + یورپ میں گُلاب کو بہُت پسند کرتے ہیں۔ وہاں اِس کی قِسموں کا کچھُ شمار نہیں۔ اَور رنگ بھی درجہ بدرجہ بہُت مُختلف ہیں۔ کوئی بہُت ہی گہرا قِرمِزی۔ کوئی گُل انار۔ کوئی گُلابی۔ کوئی نرا سفید۔ کوئی زردی لئے۔ پھر بھی ہر سال نئی نئی قِسمیں نِکلتی رہتی ہیں۔ کیونکہ اکثر شوقین اپنا بہُت سا وقت اِس کام میں خرچ کرتے ہیں۔ کہ ہم کِس ترکیب سے نئے نئے رنگ اَور انوکھے ڈھنگ کے گُلاب پیدا کریں + ہندوستان میں پہاڑوں کے سوا جِتنے گُلاب دیکھتے ہو۔ سب لگائے ہُوئے ہیں + اِن میں ہلکے گُلابی رنگ کا پھُول کثرت سے ہوتا ہے۔ اِس کی کلیاں خوُبصُورت ہوتی ہیں۔ مگر جب پھُول کھِل جاتے ہیں۔ تو پنکھڑی پنکھڑی الگ ہو کر جھڑ جاتی ہے + اِس گُلاب کی مہک بڑی تیز ہوتی ہے۔ اِس واسطے اَور گُلاب کی نسبت

ہیں۔ جن کے سرے نلی کے تنگ حلق میں بھیجے ہوئے ہیں + نارنگی اور پوشت کے پھولوں کے پتنڈیل بھی کئی الگ الگ ٹکڑوں سے جُڑ کر بنتے ہیں۔ مگر اُن میں ٹکڑے ایسے جُڑے ہوتے ہیں کہ جُدا نہیں معلوم ہوتے + گُلاب کی نلی اور پتنڈیل سے ڈوڈے کی شکل کا ایک پھل پیدا ہوتا ہے۔ وہ پک کر اکثر سُرخ ہو جاتا ہے + بعض قسموں کے پھولوں کے ڈوڈے بڑے ہوتے ہیں۔ اور اُن میں کھٹا سا گُودا۔ بعض مُلکوں میں اُس کا مُربّا بناتے ہیں + گُلاب کے پتّے کئی چھوٹی چھوٹی پتّیوں سے مِل کر بنتے ہیں۔ اور یہ اکثر پانچ اور کبھی زیادہ بھی ہوتے ہیں۔ ایک ڈنٹھل کے سرے پر۔ باقی ڈنٹھل سے دو دو نکلتے ہیں۔ ایک اِدھر ایک اُدھر +

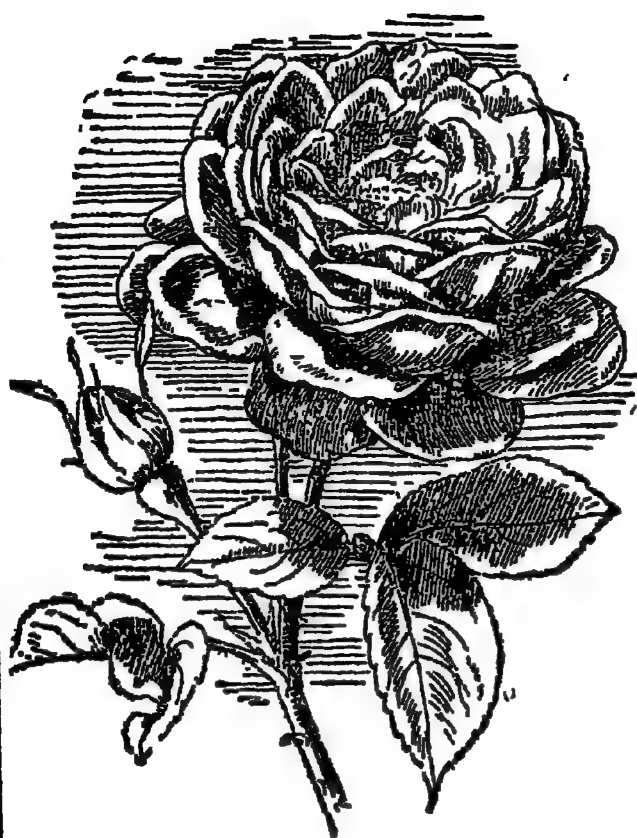
خُود رَو گُلاب کئی مُلکوں میں ہوتا ہے۔ مگر ہندوستان میں پہاڑوں کے سِوا اور کہیں نہیں ہوتا + پہلے ذِکر ہو چُکا ہے۔ کہ اِس میں صِرف پانچ پنکھڑیاں ہیں۔ مگر باغوں میں جو گُلاب مالی لگاتے ہیں۔ اُن میں پنکھڑیوں کے کئی کئی دور

کوہِ ہمالیہ میں کئی مقاموں پر خُود رو گُلاب
بہت پایا جاتا ہے۔اِس کی کئی قِسمیں ہیں۔اِن
میں سے ایک قِسم کے گُلاب کی بیل کثرت سے
مِلتی ہے۔نہایت خوبصُورت ہوتی ہے۔اَور پھُول
میں بھی بڑی خوشبُو آتی ہے۔اِس لئے اِس کا
نام خُود رو مُشک گُلاب پڑ گیا ہے۔ جو پہاڑ
بہت اُونچے نہیں ہیں۔اُن میں یہ گُلاب کثرت
سے نظر آتا ہے۔درختوں پر چھایا ہوتا ہے۔اَور
اُنھیں سفید برّاق پھُولوں سے ڈھانک لیتا ہے۔
اگر خُود رو گُلاب کا ایک پھُول لے کر دیکھو۔
تو اُس میں پانچ سیپل ہونگے۔یہ جُڑے ہُوئے
نہیں ہیں۔جیسے نارنگی کے پھُول میں بلکہ الگ
الگ ہیں۔اِن کے اندر پانچ پنکھڑیاں ہیں۔
اِن میں بہت سے زیرے۔جو ایک چھوٹی سی
نلی کے مُنہ پر کھڑے ہیں۔اگر نلی کو نیچے کی
طرف سے کاٹ کر دو ٹکڑے کر دو۔تو معلُوم
ہوگا۔کہ اِس کی شکل صُراحی کی شکل سے کچھ
مِلتی ہے۔پسٹل اِس صُراحی یعنی نلی کے اندر
ہے۔مگر اِس پسٹل کے کئی ٹکڑے الگ الگ

یعنی خشخاش میں نشہ نہیں + خشخاش کا شربت
زکام کی دوا ہے۔ حلوے اور کھانے کی اور چیزوں
میں بھی کام آتی ہے + اس میں تیل ہوتا ہے۔
نیند نہ آتی ہو۔ تو سر پر ملتے ہیں۔ نقاش روغنوں
میں ڈالتے ہیں۔ جن ضلعوں میں پوست زیادہ
بویا جاتا ہے۔ وہاں چراغ میں جلاتے ہیں۔ اور
کھاتے بھی بہت ہیں + جب پوست کے ڈوڈوں
میں سے افیم اور خشخاش نکال لیتے ہیں۔ تو خالی
ڈوڈے ٹکور کے کام آتے ہیں + بعض جگہ
بھگو رکھتے ہیں۔ اور نشے کے لئے اِن کا پانی پیا
کرتے ہیں۔ ہندوستانی حکیم کبھی کبھی کھانسی اور
باری کے بخار اور اور بیماریوں کے لئے بھی
بتایا کرتے ہیں +

گُلاب

کوئی ایسا مُلک نہیں۔ جہاں کے شاعروں
نے اِس کی تعریف نہ لکھی ہو۔ اور ہے بھی
یہی۔ کہ خوبصورتی اور خوشبو میں اِس پھول سے
بڑھ کر کوئی پھول نہیں +



گلاب

رہتی ہے۔ تھوڑی ہی دیر بعد بیچارا عجیب مُصیبت اور عذاب میں پڑ جاتا ہے + اِس میں ایک اور خرابی کی بات یہ ہے۔ کہ جہاں ایک دفعہ عادت ہُوئی۔ پھر اِس کے پنجے سے چھُٹنا مُشکل + اگرچہ افیمی بھی خُوب جانتا ہے۔ کہ یہ آہستہ آہستہ میرا کام تمام کیئے جاتی ہے۔ تاہم چھوڑ بھی نہیں سکتا +

ہندوستان میں بعض بے وُقُوف عورتیں اپنے رونے بچّوں کو افیم دیا کرتی ہیں کہ یہ سو رہیں اور ہمیں فُرصت ملے + بچّے ماں باپ کو افیم کھاتے دیکھتے ہیں۔ تو کوئی مزے کی چیز سمجھ کر کبھی آپ بھی کھا لیتے ہیں۔ اور مُفت اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ ایسی حالت میں بچّے کو رائی اور نمک پیس کر نیم گرم پانی میں پلائیں۔ اور قے کرائیں۔ پھر اگر نیند آنے لگے۔ تو چلنے دیں۔ وُہ نہ ملے۔ تو کھڑے کا پانی ہی پلائیں +

نشے دار رس فقط پوست کے ڈوڈوں ہی میں نہیں۔ بلکہ ڈنٹھلوں۔ پتّوں اور پھول کے سب حِصّوں میں تھوڑا تھوڑا ہوتا ہے۔ مگر بیج

پیدا ہو۔ کسانوں کو وہ سب کی سب سرکار ہی کے ہاتھ بیچنی ہوتی ہے۔ مالوے کی افیم زیادہ تر چین کو جاتی ہے۔ مگر وہاں اُس کی مانگ روز بروز کم ہوتی جاتی ہے۔ کچھ عرصہ ہُوا۔ ہندوستان میں بہت جگہ افیم پیدا ہوتی تھی۔ اور اُس میں سے زیادہ تر چین کو جاتی تھی۔ مگر جب چین میں اِس کے کھانے سے بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہُوئیں۔ تو وہاں کی سرکار نے اِس کا منگانا بہت کچھ بند کر دیا۔ اِسی سبب سے اب ہندوستان میں پہلے کی نسبت افیم کی پیداوار بہت کم ہے۔ یہ اکثر چیزوں سے بیش قیمت ہے۔ جو ہندوستان میں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ دوا میں بھی بہت کام آتی ہے۔ درد کے رفع کرنے میں اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ بیمار بیچارا درد کے مارے کیسا ہی تڑپ رہا ہو۔ جہاں اِس کی ایک گولی کھائی اور آرام سے سو رہا۔ افیم اگرچہ بڑی مفید چیز ہے۔ مگر چین اور ہندوستان میں اِس کے کھانے سے بڑی بڑی خرابیاں بھی پیدا ہوتی ہیں۔ تم جانتے ہو۔ کہ جب تک نشہ رہتا ہے۔ افیمی کی طبیعت خوش

رِسنے لگیگا + اگر ڈوڈے کو تراش کر دو ٹکڑے کریں۔ تو ننھے ننھے سبز بیجوں کے چھوٹے چھوٹے گچھے الگ الگ خانوں میں دکھائی دینگے +

جب سفید پھولوں کا سارا تختہ کھلا ہوتا ہے۔ تو کسان رس جمع کرنے لگتا ہے۔ مزدور کھیتوں میں جاتے ہیں۔ اور ڈوڈوں کو احتیاط کے ساتھ کئی جگہ ایک آلے سے چیر دیتے ہیں۔ اسے نشتر یا قلم کہتے ہیں۔ اس میں تین نوکیں ہوتی ہیں + جو رس نکلتا ہے۔ خشک ہو کر بھورا ہو جاتا ہے۔ اُسے کھرچ لیتے ہیں۔ اس کو کچی افیم کہتے ہیں +

ہندوستان میں دو قسم کی افیم ہوتی ہے۔ اُن میں سے ایک کو بنگال کی افیم کہتے ہیں۔ اور دوسری کو مالوے کی + پہلی قسم تو صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ میں ہوتی ہے۔ اور دوسری راجپوتانہ اور وسط ہند کی چند دیسی ریاستوں میں + ان مقامات کے سوا کسی اور جگہ افیم کی کاشت کی سرکار کی طرف سے ممانعت ہے +

صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ میں سرکاری لائسنس بغیر کوئی شخص پوست نہیں بو سکتا۔ اور جتنی افیم

اَور اُنھیں تھوڑی دُور کھیتوں میں لگا دیتے ہیں ۔ کہیں مٹّی میں مِلا کر بکھیرتے ہیں ۔ بعض یُوں ہی بکھیر دیتے ہیں ۔ پر اِس میں بڑا نُقصان ہوتا ہے ۔ اِس کی نرم نرم کونپلیں نکلنے پر بھی کِسان کی محنت پُوری نہیں ہو چکتی ۔ ہمیشہ کھیت میں سے گھاس پھُوس اُکھیڑتا ہے ۔ اَور زمین کو گوڑتا ہے ۔ جب جا کر فصل اچھّی ہوتی ہے ۔ نکلتے جاڑے پھُول کھِلتے ہیں ۔ اِنھیں سب پہچانتے ہیں ۔ مہین مہین باریک کاغذ جیسی پنکھڑیاں اکثروں میں تو چار ہیں ۔ بعض میں چھ ۔ یہ ایسی نزاکت سے لگی ہوتی ہیں ۔ کہ ذرا چھُوا اور گر ہیں ۔ پنکھڑیوں کے اندر بہُت سے زیرے ہوتے ہیں ۔ اَور اُن کے بیچ میں پسٹل ۔ جس سے ڈوڈا بنتا ہے ۔ تُم اِس کی ایک کلی لے کر دیکھو ۔ اِن پنکھڑیوں کے باہر دو تین سیپل نظر آئینگے ۔ مگر جس وقت بڑی بڑی سمٹی ہُوئی پنکھڑیاں کھِل جاتی ہیں ۔ تو سیپل بہُت جلد جھڑ جاتے ہیں ۔ جب ڈوڈا پھُولوں کے بیچ میں بن جائے ۔ تب اگر اُس کے ہرے ہرے چھلکے کو گودیں ۔ تو سفید دُودھ سا رس

ہی بھلا معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ پوست کے پھولوں کے رنگ الگ الگ ہیں۔ مگر ایک بات سب میں یکساں ہے۔ کہ ڈنٹھل اور ڈوڈے میں سفید دودھ سا رس ہوتا ہے۔ اِسی رس کے لئے کسان اِن کھیتوں پر بڑی جان کھپاتا ہے۔ پوست کی قسموں میں سے سفید پھولوں کے اونچے اونچے پودوں میں زیادہ رس نکلتا ہے۔ انہیں ہندوستان میں کثرت سے لگاتے ہیں۔

اوّل تو کئی دفعہ ہل جوتتے ہیں۔ ڈھیلوں کو توڑ کر مہین کر دیتے ہیں۔ کہ اس کے ننھے ننھے بیجوں کی نازک کونپلیں ڈھیلوں میں سے پھوٹ نہیں سکتیں۔ پھر کھیتوں میں بہت سی کھات ڈالتے ہیں۔ کہ زمین جتنی طاقتور ہوگی۔ اُتنا ہی زیادہ رس پودوں میں پیدا ہوگا۔ بونے میں بھی بڑی خبرداری چاہیئے۔ کیونکہ اس کے مہین مہین بیج اگر اور بیجوں کی طرح بکھیر دیں۔ تو گچھے کے گچھے اکٹھے اگ رہیں۔ اِس خرابی کا یہ علاج ہے۔ کہ بعض جگہ اِس کے بیجوں میں تھوڑا سا گوبر اور مٹی ملا کر کسان گولیاں بنا لیتے ہیں۔

سکنجبین بناتے ہیں۔ شربت میں نچوڑ کر گرمیوں میں پیتے ہیں۔ نمک مرچ لگا کر صفراوی تپوں میں چوستے ہیں +

پوست

ذرا ان پھولوں کے تختے کی طرف دیکھنا۔ کیا بہار ہے۔ آہا! سفید سفید پھول دھوپ میں کیا روشن نظر آتے ہیں! نرم نرم ہوا چلنے سے کیسے لہلہاتے ہیں! پوست کے پھولوں میں اگر خوبصورتی ہی ہوتی۔ اور کچھ خوبی نہ ہوتی۔ تو بھی لوگ اسے باغوں میں رونق سمجھ کر لگاتے۔ مگر ہندوستان میں ایسا کون ہے۔ جو یہ نہ جانتا ہو؟ کہ اس کے پھول اپنی بہار ہی نہیں دکھاتے۔ بلکہ کسان کو نہال بھی کر دیتے ہیں +

پوست کے بہتیرے پھولوں کے رنگ نہایت چمکیلے ہوتے ہیں۔ بعض سرخ ہیں۔ بعض گلابی۔ بعض کاسنی۔ بعض سفید + پہاڑ کے اونچے اونچے مقاموں میں اسی طرح کا ایک اور خوبصورت پودا ہوتا ہے۔ اس کے پھول کا کئی رنگ بہت



پلشت

وہاں کی نارنگیاں مزے دار ہوتی ہیں + اِن کا
چھلکا یہاں کی نارنگیوں کی طرح ڈھیلا نہیں ہوتا۔
پھانکوں سے ایسا چپکا ہوتا ہے۔ کہ سارا اُترنا
مُشکل ہے + کئی برس ہُوئے۔ کہ ایسی نارنگیوں
کی پود جزیرۂ مالٹا سے لا کر گوجرانوالے میں
لگائی تھی۔ اب پنجاب کے بہت سے شوقینوں نے
اپنے اپنے باغوں میں اِس کے درخت لگائے
ہیں +

کھٹے کے پھولوں کو پنجاب میں ہندو کرنا
کہتے ہیں۔ اور مُسلمان بہار کے پھول + جس
طرح چنبیلی کے بیان میں ذکر ہو چکا ہے۔ اُسی
طرح اِس کا بھی عِطر اور پھلیل نکلتا ہے + اِس
کا پھل بہت کھٹا ہوتا ہے۔ پھر بھی لوگ کھاتے
ہیں۔ خصوصاً پنجاب کی عورتیں اور لڑکیاں +
رس رنگوں کے نکھارنے اور صاف کرنے میں
کام آتا ہے۔ اور اور کاموں میں بھی صرف ہوتا
ہے۔ بھُنے ہوئے یا اُبلے ہوئے آلو۔ کچالو۔ اور
گھنگنیوں میں نمک مرچ مِلا کر اِس کا رس نچوڑتے
ہیں + کاغذی نیبو کا اچار بہت ڈالتے ہیں۔

ایک شاخ نکل کر بڑھ جاتی ہے۔ اُس میں جو
شاخیں نکلتی ہیں۔ وُہ کٹی ہُوئی شاخوں کی قائم
مقام بنتی ہیں۔ اور اُن میں کھٹے یا میٹھے کی
جگہ نارنگیاں لگتی ہیں +

اِس کا درخت اکثر بہت بڑا نہیں ہوتا +
فرانس کے دارالسّلطنت پیرس کے قریب ایک
خُوشنما باغ ہے۔ اُس میں تیس فٹ اُونچا ایک نارنگی
کا درخت ہے۔ اُس سے بڑا آج تک کہیں معلوم
نہیں ہُوا۔ کہتے ہیں۔ کہ اُس کی عُمر چار سَو
برس کی ہے + جزیرۂ سارڈِنیا میں چند درخت
ایسے ہیں۔ جن کا گھیر دو گز ہے۔ اِن کی عُمر
سات سَو برس کی بتاتے ہیں +

خیال کرتے ہیں۔ کہ یہ درخت ہندوستان سے
نکلا ہے۔ مگر اب یورُپ اور ایشیا کے سارے جنُوبی
مُلکوں میں اور دُنیا کے اور مختلف مقاموں میں
موجود ہے۔ انگلستان میں ایسی سردی ہوتی ہے۔
کہ وہاں اس کا پودا پھبکتا نہیں +

یورُپ میں اِن درختوں کی بڑی خبرداری
ہوتی ہے۔ اِس لئے ہندوستان کی نارنگیوں سے

کرتے ہیں + بعض مُلکوں میں چھلکوں کی تلخی لے کر دوا بناتے ہیں۔ کھانے سے پہلے پیتے ہیں۔ تو خُوب بھُوک لگتی ہے +

تُم جانتے ہو۔ کہ جب نارنگی کا چھلکا اُتار لیتے ہیں۔ تو اُس کی پھانکیں آسانی سے الگ ہو جاتی ہیں۔ ہر ایک پھانک میں اکثر ایک یا زیادہ بیج ہوتے ہیں + جو زمین اِن بیجوں کے مُوافق ہو۔ اگر اُس میں بوئے جائیں۔ تو اُگ کر نارنگی کے درخت ہو جائینگے۔ مگر پیوند لگانے کا زیادہ رواج ہے + اِس کی ترکیب یہ ہے۔ کہ نارنگی کی چھال کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا اُتار لیتے ہیں۔ جس میں آنکھ نکلنے کو ہو۔ کسی اَور درخت خاص کر کھٹے یا میٹھے کی شاخ میں سے بھی اُتنی ہی چھال چھیل دیتے ہیں۔ پھر نارنگی کی چھال کو میٹھے کی چھلی ٹہنی میں رکھ کر باندھ دیتے ہیں۔ یہ عمل اکثر دو شاخوں پر کرتے ہیں + اِس کے بعد پیوند لگی شاخ کو اُوپر سے کاٹ دیتے ہیں۔ باقی اَور شاخوں کو بھی چھانٹ دیتے ہیں۔ اب نارنگی کی آنکھ پر سے

ہوتا ہے۔ جس کا ذکر شہد کی مکھی کے بیان
میں ہو چُکا ہے + اگر پنکھڑیاں اور زیرہ نکال
لو۔ تو بیچوں بیچ کا حصّہ دکھائی دیگا۔ اِسے انگریزی
میں پسٹل کہتے ہیں۔ اسی سے اپنے وقت پر پھل
بنتا ہے + پسٹل کو کاٹو۔ تو نیچے کی طرف چھوٹے
چھوٹے خانے معلوم ہونگے۔ اور ہر ایک خانے
میں ننھے ننھے بیج دکھائی دینگے + زیروں کا
غبار نہ ہوتا۔ تو پسٹل سے نارنگی نہ بنتی۔ مگر
اِس کا ذکر اگلی کتاب میں آئیگا +
پھل کی تعریف کچھ ضرور نہیں۔ ہندوستان
میں کونسا بچہ ہے۔ جسے نارنگی کی رسیلی پھانکوں
کا کھٹ مِٹھا مزا یاد نہ ہوگا؟ یہ پھل بہتیرے
کام آتا ہے۔ اِس کا شربت نہایت مُفرّح ہوتا
ہے۔ گُودے اور چھلکے کا بڑا لذیذ مربّا بنتا
ہے + چھلکوں کو سکھاتے ہیں۔ صندل خشخاش
اور اور چیزیں اُس کے ساتھ مِلاتے ہیں۔ پھر
سب کو خُشک پیس لیتے ہیں۔ اِسے اُبٹنا کہتے
ہیں۔ شادیوں میں دُولھا دُلہن کے ملتے ہیں۔
امیر کھانے کے بعد اکثر اِس سے ہاتھ دھویا

سارا باغ مہک جاتا ہے +
آؤ اِس کا ایک مہکتا پھول اُٹھائیں + ذرا غور سے دیکھو- ڈنڈی کے سرے پر ایک چھوٹی سی پیالی ہے- پیالی کے کنارے کے اِرد گِرد چھوٹے چھوٹے پانچ کنگرے ہیں- یہ پیالی حقیقت میں پانچ چھوٹی چھوٹی پتّیوں سے بنی ہے- یہ پتّیاں آپس میں جُڑی ہُوئی ہیں- اور کنگرے اِنہی کی نوکیں ہیں + اِن پتّیوں کو انگریزی میں سیپل کہتے ہیں + پیالی کے اندر سفید سفید پانچ کھلی ہُوئی پنکھڑیاں ہیں + پنکھڑیوں کو اچھی طرح سے دیکھو- تو اُن پر بہتیری ننھی ننھی چتّیاں نظر آئینگی- یہ حقیقت میں تیل سے بھری ہُوئی چھوٹی چھوٹی تھیلیاں ہیں + پھولوں میں سے جو تیز مہک نکلتی ہے- وہ اِسی تیل میں سے آتی ہے + پنکھڑیوں کے اندر چھوٹی چھوٹی چیزیں کھڑی ہوتی ہیں- جیسے سُوت کے ٹکڑے- اِنھیں زیرہ کہتے ہیں- اِن کے کئی گچھے ہوتے ہیں + ہر ایک زیرے کے سرے پر زرد زرد روے سی ایک گھنڈی ہے- اُس میں مہین مہین غبار سا



نارنگی یا رنگترہ

درختوں کا بیان

نارنگی یا رنگترہ

نارنگی کا درخت ہندوستان میں بہت پسند کرتے ہیں۔ باغ کو بڑی زینت دیتا ہے + پتّوں کی گہری گہری سبزی۔ جھلکتی چمکتی رنگت دیکھ کر بارہ مہینے آنکھوں میں ٹھنڈک پڑتی ہے۔ کیونکہ یہ بھی کھٹّے۔ کاغذی نیبو۔ میٹھے۔ گلگل اور چکوترے کی طرح سدا بہار درخت ہے + اُنھی کی طرح اس کی یہ خاصیت ہے۔ کہ پھول اور پھل دونو ایک ہی موسم میں اپنا اپنا رنگ دکھاتے ہیں۔ یہ بات اکثر پودوں میں نہیں پائی جاتی + اس کے ایک ہی درخت سے کھلے ہوئے خوشبودار پھول بھی چُن لو۔ اور ہری ہری گٹھلیاں۔ سُرخ۔ زرد۔ پکّی پکّی نارنگیاں جو چاہو۔ توڑ لو۔ مگر پھولوں کی بہار آتی گرمی ہی میں ہوتی ہے۔ اس وقت میٹھی میٹھی خوشبو سے

موتی غلاف کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ ہڈی یا پیتل کو نکال ڈالتے ہیں۔ اور اُس کی جگہ موم بھر دیتے ہیں۔ اور پھر ذرا سا غلاف کا ٹکڑا اُوپر لگا دیتے ہیں۔ کہ دیکھنے میں ثابت موتی نظر آتے ہیں۔ مگر یہ بہت قیمت نہیں پاتے۔ بعض پیسے پیسے آتے ہیں۔ اور ایسے بہت کم ہوتے ہیں۔ جن کی قیمت تین آنے سے زیادہ ہو۔ کبھی کبھی بدھ کی چھوٹی چھوٹی تصویریں بھی بنا کر غلافوں میں ڈال دیا کرتے ہیں۔ اُن پر بھی وُہی چیز جم جاتی ہے۔

فرانس میں جھوٹے موتی اب ایسی حکمت سے بناتے ہیں۔ کہ سچے موتیوں میں ملا دو۔ تو نگاہ والے جوہری ہی اُنھیں پہچانینگے۔

چاقوؤں کے دستے۔ بٹن اور بہت سی اور چیزیں سیپ کی بنتی ہیں۔ اکثر پچی کاری کے بیل بوٹوں میں لگاتے ہیں۔ طرح طرح کی زیبائش کی چیزوں کے بنانے میں بھی کام آتی ہے۔

اُنھیں لمبے کٹھڑوں میں رکھتے ہیں۔ جو کھوکھلے درختوں کے بنے ہوتے ہیں۔ اب سمندر کے کھاری پانی سے دھو دھو کر موتی نکالتے ہیں۔ اور جمع کرتے جاتے ہیں۔ پھر ان پر جِلا دیتے ہیں۔ اور بہتوں کو بندھوا کر لڑیوں میں پروتے ہیں۔ سوداگروں کے ہاتھ بیچ ڈالتے ہیں۔

چین میں ایک مقام ہے۔ جہاں اسی طرح کا ایک جانور ہوتا ہے۔ لوگ بہت سے جمع کرکے تالابوں میں پالتے ہیں۔ برس میں ایک دفعہ انھیں اکٹھا کرکے ان کے غلاف کھولتے ہیں۔ سیپیل۔ ہڈی یا اور سخت چیزوں کے ننھے ننھے ٹکڑے کرکے غلافوں کے اندر رکھ دیتے ہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ ایک قسم کی مچھلی کے چھلکوں کو پیستے ہیں۔ اُن میں پانی ملاتے ہیں۔ اور چمچے سے بھر بھر کر اندر ڈال دیتے ہیں۔ کوئی دس مہینے میں ان جانوروں کو پانی میں سے پھر نکالتے ہیں۔ اس وقت معلوم ہوتا ہے۔ کہ اندر چھوٹے چھوٹے

جا پہنچیں۔ ایک مضبوط چھرا ساتھ لے جاتے ہیں۔ جانور جو پہاڑ کی چٹانوں میں چمٹے ہوتے ہیں۔ اس سے انھیں کاٹتے ہیں۔ ایک اور رسّی میں جال کی جھولی یا ٹوکری بندھی ہوتی ہے۔ غوطہ خور تہ پر پہنچتے ہی چھٹنے جانور لے سکتا ہے۔ سب سمیٹ کر ٹوکری میں ڈال لیتا ہے۔ اور رسّی کو کھینچ کر اشارہ کرتا ہے۔ اوپر سے جھٹ دو ملاح ٹوکری سمیت اسے کھینچ لیتے ہیں۔ غوطہ خور پانی میں کوئی ایک منٹ ٹھیرتا ہے۔ دن بھر میں چالیس پچاس غوطے لگاتا ہے۔ اور ہر غوطے میں کئی سو جانور نکال لاتا ہے۔

جو جانور کشتیوں پر لدے ہوئے کنارے پر پہنچتے ہیں۔ انھیں ایسے گڑھوں میں ڈال دیتے ہیں۔ جن کا گہراؤ کم ہوتا ہے۔ اوپر سے گڑھوں کو کھلا رکھتے ہیں۔ کہ دھوپ کی گرمی سے جانور سڑ جائیں۔ کیونکہ تازے ہوں تو غلاف کھولنا بڑا مشکل ہے۔ اور زور سے کھولنے میں خطرہ ہے۔ کہ موتی خراب نہ ہو جائے۔ پھر

کنارے سے کوئی پندرہ میل بڑھ کر بیس گز گہرے پانی میں موتیا جانور ملتے ہیں۔ ان کا شکار گرمی کے موسم میں ہُوا کرتا ہے۔
سمندر کے کنارے جہاں پہلے آدم زاد کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا۔ ان دنوں میں ناریل کے پتّوں اور بانسوں کے ہزاروں چھپّر نظر آنے لگتے ہیں۔ کوئی ڈیڑھ لاکھ آدمی خاص لنکا اور ہندوستان کے جمع ہو جاتے ہیں۔ آدھی رات گئے کوئی ڈیڑھ سو کشتیاں کنارے سے چلتی ہیں۔ اور دن نکلتے ہی شکار شروع ہو جاتا ہے۔

ملاحوں کے سوا ہر کشتی میں دس دس غوطہ خور بھی ہوتے ہیں۔ یہ باری باری سے کام کرتے ہیں۔ پانچ آدمی غوطہ مارتے ہیں۔ پانچ بیٹھ کر دم لیتے ہیں۔ لمبی سی رسّی میں ایک بھاری پتھر باندھتے ہیں۔ اُس کا دُوسرا سرا کشتی میں اٹکا دیتے ہیں۔ غوطہ مارتے وقت پتھر پانی میں ڈال کر پاؤں اُس پر جما لیتے ہیں۔ اور رسّی کو پکڑ لیتے ہیں۔ کہ جھٹ پٹ تہ پر

اشتر سا بن جاتی ہے۔اِسے سیپ کہتے ہیں*
بعض وقت چھوٹے چھوٹے کرم اِس کے غلاف
میں چھید کر دیتے ہیں۔یہ اُسی چیز سے چھید
کو بند کر لیتا ہے۔کبھی کبھی کوئی ریت کا دانہ
غلاف کے اندر چلا جاتا ہے۔اور اُس کے چُبھنے
سے اِسے بڑی بے چینی ہوتی ہے۔ تو وُہی
چیز اِس پر بھی لپیٹ دیتا ہے۔کبھی کوئی انڈا
اِس کے جسم کے اندر کچّا رہ جاتا ہے۔ تو اُس
پر بھی وُہی لتھیڑ دیتا ہے* چھوٹے چھوٹے دانے
جو اِس طرح بنتے ہیں۔یہی موتی ہیں*
اگلے وقتوں کے لوگ سمجھتے تھے۔کہ موتیا جانور
بہار کے موسم میں اپنے غلاف کو کھول کر
پانی کے اُوپر اُوپر پھرتا ہے۔مینہ یا شبنم کے
قطرے اِس میں پڑ جاتے ہیں۔اور وُہی موتی
بن جاتے ہیں*
لنکا کے موتی سینکڑوں برس سے مشہور ہیں۔
مگر ان کی بہتات میں کمی ہو گئی ہے۔ہاں اب
اِن جانوروں کے بچانے کی تدبیریں کی گئی ہیں۔
اُمید ہے۔کہ بہت بڑھ جائینگے* سمندر کے

مگر نہ سر۔ نہ ٹانگیں۔ نہ بازُو۔ ہاں! دونو رکابیوں کے بیچ میں سے ریشم کا ایک گُچھا سا نِکلا ہوتا ہے۔ یہ ایک لیس دار چیز ہے۔ جس کے سبب یہ جانور پہاڑوں کی چٹانوں میں چمٹ جاتے ہیں۔ جو سمندر کی تہ میں ہوتی ہیں۔

اِن کے بچّے پیٹ کے اندر ہی انڈوں سے نِکل آتے ہیں۔ بڑی بہتات سے ہوتے ہیں۔ اَور ایسے مہین مہین کہ خُردبین کے بغیر ہر ایک جُدا جُدا دکھائی نہیں دیتا۔ پہلے پہل اِن پر غلاف نہیں ہوتے۔ جوں جوں بڑے ہوتے جاتے ہیں۔ اُوپر غلاف بھی بنتے اَور بڑھتے جاتے ہیں۔ ننّھے ننّھے جانور اَور سمندر کی روئیدگی اِن کی غذا ہے۔

اِس جانور کا جسم بہت نازُک ہوتا ہے۔ اِسی واسطے خُدا نے اِسے ایک ایسی چیز دی ہے۔ جو پانی سے پتلی ہے۔ وُہی غلاف کے اندر جمتی جاتی ہے۔ تا کہ اِس کے نازُک جسم کو غلاف کے کھُردرے پن سے تکلیف نہ ہو۔ پھر وُہی سخت ہوتے ہوتے ایک خُوبصورت صاف شفّاف

سب سِیپ کی قسمیں ہیں + کوڑیاں جو گھر گھر اور دُکان دُکان دیکھتے ہو۔ سینکڑوں کوس سے آتی ہیں۔ سمندر کی لہروں نے اِنھیں کناروں پر پھینک دیا ہے ۔ یہ بھی کسی زمانے میں چھوٹے چھوٹے جانوروں کے گھر تھے + گھونگے بھی تُم نے ندی نالوں اور نہروں کے کناروں پر دیکھے ہونگے + سنکھ سب جگہ صُبح شام ہندوؤں کے مندروں میں بجا کرتے ہیں + سنکھ ڈھاکے کے لوگ مول لیتے ہیں۔ اور آریوں سے تراش کر ہاتھ پاؤں کی چوڑیاں بناتے ہیں +

موتیا جانور جس غلاف میں رہتا ہے۔ اُس کے دو ٹکڑے ہوتے ہیں۔ جیسے دو رکابیاں اُوپر تلے ڈھکی ہُوئی + ہر ایک ٹکڑا کوئی نو اِنچ چوڑا ہوتا ہے۔ یہ دونو ٹکڑے اِس طرح جُڑے ہوتے ہیں۔ جیسے ڈِبیا نر مادگی سے۔ اِسی سبب سے جب چاہتا ہے۔ غلاف کو کھول لیتا ہے۔ اور بند کر دیتا ہے + اِس جانور کا مُنہ ہوتا ہے۔ اور گلپھڑے کے چھیدوں سے دم لیتا ہے۔

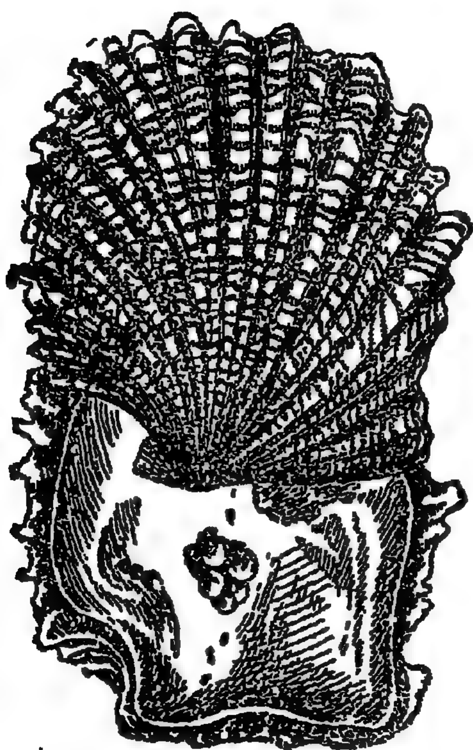
ہوتا ہے۔ تو اُس کا نام بھی موتی رکھ لیتے ہیں +
اچھا یہ تو بتاؤ۔ کہ موتی آتے کہاں سے ہیں؟
آسمان سے برستے ہیں؟ یا درختوں میں لگتے
ہیں؟ زمین کے اندر سے نکلتے ہیں؟ یا دریا
میں سے پیدا ہوتے ہیں؟ آؤ اِس کا حال
ہم تمہیں سُنائیں +

موتی ایک جانور میں ہوتا ہے۔ جو سمندر کی
تہ میں رہتا ہے۔ اِس کا نام موتیا جانور رکھو۔
تو پھبتا ہے + اِس کے اُوپر ایک طرح کا غلاف
ہوتا ہے۔ ایسا سخت جیسے پتھر + موتیا جانور کی
طرح اَور بھی بہتیرے جانور ہیں۔ کہ الگ الگ وضع
کے سخت غلافوں میں رہتے ہیں۔ بعض سمندر
میں۔ بعض جھیلوں اَور دریاؤں میں۔ اَور کچھ
خشکی پر ایسے مقاموں میں جہاں رگیلی زمین
ہوتی ہے + انگریزی میں اِس طرح کے غلاف کو
شیل کہتے ہیں + اِن کی صُورتیں اَور ڈیل ڈول
مختلف ہیں۔ بعض اِن میں سے نہایت خوبصورت
ہوتے ہیں۔ بعض قسمیں ہندوستان میں بھی
کثرت سے ملتی ہیں۔ کوڑی۔ گھونگے۔ سنکھ

نے اُس پر حملہ کیا۔ اُس کی چیخیں سُن کر ایک سپاہی دَوڑا۔ پہلے گولی ماری۔ پھر پانی میں اُتر کر سنگین چلائی۔ اِتنے میں ایک افسر بھی آ پہنچا۔ اُس نے رِفل کی گولی سے اُس مُوذی کو شکار کیا۔

موتی

آبدار اَور خُوشنُما موتی جب نظر آتے ہیں۔ تو کیا بھلے معلُوم ہوتے ہیں! تُم نے بھی دیکھے ہونگے۔ جڑاؤ گہنوں میں جڑے ہُوئے۔ خُوبصُورت زیوروں میں پروئے ہُوئے۔ یا لڑیوں میں لٹکتے ہُوئے۔ قیمتی لِباسوں میں ٹکے ہُوئے۔ بڑے بڑے امیروں کی ٹوپیوں اَور پگڑیوں کے طُرّے میں جھلکتے ہُوئے۔ یا گلے کے ہاروں میں چمکتے اَور دمکتے ہُوئے۔ یہ بھی جانتے ہو۔ کہ جو مکان نہایت تعریف کے قابِل ہوتا ہے۔ اُس کے نام کے ساتھ بھی موتی لگاتے ہیں۔ جیسے موتی مسجد۔ موتی باغ۔ موتی محل۔ موتی جھیل۔ ہِندو موتی لعل نام کو بہت پسند کرتے ہیں۔ کوئی جانور خُوبصُورت



موتی

हीरालाल

हजारीमल गणपतराय

हीरानन्द अगरवाला

[illegible] [illegible]

Hazarimal

Birdhichand

Ganpatrai

Agarwal

Sat Parkash

[illegible]

مُقدّس جانتے ہیں۔ تیرتھوں کے فقیر انہیں پالا کرتے ہیں۔ جاتری لوگ جاتے ہیں۔ روپے چڑھاتے ہیں۔ فقیر اِس چڑھاوے میں اپنے ساتھ اِن کا بھی گزارا کرتے ہیں۔ مندروں کے مگرمچھ موٹے۔ سُست اَور کچھ رحم دِل ہو جاتے ہیں۔ تالابوں کی سیڑھیوں پر پڑے دُھوپ میں سِکتے ہیں۔ یا کیچڑ میں لوٹا کرتے ہیں۔

اِسی طرح کا ایک اَور جانور بھی ہوتا ہے۔ جس کو گھڑیال کہتے ہیں۔ اِس کی تھوتھنی لمبی اور پتلی ہوتی ہے۔ دانت باریک اَور تیز۔ گنگا اور ہندوستان کے اَور دریاؤں میں گھڑیال کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ وہ اکثر مچھلی اَور مُردار کھاتے ہیں۔ جانوروں کو کم پکڑتے ہیں۔ لیکن کبھی کبھی آدمی پر حملہ کر بیٹھتے ہیں۔ جب انگلستان کے شاہزادے صاحب ولی عہد بہادر کے چھوٹے بھائی ہندوستان میں سیر کے واسطے تشریف لائے۔ تو نیپال کی سرحد کی طرف شکار کھیلنے گئے۔ ایک دِن اِن کا کیمپ ندی کے پاس پڑا ہوا تھا۔ ایک شخص ندی کے پاس نہاتا تھا کہ گھڑیال

نہ پانی۔ اکثر کیچڑ ہی میں دفن ہو جاتے ہیں۔ وہیں پڑے سویا کرتے ہیں۔ جب برسات آتی ہے۔ تو اِن میں جان آ جاتی ہے + سررِشتۂ پیمائش کے ایک افسر کی عجیب کہانی ہے + اِس نے ایک سُوکھی ہُوئی جھیل میں ڈیرا کیا تھا۔ رات کو پلنگ کے نیچے زمین ہلتی معلُوم ہُوئی۔ دُوسرے دِن دیکھا۔ تو دری کے نیچے سے ایک مگرمچھ نِکلا +

جب سارے نالے اَور تالاب خُشک ہو جاتے ہیں۔ تو بعض دفعہ مگرمچھ پانی کی تلاش میں جنگلوں میں پھرا کرتے ہیں + اِن کی ایک نقل کِتابوں میں لِکھی ہے۔ کہ رات کے وقت کِسی سُوکھے تالاب میں سے بہت سے مگرمچھ نِکلے۔ پاس ایک قصبہ تھا۔ اُس کے دُوسری طرف اَور تالاب تھا۔ وُہ قصبے میں سے ہو کر اُس تالاب میں پہنچے۔ راستے میں ایک باغ پڑتا تھا۔ بعض اِن میں سے اُس کی باڑوں میں + پھنس کر رہ گئے + دِن نِکلے لوگوں نے دیکھا۔ اَور مار ڈالا +

ہندوستان کے بعض مقاموں میں مگرمچھ کو

تیندوے کے مُنہ میں کپڑا آیا۔ آدمی تو بچ گیا۔ مگر تیندوا دریا میں جا پڑا + ایک مگرمچھ بھی اِس شکاری کی تاک میں بیٹھا تھا۔ جونہی تیندوا پانی میں گرا۔ اُس نے جھٹ جبڑوں میں دبوچا۔ اور تہ میں لے پہنچا +

مگرمچھ انڈوں سے پیدا ہوتے ہیں + مادہ دریا کے کنارے کیچڑ یا ریت میں انڈے دیا کرتی ہے۔ وُہ آفتاب کی گرمی سے سُکھ جاتے ہیں + ڈیل ڈول پر خیال کیا جائے۔ تو مگرمچھ کے انڈے بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔ اِس کے انڈے بہتیرے اور جانور کھا جایا کرتے ہیں +

بچے بہت چھوٹے چھوٹے کوئی پانچ یا چھ اِنچ لمبے ہوتے ہیں۔ پیدا ہوتے ہی پانی میں چلے جاتے ہیں۔ اور جب تک اِس لائق نہیں ہوتے۔ کہ اپنے کھانے پینے کا آپ فکر کریں۔ اِنھیں ماں پالتی ہے +

جب گرمی اِس شدّت سے پڑتی ہے۔ کہ اکثر نالے اور جھیلیں خشک ہو جاتی ہیں۔ تو جو مگرمچھ اُن میں رہتے ہیں۔ اُنھیں نہ کھانا مِلتا ہے۔

مار غائب ہو گیا +
کہتے ہیں۔ کہ خشکی میں کبھی کبھی چھوٹے سے
مگرمچھ پر شیر حملہ کیا کرتا ہے۔ سوتے ہوئے
کی پیٹھ پر جھپٹ کر جا بیٹھتا ہے۔ جبڑے سے
سر کو اُٹھا کر گردن سے اِس طرح ہلا دیتا ہے۔
کہ ریڑھ کی ہڈی کی چُول اُکھڑ جاتی ہے + پانی
میں ہو۔ تو مگرمچھ قوی سے قوی جانور پر بھی
حملہ کرنے سے نہیں رُکتا + بعض لوگ کہتے ہیں۔
کہ جب ہاتھی دریا کے پار جایا کرتے ہیں۔ تو
کبھی کبھی کوئی بہت ہی بڑا مگرمچھ اِن میں سے
بھی کسی کو پانی میں کھینچ کر ڈبو دیتا ہے +
ایک دفعہ کوئی شخص درخت کے ٹہنے پر بیٹھا
مچھلیاں پکڑ رہا تھا۔ ٹہنا پانی پر چھایا ہُوا تھا۔
کچھ پھوہار بھی پڑ رہی تھی۔ اِس شخص نے
اپنے تئیں بچانے کے لئے سر اور کندھوں
پر ایک کپڑا اوڑھ رکھا تھا۔ اِس حالت میں
اِسے ایک تینڈوے نے تاکا۔ اور چاہا۔ کہ اِس
کا لقمہ کیجے۔ دبے پاؤں جنگل سے آیا۔ اور
اچانک اُس پر جھپٹا۔ آدمی کی خوش قسمتی سے

پکڑ کر کنارے پر چڑھ گیا + لڑکی بچاری ہاتھ
پاؤں مارتی اور چیختی رہی۔ کوئی مدد کو نہ پہنچ سکا +
وُہ ظالم اُسے لے کر دریا میں کُود گیا +
ڈُوبتے وقت ایک چیخ کی آواز آئی۔ پانی میں
حلقے پڑتے رہے۔ پھر کچھ بُلبُلے اُٹھے ۔ آخر
بچاری کا کام تمام ہو گیا +

مگرمچھ پانی میں تو پُھرتی سے تیر سکتا ہے۔
لیکن خُشکی پر بڑے بھدّے پن سے چلتا ہے۔
اور ڈیل ڈول کی لمبان کے سبب جھٹ پٹ
مُڑ نہیں سکتا۔ پھر بھی کبھی کبھی شکار پر حملہ
کرنے کو پانی سے باہر بھی نکل آتا ہے + ایک
دفعہ بنگالے میں کچھ قیدی جیل خانے کے باہر
دریا کے کنارے قطار باندھے کھڑے تھے۔
پاؤں میں بیڑیاں پڑی تھیں۔ صاحب مجسٹریٹ
ملاحظے کو آنے والے تھے۔ پولیس کے پہرے
سمیت سب پچاس آدمی موجود ہونگے۔ دفعتہً
ایک مگرمچھ کنارے پر آیا۔ صف میں سے ایک
قیدی کو پکڑ کر گھسیٹتا ہُوا لے گیا + لوگ پیچھے
دَوڑتے ہی رہے۔ وُہ دریا میں کُود ۔ غوطہ

بڑے بڑے گھنڈے پڑے ہیں ۔ سوتے ایسے بیخبر ہیں ۔ کہ اگنبوٹ خوب زور سے گڑگڑاتے اور چھینٹے اُڑاتے کوئی دس گز پاس سے نکل جاتے ہیں ۔ انہیں خبر بھی نہیں ہوتی ۔ مچھلیاں ۔ کچھوے اور مُردار کھایا کرتے ہیں ۔ جو جانور کنارے پر پانی پینے آتے ہیں ۔ اُن کو بھی آ کر لپک لیتے ہیں ۔ اور اتنی دیر نیچے دبائے رکھتے ہیں ۔ کہ وہ گھُٹ کر مر جاتے ہیں ۔ لیکن کھاتے جب ہیں ۔ کہ گوشت سڑنے لگتا ہے ۔

نہاتے ہوئے مرد ۔ عورتوں اور بچوں کو بھی لے جاتے ہیں ۔ اس لئے کہیں کہیں ان کی روک کے لئے دریا میں گھاٹوں کے آگے لکڑیاں گاڑ دیتے ہیں ۔ کہ لوگ بیخطر ہو کر نہائیں ۔ اور پانی بھر بھر کر لے جائیں ۔ لیکن بعض دفعہ یہ کنارے پر چڑھتے ہیں ۔ اور خشکی کی طرف سے احاطے کے اندر آ جاتے ہیں ۔ ایک دفعہ ایک ہندو کی لڑکی گھاٹ پر گھڑا بھرنے آئی ۔ ظالم تاک لگائے بیٹھا تھا ۔ جونہی پانی میں پاؤں رکھا ۔ جھٹ آن کر جھپٹا مارا ۔ اور اپنے ڈراؤنے جبڑے میں

ہر ایک پاؤں کی تین اندر والی اُنگلیوں میں ناخن - پاؤں کے پاس آنگلیوں پر جھلّی چھائی ہُوئی - جس سے تیرنے میں بڑی مدد ملتی ہے - مٹیالا سا سبزی مائل رنگ - اُس پر کالے کالے دھبّے - آنکھوں پر پپوٹے - جن سے کھلتی مُندتی ہیں - کانوں پر بھی کھُلتے مُندتے ڈھکنے - تاکہ جب غوطہ مارے - تو اُن میں پانی نہ بھر جائے - زبان پٹھوں کی طرح سخت اَور اَیسی موٹی جَیسے گوشت کا بڑا لوتھڑا - یہ نیچے کے جبڑے میں چمٹی ہوتی ہے - اِسی لئے لوگ کہتے ہیں - کہ مگرمچھ کی زبان ہی نہیں - لمبی اَور بڑی مضبوط دُم - اِس پر برابر برابر کانٹوں کی قطار - جب تیرتا ہے - تو آگے چلنے میں دُم سے بڑی مدد ملتی ہے + مگرمچھ اکثر بیس فٹ سے زیادہ لمبا ہوتا ہے - اَور کوئی تیس فٹ کا بھی +

مگرمچھ اکثر دریاؤں کے کنارے کالے کالے کیچڑ پر پڑے دُھوپ کھایا کرتے ہیں - دُور سے دیکھو - تو اَیسے معلُوم ہوتے ہیں - گویا یہ کیچڑ میں لتھڑے



رہا کرتا ہے + ہندوستان میں یہ رنگ اکثر اور ملکوں سے آتا ہے۔ یہاں کہیں کہیں ہوتا ہے۔ اور وہ بھی بہت تھوڑا +

مگرمچھ

یہ بڑا بھلا اور ہیبت ناک ہے۔ شکاری جانوروں میں سب سے زیادہ زبردست ہے۔ اکثر دریاؤں میں رہتا ہے۔ کہیں کہیں سمندر میں بھی پایا جاتا ہے۔ لیکن کنارے سے دور نہیں جاتا + ایک اور قسم کا مگرمچھ ہے۔ جو اکثر جھیلوں میں رہتا ہے۔ پر ان دونو میں کچھ بڑا فرق نہیں ہوتا + مگرمچھ کی صورت ایسی ہوتی ہے۔ جیسے بڑی چھپکلی۔ چوڑا اور چپٹا منہ۔ جبڑوں میں بڑے بڑے دانتوں کی قطاریں۔ جن سے بڑی ڈراؤنی اور خونخوار صورت ہو جاتی ہے۔ سینگ کے سے چھلکے جسم پر چھائے ہوئے۔ بچاؤ کے لئے پیٹھ پر لمبی اور موٹی ہڈی کی ڈھالیں۔ چار چھوٹی چھوٹی مضبوط ٹانگیں۔ اگلے پاؤں میں پانچ اور پچھلے میں چار انگلیاں۔

اور چیزیں جو مکانوں میں سجانے کے لائق ہوتی ہیں۔ یہ سب لاکھ کی بدولت طرح طرح کے رنگ روپ دکھاتی ہیں + جب کوئی کاریگر یہ رنگ چڑھاتا ہے۔ تو عجیب لطف آتا ہے۔ طرح طرح کے نمونے بناتا ہے۔ کس پھرتی سے کام کرتا ہے۔ کیا ایک ایک رنگ کو الگ الگ کرکے دکھاتا ہے +

لاکھ کا رنگ اکثر پتلا ہی رکھتے ہیں۔ لیکن کبھی کبھی پانی خشک کرکے رنگ کی ٹکیاں بھی بنا لیتے ہیں + کم قیمت ریشم اور اونی کپڑے مثلاً لوئیاں وغیرہ لاکھ کے رنگ سے رنگی جاتی ہیں۔ کھٹیک اِس سے بھیڑ۔ بکری کی کھالیں رنگتے ہیں۔ معمار مکانوں میں طرح طرح کے بیل بوٹے بناتے ہیں۔ نقاش اور کمانگر بھی اپنی اپنی کاریگری دکھاتے ہیں +

قرمزی رنگ زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔ اِس سے بیش قیمت ریشم اور شال دوشالے رنگے جاتے ہیں + یہ رنگ بھی ایک ایسے ہی کیڑے سے پیدا ہوتا ہے۔ مگر اس کا کیڑا ناگپھنی پر

سے لاکھ کی ڈلیاں ٹوٹ کر چورا ہو جاتی ہیں۔ اِسے لاکھ دانہ کہتے ہیں +

لاکھ دانے کو ایک کپڑے میں لپیٹ لیتے ہیں۔ اور اُسے کوئلے کی آگ سے سینکتے ہیں۔ جب وہ پگھل جاتا ہے۔ تو کپڑے کو مروڑی دے کر نچوڑتے ہیں۔ پگلی ہوئی لاکھ اُس میں سے نکل آتی ہے۔ اُسے کیلے کے چکنے چکنے ڈنٹھلوں پر ڈال کے ٹھنڈا کرتے ہیں۔ اِس طرح پتلے پتلے پتّرے بن جاتے ہیں۔ یہ چپڑا لاکھ کہلاتی ہے۔ اور بازاروں میں بکتی ہے +

تیار کرنے کی لاکھ میں رنگ اور اور چیزیں بھی ملانی پڑتی ہیں + لاکھ کی چوڑیاں بھی بنتی ہیں۔ جن پر پوتھیں اور پنی لگاتے ہیں۔ ہندوستان کی عورتیں اِنہیں بہت پہنا کرتی ہیں + لاکھ میں موم۔ گندھک اور اور مختلف رنگ کی چیزیں ملا کر رنگ بناتے ہیں۔ کانچ کی چوڑیوں اور کاٹھ کی چیزوں پر چڑھاتے ہیں۔ خاص کر خراطی اِسے بہت کام میں لاتے ہیں۔ چارپائیوں کے پائے۔ ڈبے۔ ڈبیاں۔ کھلونے۔ کاٹھ کی اور

ہے + ایک ٹہنی پر اِن کی کئی کئی پشتیں گزر جاتی ہیں۔ اِس لئے لاکھ کی دل دار تہ اِس پر جم جاتی ہے + لاکھ اصل میں سَو ہزار کو کہتے ہیں۔ یہ کیڑے جس درخت پر رہتے ہیں۔ بڑی اِفراط سے ہوتے ہیں۔ اِس لئے اِن کا یہ نام پڑ گیا ہے + اِن میں مادہ بہت ہوتی ہیں۔ نر کم + نر جب عمر کے پکّے ہو جاتے ہیں۔ تو دو پر نکل آتے ہیں +

جن ٹہنیوں پر لاکھ ہوتی ہے۔ اُن کو سال میں دو دفعہ جمع کرتے ہیں۔ اوّل تو گرمی کے شروع میں مادہ کے انڈے دینے سے پہلے پہلے۔ کیونکہ اُس وقت اِس کے بدن میں سُرخی بھری ہوتی ہے۔ اَور رنگ لینے کے لئے یہی اچھّا موقع ہے۔ پھر دوبارہ برسات بعد۔ اب بہت کم رنگ رہ جاتا ہے +

جب ٹہنیوں کو اکٹھا کر لیتے ہیں۔ تو لاکھ کو کیڑوں سمیت اُن پر سے اُتار لیتے ہیں۔ یہ کچّی لاکھ کہلاتی ہے + پھر اکثر پانی میں بھگو دیتے ہیں۔ رنگت نکل آتی ہے + بھگونے

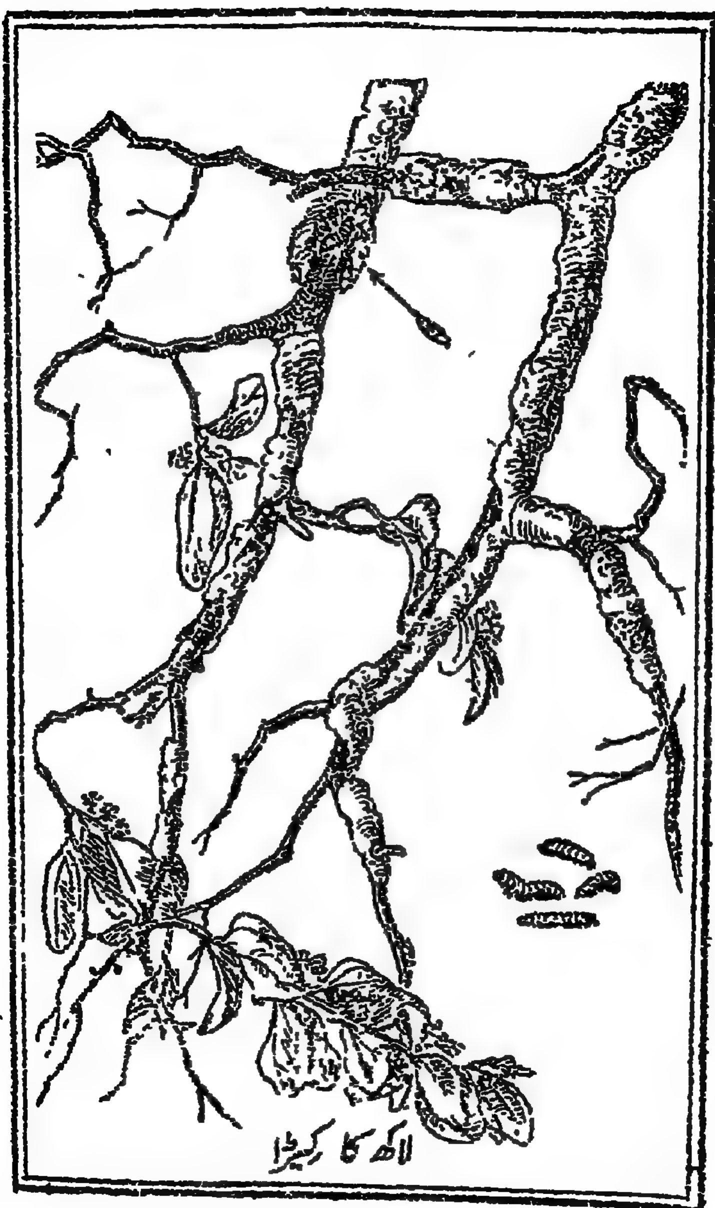
اِن بیچاروں کی قبریں + یہ چھوٹا سا کیڑا چپٹا
اَور گول ہوتا ہَے۔ رنگ گہرا سُرخ۔ درختوں کا
چپچپا رس چوسا کرتا ہَے۔ اکثر پیپل۔ ڈھاک اَور
خصُوصاً بیری پر رہتا ہَے۔ جو بنجر زمینوں میں
بہتات سے ہوتی ہَے۔ جب مادہ کسی ٹہنی کا
رس چوستی ہَے۔ تو ٹہنی میں سے ایک چیپ سا
نکلتا ہَے۔ اَور اِس کے چاروں طرف چمٹ جاتا
ہَے + مادہ اُس میں ایک ننھی پوٹلی سی نظر
آتی ہَے۔ جو ذرّے کے برابر ہو۔ سُرخی سے
بھری ہُوئی + اِسی سُرخی سے لاکھ کا رنگ پیدا
ہوتا ہَے۔ جس سے چیزیں رنگی جاتی ہَیں +
جس چیپ میں مادہ بند ہَے۔ وُہ ہوا سے خشک
ہوکر لاکھ بن جاتا ہَے + چیپ سے جو گھر سا
بن گیا ہَے۔ مادہ اُس میں بہت سے انڈے
دیتی ہَے۔ برسات سے کُچھ ہی پہلے اِن میں
سے بچّے نکل آتے ہَیں۔ وُہ اندر ہی اندر ماں
کا جسم کھا کر باہر آنے کا رستہ بنا لیتے ہَیں۔
اَور ٹہنی پر اِس بہتات سے پھیلتے ہَیں۔ کہ
ریت کے لال لال ذرّوں سے وُہ ڈھکی نظر آتی

ہیں اکثر بارہ فٹ کبھی سولہ فٹ تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور ایسے مضبوط ہوتے ہیں۔ کہ آدمی یا مویشی چڑھ جائے۔ تو بھی اُنہیں خبر نہ ہو ٭

لاکھ کا کیڑا

کشمیری رنگریزوں کے کارخانے میں شاید تُم نے دیکھا ہوگا۔ کہ لال لال اُونی کپڑے سُوکھا کرتے ہیں۔ اگر رنگریز سے پُوچھو۔ کہ یہ بہار کا رنگ کس چیز سے نکلا ہے؟ تو وہ کہیگا۔ کہ صاحب! یہ لاکھ کا رنگ ہے ٭ شاید تُم کو معلوم نہیں۔ یہ خُوبصورت رنگ ایک ننھے سے کیڑے سے نکلتا ہے۔ اور اُسی کی بدولت چپڑا لاکھ پیدا ہوتی ہے۔ جو بہتیری چیزوں کے بنانے میں کام آتی ہے ٭

تُم نے اکثر دیکھا ہوگا۔ کہ بیری کی ٹہنیوں پر چھوٹے چھوٹے ٹیلے سے اُبھرے ہوتے ہیں۔ دیکھنے میں صاف شفّاف۔ ہاتھ لگاؤ۔ تو کچھ چپچپے۔ لاکھ کے کیڑوں کے یہی گھر ہیں۔ اور یہی



لاکھ کا کیڑا

بہت سے خانے اور ذخیرے کے لئے کوٹھڑیاں بنا دیتی ہیں۔ اور اُن میں آنے جانے کے لئے رستے رکھتی ہیں۔ زمین کے نیچے بھی دُور دُور تک مٹی کھود کر رستے بناتی ہیں۔ جب خوراک کی تلاش میں نکلتی ہیں۔ تو یہی اِن کی سڑکیں ہوتی ہیں + اکثر مکانوں کی دیواروں میں بھی رستے نکال لیتی ہیں۔ خصوصاً کچی دیواروں میں۔ کیونکہ اِن کی مٹی میں بھس ملا ہوتا ہے۔ اور وہ اِن کا کھاجا ہے + اِنہی رستوں سے کڑیوں تک جا پہنچتی ہیں۔ لکڑی کا جگر کھا جاتی ہیں۔ اور اندر سوکھی مٹی بھر دیتی ہیں۔ کبھی اِسی طرح درختوں پر بھی رستہ نکال کر چڑھ جاتی ہیں۔ اِن کی مٹی ہوئی سڑکیں کبھی کبھی کڑیوں۔ دیواروں اور درختوں کی ٹہنیوں پر بھی باہر کے رُخ نظر آیا کرتی ہیں +

کبھی کبھی ناگپھنی یا کسی اور چھوٹی جھاڑی پر جسے یہ کھا جاتی ہیں۔ مٹی کا ایک انبار جمع کر دیتی ہیں + بعض ملکوں میں اپنے رہنے کے لئے مٹی کے ٹیلے بنا لیتی ہیں + یہ ٹیلے افریقہ

زیادہ ہوتی ہیں۔ اور سپاہی سَو میں ایک +
کام والیاں گھر بناتی ہیں۔ مرمت کرتی رہتی ہیں۔
ذخیرہ جمع کرتی ہیں۔ راجہ اور رانی کی خدمت
میں حاضر رہتی ہیں۔ اور بہت سے خانے تیار
رکھتی ہیں۔ جہاں رانی نے انڈے دئیے۔ وہ
اُٹھا کر خانے میں رکھ آتی ہیں۔ اِن خانوں کا
اِنتظام رکھتی ہیں۔ انڈوں میں سے بچے نکلتے
ہیں۔ تو دایہ کا کام دیتی ہیں۔ جب تک وہ آپ
اپنا کام کرنے کے لائق ہوں۔ اُنہیں پالتی ہیں۔
اور اُن کی خبرداری رکھتی ہیں + یہ اپنا کام
ہمیشہ اندھیرے میں کرتی ہیں +

سپاہیوں کے سر اور جبڑے بڑے بڑے
ہوتے ہیں۔ وہ گھر کا کام نہیں کرتے۔ سنتریوں
کی طرح پہرا دیتے ہیں۔ دشمن آجائے۔ تو
اُس سے لڑتے ہیں۔ کام والیوں کی حفاظت
کرتے ہیں۔ راجہ اور رانی کی نگہبانی میں مصروف
رہتے ہیں +

ہندوستان میں دیمک کے گھر زمین کے نیچے
ہوتے ہیں۔ کام والیاں اِنہی میں بچوں کے لئے

نکلیں۔ اور کل ہی بے پر۔ بے گھر زمین پر پڑی رینگتی ہیں + بہتیرے کیڑے خصوصاً چیونٹیاں ان کی تاک میں رہتی ہیں۔ طرح طرح کے جانور بھی انہیں شکار کرتے ہیں۔ بہت ہی کم ہوتی ہیں۔ کہ بچ رہتی ہیں + کام والیاں جن کے گروہ کے گروہ ادھر اُدھر پھرتے رہتے ہیں۔ بچی ہوئی میں سے ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ پکڑ لے جاتی ہیں۔ اور انہیں اپنا راجہ اور رانی بنا لیتی ہیں۔ ان کے لئے ایک چھوٹا سا مٹی کا خانہ بنا دیتی ہیں۔ اور دروازہ اتنا رکھتی ہیں۔ کہ صرف آپ یا سپاہی آ جا سکیں۔ راجہ اور رانی نہ نکل سکیں + یہ دونو اسی قید خانے میں باقی عمر گزار دیتے ہیں + کام والیاں ان کے لئے کھانا برابر پہنچائے جاتی ہیں + رانی انڈے دینے میں آفت ہے۔ کبھی ایک منٹ میں ساٹھ۔ یعنی رات دن میں اسی ہزار سے بھی زیادہ انڈے دیتی ہے۔ اور اس حالت میں دو برس جیتی ہے۔ اب تم ہی سمجھ لو۔ کتنا گنبا ہوگا +

دیمکوں کے جتھے میں کام والیاں سب سے

مُختلِف مُلکوں میں مُختلِف قِسم کی دِیمکیں ہوتی ہَیں ✦ بہتیری اِکٹھی رہتی ہَیں۔ اَور ہمیشہ بڑے بڑے نُقصان کرتی ہَیں ✦

اکثر کیڑوں کی طرح دِیمکیں تِین حالتیں نہیں بدلتیں ✦ جب پر دار ہو جاتی ہَیں۔ تو اِن کے چار بازُو ہوتے ہَیں۔ مگر ساری دِیمکیں پر دار نہیں ہوتیں ✦ جن کے بازُو نہیں ہوتے۔ وُہ دو قِسم کی ہَیں۔ سپاہی اَور کام والی ✦ سپاہی پر دار سے چھوٹے ہوتے ہَیں۔ اَور کام والیاں سپاہی سے ✦

آتی برسات بے شُمار پر دار دِیمکیں اپنے گھروں سے نکل پڑتی ہَیں۔ جب رات کو ہوا بند ہوتی ہے۔ تو چراغوں اَور شمعوں کی روشنی دیکھ کر ہزاروں ہمارے گھروں میں آ جاتی ہَیں۔ اَور اپنے نازُک پروں کو روشنی پہ قُربان کر کے زمین یا بچھونوں پر گر پڑتی ہَیں ✦

اِن کے بازُو یُوں بھی دیر تک نہیں رہتے۔ چراغوں اَور شمعوں سے جو بچ جاتی ہَیں۔ اُن کی بھی یہ صُورت ہوتی ہے۔ کہ آج گھر سے

ہے + شاید تم نے بھی دیکھا ہو۔ کہ اِن مُوذی کیڑوں نے اچھی مضبُوط دری کو رات بھر میں چھلنی کر دیا ہے۔ کبھی کسی صندُوق کا قُفل کھول کر دیکھا ہوگا۔ کہ آر پار چھید کر کے رستے بنا لئے ہیں۔ اُن پر مٹی کی تہ چڑھا دی ہے۔ اور جو چیزیں اندر رکھی تھیں۔ سب خاک میں مِلا دی ہیں + تعجّب نہیں۔ ایسا بھی ہُوا ہو۔ کہ چھت یکایک گر پڑی ہوگی۔ اور تم دبتے دبتے بچ گئے ہو۔ ظاہر میں کڑیاں اچھی خاصی معلُوم ہوتی ہونگی۔ مگر دیمک نے اندر سے جگر کھا لیا ہو۔ اُوپر سے چھلکا ہی چھلکا رہ گئی ہوں۔ اِس طرح بہتیری جانوں کا نُقصان ہو گیا ہے۔ اگر کبھی خُوش قسمتی سے یہ معلُوم ہو جاتا ہے۔ کہ دیمک نے اندر سے لکڑی کھا لی ہے۔ تو نئی کڑیاں ڈالنے میں بڑی لاگت پڑتی ہے +

دیمک اِتنے نُقصان کرتی ہے۔ پھر بھی اِس کی باتیں دیکھ کر بڑی کیفیت آتی ہے + تعجّب آتا ہے۔ کہ اِتنا سا جانور۔ مکانوں کے بنانے میں یہ کاریگری! اور خانہ داری کا ایسا انتظام!



دیمک

خُدا کی خُدائی میں کوئی چیز ایسی نہیں۔ جسے ہم غور سے دیکھیں۔ اور کچھ فائدہ حاصل نہ ہو۔ کوئی جانور ایسا نہیں۔ جس سے مُفید باتیں معلوم نہ کریں۔ مگر ساری مخلُوق میں شہد کی مکھی سے زیادہ کسی سے نصیحت حاصل نہیں ہوتی + یہ چھوٹا سا کیڑا ہمیں عجیب عجیب باتیں بتاتا ہے۔ خوش انتظامی۔ فرمانبرداری۔ محنت۔ مہربانی اور دُور اندیشی سکھاتا ہے۔ اِس کے گھر کے کار و بار اور تدبیروں سے خوش انتظامی سیکھو۔ رانی کے ادب۔ قانُون اور قاعدوں کی پابندی سے فرمانبرداری کی ہدایت پکڑو۔ ہمیشہ اپنے کام میں برابر لگا رہتا ہے۔ اِس سے محنت کی تعلیم لو۔ بچّوں کو کس شفقت اور خبرداری سے پالتا ہے۔ اِس سے محبّت اور مہربانی کا نمونہ لو۔ گرمی میں خُوشی خُوشی محنت کرتا ہے۔ اور جاڑے کے لئے ذخیرہ بھرتا ہے۔ اِس سے دُور اندیشی کی عینک حاصل کرو +

دیمک

سب جانتے ہیں۔ کہ یہ کیسی ستیاناس کرنے والی

کی قبر بنا دیتی ہیں +

کشمیر میں اور پہاڑوں کے مختلف حصّوں میں لوگ شہد کی مکھیاں پالتے ہیں۔ مہال کے لئے دیوار کے اندر گھر بنا دیتے ہیں۔ اس میں دونو طرف منہ رکھتے ہیں۔ ایک اپنے مکان میں اندر کے رخ۔ اور ایک باہر کے رخ۔ ان پر مٹی کی رکابیاں ڈھکی رہتی ہیں + باہر والی رکابی کے بیچوں بیچ میں ایک گول چھوٹا سا سوراخ رکھتے ہیں۔ کہ آنے جانے کا رستہ رہے + اکثر برسات سے تھوڑے دنوں بعد شہد نکال لیتے ہیں + ایک دن مالک آتا ہے۔ ان کے گھر کے دونو منہ کھول دیتا ہے۔ اور اپنے مکان کے اندر سے مہال میں دھواں پہنچاتا ہے + مہال پر مکھیوں کے جتھے بیٹھے ہوتے ہیں۔ دھوئیں سے ان کے دم گھٹنے لگتے ہیں۔ باہر کے رخ سے نکل نکل کر اڑنے لگتی ہیں + پھر مالک کئی مہال شہد سمیت لے لیتا ہے۔ باقی مکھیوں کے لئے رہنے دیتا ہے۔ کہ جاڑے میں ان کے کام آئیں۔ کیونکہ اس موسم میں وہاں پھول پاتگل نہیں ہوتے +

اُوپر سے بناتی ہیں۔ پھر درجہ بدرجہ موم چڑھاتی جاتی ہیں۔ اَور معمُولی صُورت پر لے آتی ہیں + یہ عقل مند کاریگر اِس پھرتی سے کام کرتی ہیں۔ کہ کبھی کبھی چودہ اِنچ لمبی اَور سات اِنچ چوڑی مُہال جس میں چار ہزار خانے تھے۔ ایک دِن رات میں بنا لی + ایک گھر میں کئی کئی مُہالیں چھت میں لٹکتی ہوتی ہیں + افسوس یہ ہے۔ کہ کام والیوں کی عُمر زیادہ نہیں ہوتی۔ بیچاریاں کوئی برس ہی دِن میں اکثر مر جاتی ہیں +

پھُولوں کے غُبار اَور شہد کے سوا کام والیاں ایک لیس دار چیز بھی جمع کرتی ہیں۔ جو خاص خاص درختوں کی کلیوں میں سے نکالتی ہیں۔ اُسے گھر کی چھت میں اکثر اُس جگہ چپکاتی ہیں۔ جہاں مُہال لگانے کی تجویز ہے۔ اُسی سے مُہال کے خانوں کو مضبُوط کرتی ہیں۔ گھر میں کہیں چھید ہو جائے۔ تو اِسی سے بند کرتی ہیں۔ کوئی بڑا سا کیڑا آ جائے۔ جسے نکال نہ سکتی ہوں۔ تو اِسی میں لپیٹ دیتی ہیں۔ اَور اِسی میں اُس

ہیں ایک دفعہ چھتّے نکھٹو موجود ہوتے ہیں -
اُنہیں کام والیاں نکال کر مار ڈالتی ہیں +
گھر کا سارا کام کام والیاں کرتی ہیں - خانے
بناتی ہیں - شہد لا کر جمع کرتی ہیں - رانی کی
حفاظت اور خدمت میں سرگرم رہتی ہیں -
بچے پالتی ہیں - نکھٹوؤں کو مار ڈالتی ہیں - گھر
کی نگہبانی کرتی ہیں + اِن کے خانے موم کے
ہوتے ہیں - تعجب یہ ہے - کہ موم شہد سے
نکلتا ہے - اور کام والیوں کے پیٹ والے
حصّے میں تیار ہوتا ہے + خانے برابر برابر
بہت خوبصورتی سے بنے ہوتے ہیں + تمہیں یاد
ہے ؟ ابھی ہم کہ آئے ہیں - کہ اِنہی میں سے بعضوں
میں بچے نکلتے ہیں - باقیوں میں بچوں کے لئے
خوراک اور پردار مکھیوں کے لئے شہد جمع ہوتا
ہے + مُہالیں چھتوں میں لگی رہتی ہیں - اُن
میں دو طرفہ خانے ہوتے ہیں - اور خانوں کی
پیٹھیں آپس میں ملی ہوئی + مُہال گویا موم کا
ایک تختہ ہوتا ہے - جس میں شش پہلو خانے
دونو طرف کھُدے ہوتے ہیں + مکھیاں مُہال کو

کا بس ہو۔ تو جن خانوں میں رانی کے بچّے
پل رہے ہیں۔ اُنھیں زبردستی توڑے۔ اور
ڈنک مار کر مار ڈالے۔ مگر کام والیاں ایسا
کرنے نہیں دیتی ہیں + جب گھر میں مکھیوں کی
اِفراط ہو جاتی ہے۔ اور اِن میں کوئی نئی رانی
بھی اپنے خانے میں سے نکلنے والی ہوتی ہے۔
تو بہت سی کام والیاں پُرانی رانی کو آگے سے
آکر گھیر لیتی ہیں۔ اور اُسے حریف پر حملہ
نہیں کرنے دیتیں + پُرانی رانی بے چین ہوکر
گھبرانے لگتی ہے۔ اور آخر اُڑ جاتی ہے۔ اُس کے
ساتھ بہت سی مکھیاں ایک جتھا باندھتی ہیں۔
اور اکٹھی اُڑ جاتی ہیں۔ کہ کہیں نئی آبادی قائم
کریں + جو مکھیاں پُرانے وطن میں رہ جاتی
ہیں۔ وہ یہاں نئی رانی کو تختِ شاہی پر
بٹھا دیتی ہیں۔ اکثر برس میں دو دو تین تین
جتھے نکل جاتے ہیں۔ رانیاں تین برس سے
اکثر زیادہ جیتی ہیں +

بھنڈو بڑے سُست ہوتے ہیں۔ کام بالکل
نہیں کرتے۔ اور کھاتے بہت ہیں + سال بھر

اُنھی کے خانوں میں دیتی ہے۔ اَور کام والیوں
کے انڈے اُن کے خانوں میں + کام والیاں
جو خانے رانی مکھیوں کے واسطے بناتی ہیں۔
وُہ اَور خانوں کی نسبت بہت ہی بڑے تیّار
کرتی ہیں۔ لیکن جن انڈوں میں سے رانیاں
اَور کام والیاں پیدا ہوتی ہیں۔ وُہ ایک ہی
قسم کے ہوتے ہیں + بچّوں کا رانی ہونا یا
کام والی ہونا اُن کی خوراک پر موقُوف ہے +
دیکھو۔ کیا عجیب بات ہے۔ کہ جب کسی سبب سے
رانی نہ رہے۔ تو کبھی کبھی کام والیاں تین
گھروں کو توڑ کر ایک بڑا خانہ بنا لیتی ہیں۔
دو خانوں میں جو چھوٹے چھوٹے کرم پڑے
ہوتے ہیں۔ اُنھیں نکال کر پھینک دیتی ہیں۔
اَور تیسرے کے لئے شاہانہ کھانے حاضر
کرنے شروع کرتی ہیں۔ وُہی بڑھ کر رانی ہوجاتی
ہے +

دو رانیاں ایک گھر میں نہیں رہ سکتیں۔ اگر
اتّفاقاً اکٹھی ہو جائیں۔ تو دونو میں ایسی سخت
لڑائی ہوتی ہے۔ کہ ایک مر جاتی ہے۔ بلکہ رانی

تین دن کے اندر انڈے ترڑخ کر بچے نکل آتے ہیں۔ بہت ہی چھوٹے چھوٹے سفید رنگ ہوتے ہیں۔ اِن کی ٹانگیں بالکل نہیں ہوتیں۔ گُنڈلی مارے اپنے خانوں میں پڑے رہتے ہیں + کام والیاں۔ وُہی پھولوں کا غبار اور شہد لے کر پانی میں رلاتی ہیں۔ اور پانچ دن تک اُنہیں چٹاتی ہیں + وُہ اِس عرصے میں اِتنے بڑھ جاتے ہیں۔ کہ خانوں میں کچھ تھوڑی ہی جگہ رہ جاتی ہے + پھر کام والیاں اِن خانوں کے مُنہ باہر سے بند کر دیتی ہیں۔ وُہ اندر ہی اندر ریشم کے کیڑے کی طرح کوئے بنایا کرتے ہیں۔ اور اِسی طرح دُوسری حالت بدل کے مُردہ سے ہو جاتے ہیں۔ جب مکھی بن جاتے ہیں۔ تو کوئے کو توڑ کر خانے کے باہر نکل آتے ہیں + کام والیاں اِن کی بڑی خاطرداری کرتی ہیں۔ اور کھانا پہنچاتی ہیں +

نکھٹوؤں کے واسطے جو خانے بنتے ہیں۔ وُہ کام والیوں کے خانوں سے بڑے ہوتے ہیں + رانی ایسی عقلمند ہے۔ کہ نکھٹوؤں کے انڈے

کی تھیلی سے ملا ہوتا ہے۔جو اِس کے پیٹ والے حصّے میں ہوتی ہے ✣ جب دُشمن پر حملہ کرتی ہیں۔تو میان کو بدن میں چُبھوتی ہیں۔تھیلی سے زہر نکل کر زخم میں دَوڑ جاتا ہے۔ برچھی کی نوکیں اَور بھی گھاؤ کو گہرا کر دیتی ہیں ✣ نکھٹوؤں کے یہ ڈنک نہیں ہوتے ✣

کام والی اَور نکھٹو دونو سے رانی بڑی ہوتی ہے۔اَور سارے انڈے یہی دیتی ہے ✣ کام والیاں بہت سے چھوٹے چھوٹے خانے بنا رکھتی ہیں۔اُنہی میں بچّے نکلتے ہیں ✣ جب رانی انڈے دیتی ہے۔تو بارہ ایک کام والیاں باڈی گارڈ کی طرح اُس کے ساتھ حاضر رہتی ہیں ✣ رانی خانے خانے میں ایک ایک انڈا دیتی پھرتی ہے۔یہ سپاہی اِس حالت میں تھوڑی تھوڑی دیر بعد اِسے شہد کھلاتے ہیں ✣ اِس کے انڈوں کا شمار موسم پر ہے۔کسی موسم میں کم ہوتے ہیں۔کسی میں زیادہ۔لیکن اکثر دو تین سَو انڈے روز دیتی ہے۔اَور کبھی کبھی اِس سے بھی زیادہ ✣

ہیں۔یہی رس شہد ہے + جتنا شہد چوُستی ہیں۔
سب نہیں کھا جاتیں۔اِن کے پیٹ والے
حصّے میں ایک ننھی سی تھیلی ہوتی ہے۔کچھ اُس
میں رکھ کر گھر میں لے آتی ہیں + کام والیوں کی
پچھلی ٹانگوں میں باہر کی طرف دو خانے ہوتے
ہیں۔جب پھُولوں پر بیٹھتی ہیں۔تو مہین مہین
غُبار جو پھُول میں ہوُا کرتا ہے۔اِن کے سینے۔
پیٹ اَور ٹانگوں کے بالوں میں چمٹ جاتا ہے۔
وُہ اِن میں سے غُبار سمیٹتی ہیں۔اَور اُن دونو
خانوں میں بھر کر گھر لے آتی ہیں + رانی اَور
نکھٹوُؤں کی ٹانگوں میں یہ خانے نہیں ہوتے +
رانی اَور کام والیوں کے پیٹ والے حصّے کے
سِرے پر ایک ڈنک ہوتا ہے۔ڈنک کیا ہے؟
دو برچھیاں سی ہیں۔بال سے بھی پتلی۔اِن
دونو میں باہر کی طرف اِدھر اُدھر نوکوں کے پاس
ایک دُوسری نوک پیچھے کو اُبھری ہوتی ہے۔
جیسے مچھلی پکڑنے کے کانٹے میں۔اَور ایسی
مہین۔کہ خُردبین بغیر ہرگز نظر نہیں آتی + یہ
برچھیاں میان میں ہوتی ہیں۔وُہ ایک زہر

گھر کی چھت پر چلتی پھرتی ہیں۔ اور آپس میں
اِس طرح لٹک جاتی ہیں۔ کہ اُوپر والی کے پچھلے
پاؤں کے آنکڑے نیچے والی کے اگلے پاؤں کے
آنکڑے میں اٹک جاتے ہیں + اِن کے سر پر دو
مہین مہین شاخیں سی آگے کو نکلی ہوتی ہیں۔
جن سے چیز کو ٹٹول لیتی ہیں۔ اُنھی کی مدد سے
اندھیرے میں کام کرتی ہیں۔ اُنھی سے کسی طور
پر گھر کے کار و بار کی خبر ایک دُوسرے کو پہنچاتی
ہیں + لوگوں کی یہ بھی رائے ہے۔ کہ وُہی شاخیں
کانوں کا کام دیتی ہیں۔ اور اُنھی سے وُہ آواز
سُنتی ہیں + دونو پہلوؤں میں دو دو بازُو بھی ہوتے
ہیں۔ یہ ایک باریک شفّاف جھلّی ہے۔ جو ایک
سخت چیز پر منڈھی ہوتی ہے۔ آگے کی طرف دو
بڑی بڑی اور سر کے اُوپر تین چھوٹی چھوٹی
آنکھیں ہیں۔ سینے اور پیٹ والے حصّے اور
ٹانگوں پر بال ہوتے ہیں۔ نیچے کا ہونٹ لمبا
ہو کر ایک شونڈ سی بن جاتا ہے۔ اُس پر بھی
مہین مہین بال ہوتے ہیں۔ مکھیاں جو پھولوں
پر اُڑتی پھرتی ہیں۔ اِسی سے رس چُوس لیتی

ایک بھی نہیں۔ پھر بھی اِس سے زیادہ کوئی جانور غور سے دیکھنے کے قابل نہیں۔ نہ اِس سے زیادہ کِسی کے کاروبار دیکھ کر لُطف آتا ہے۔ نہ بناوٹ میں اِس سے بڑھ کر کوئی عجیب دِکھائی دیتا ہے +
بہتیرے فاضلوں نے اِنہی کی تحقیقات میں اپنی عُمریں پوری کر دی ہیں +

شہد کی مکھیاں اِکٹھی ہوکر رہتی ہیں۔ اگر جنگلی ہوں۔ تو اکثر درخت کے کھوکھ میں گھر بنایا کرتی ہیں۔ لیکن بہتیرے مُلک ایسے ہیں۔ کہ وہاں کے لوگ انہیں کثرت سے پالتے ہیں۔ اِن کے رہنے کے لئے ایک خاص گھر بنا دیتے ہیں۔ اُس میں دس ہزار سے ساٹھ ہزار تک اکثر رہتی ہیں۔ اِن میں ایک رانی ہوتی ہے۔ چھ سَو سے دو ہزار تک نر۔ جو سارے نکھٹو ہیں۔ باقی سب کام کرنے والیاں + یہ تینوں تین حالتیں بدلتی ہیں۔ جب تیسری حالت میں آتی ہیں۔ تو سینے والے حصّے میں چھ ٹانگیں ہوتی ہیں۔ اَور ہر ایک ٹانگ کے سِرے پر چھین چھین آنکڑے سے + اِنہی سے اپنے

جب رکِرم انڈے سے نکلتا ہے۔ تو وُہی اُون یا سمور کھاتا ہے۔ اور اُسی کا چھوٹا سا گھر بنا لیتا ہے۔ ایک طرف سے اُس کا مُنہ کھلا رہتا ہے۔ اور اُس وقت تک اُس میں رہتا ہے۔ جب تک کرِسِلِس کا وقت نہ آ جائے + بہت قسم کی تیتریاں ایسی ہیں۔ جن کے کِرم پودوں کو بڑا نُقصان پہنچاتے ہیں + بعض تیتریاں نہایت خُوبصورت ہو جاتی ہیں۔ اُن کے پروں میں طرح طرح کے رنگ چمکتے ہیں۔ اور یہ سب اُنہی ننھے چھلکوں کی بدولت ہیں + پھولوں پر اُڑتی پھرتی ہیں۔ اور لمبی لمبی نازک سونڈوں سے اُن کا رس چوستی ہیں۔ مگر افسوس کہ عُمر بہت کم ہوتی ہے۔ چند روز ہی زندگی کا مزا لیتی ہیں۔ اور مر جاتی ہیں +

شہد کی مکھی

یہ دیکھنے میں کیسی ناچیز اور چھوٹی سی ہے۔ بھورے رنگ کا صُوفیانہ لباس پہنے ہے۔ چمکیلے رنگ جو بعض کیڑوں میں ہوتے ہیں۔ اِس میں









شہد کی مکھی

کی ہے۔ اور اب بھی کر رہی ہے۔ کہ اُس کے تیار کرنے کی کوئی اچھی ترکیب نکل آئے۔ اور خرچ بھی کم ہو جائے۔ غالب ہے۔ کہ یہ اُمید بر آئے۔ اگر یہ بات خاطر خواہ ہو گئی۔ تو ہندوستان سے اِس کی بڑی مقدار دساور اور ولایتوں میں جایا کریگی۔ اور اِس تجارت سے یہاں کی دولت اور رونق میں ترقی ہوگی۔

تخمیناً کوئی بارہ ہزار قسم کے پروانے اور تیتریاں ہیں۔ سب ریشم کے کیڑے کی طرح تین حالتیں بدلتے ہیں۔ جب پر دار ہو جاتے ہیں۔ تو اِن کے چار پر ہوتے ہیں۔ اُن پر کھپریل کے کھپروں کی طرح ننھے ننھے چھلکے چھائے ہوئے۔ اگر پروانے یا تیتری کے بازو پکڑو۔ تو وہی ننھے ننھے چھلکے چٹکی میں لگ جائینگے۔ اور ایسے نظر آئینگے۔ جیسے رنگین غبار۔ اِن میں سے بہتیرے کیڑے ایسے ہیں۔ جو ریشم کے کیڑے کی طرح کوئے بناتے ہیں۔ مگر ہمارے کام کے تھوڑے ہی ہوتے ہیں۔ بعض بڑا نقصان کرتے ہیں۔ اُونی کپڑوں اور پوشتینوں میں انڈے دے دیتے ہیں۔

وہیں چپکے رہتے ہیں + ایک ایک مادہ سو سو دو دو سو انڈے دیتی ہے۔ اور ایک دو دن میں نر اور مادہ سب کے سب مر جاتے ہیں + انڈوں میں سے چھوٹے چھوٹے بھورے رنگ کے کرم نکل آتے ہیں۔ اور پتوں کو کھا کھا کر بہت جلد بڑھ جاتے ہیں۔ پہلے اُن کا رنگ زرد ہو جاتا ہے۔ اِس میں کالے کالے چھلّے اور چتّیاں۔ پھر سبز ہو جاتا ہے۔ اِس میں نہایت خوبصورت چھوٹی چھوٹی چتّیاں ہوتی ہیں۔ کچھ سُرخ۔ کچھ نیلی۔ کچھ سُنہری۔ + جب پُورے قد کے ہو جاتے ہیں۔ تو کوئے بناتے ہیں اور پھر حالت بدل کر ویسے ہی مُردہ سے ہو جاتے ہیں + انڈے دِئے جانے سے کوئی تین مہینے بعد نئے پروانے نکل آتے ہیں۔ یہ بھی انڈے دیتے ہیں۔ اور مرجاتے ہیں + جو کرم نئے انڈوں سے نکلتے ہیں۔ وُہ اپنے کوئے شُروع جاڑے میں بنا لیتے ہیں۔ باقی جاڑے اور گرمی مُردہ سے پڑے رہتے ہیں۔ پھر اگلے برس کی طرح آتی برسات میں پروانے نکلتے ہیں + سرکار نے ٹسر کی ترقی میں بڑی کوشش

اَور ایشیا کے بہُت سے مُلکوں میں پھیلی ہَے +

ہندوستان میں ریشمی کپڑا جو بنتا ہَے - اُس میں سے بہتیرا اُس ریشم کا ہوتا ہَے جو اور مُلکوں سے آتا ہَے + پنجاب کے بعض ضلعوں میں جو پہاڑ کے قریب ہَیں - اَور ہندوستان میں کہیں کہیں اَور بھی اِنھی چین کے ریشمی کیڑوں کی نسل پالتے ہَیں - مگر ہندوستان میں ریشم کے کیڑے اَور قِسم کے بھی ہوتے ہَیں - اِن میں سب سے مشہور ٹسر کے کیڑے ہَیں +

ٹسر کے کیڑے ہندوستان کے جنگلوں میں بہُت ہوتے ہَیں - اَور ہمالیہ پہاڑ کے نیچے نیچے اکثر مقاموں میں مِلتے ہَیں - اِن کے کویوں کی سال بھر میں دو فصلیں ہوتی ہَیں + پروانے آتی برسات نِکل آتے ہَیں - اِن میں سے مادہ مختلِف قِسم کے درختوں کے پتّوں اَور ٹہنیوں پر انڈے دے دیتی ہَیں + انڈے اوّل اوّل چپٹے ہوتے ہَیں - جہاں دیتی ہَیں -

جب ریشم کو چرخی پر چڑھاتے ہیں۔ تو کوئے گرم پانی میں ڈال دیتے ہیں۔ کہ لیس چھوٹ جائے۔ اور تار الگ الگ ہو جائیں۔ پھر چار پانچ تاروں کے سرے لیتے ہیں۔ انھیں بٹ کر ایک تاگا بناتے ہیں۔ اور چرخی پر لپیٹتے جاتے ہیں۔

ریشم سب سے پہلے چین میں بنا تھا۔ اور سب سے اچھے کیڑے بھی وہیں سے ہاتھ آئے تھے۔ تیرہ سو برس سے زیادہ ہوئے۔ کہ یہ کیڑے یورپ میں عجیب طور سے پہنچے۔ چینی چاہتے تھے۔ کہ ہمارے سوا دوسرے کے پاس نہ ہوں۔ لیکن یورپ کے دو پادری وہاں وعظ کرنے گئے۔ انھوں نے ان کے پالنے کی ساری ترکیب سیکھی۔ اور کسی ڈھب سے انڈے بھی لئے۔ انھیں ایک کھوکھلی بیت میں چھپا کر استنبول لے گئے۔ جب موسم آیا۔ تو انڈوں میں سے کیڑے نکلے۔ انھیں جنگلی توت کے پتوں سے پالا۔ پھر تو ان کی پود بڑھی۔ اور کروڑوں کیڑے ہو گئے۔ انھی کی نسل یورپ

پہلے تو پوشت کو پھاڑتا ہے۔ پھر کوئے سے نکلنے کی یہ ترکیب کرتا ہے۔ کہ اُس کے تاروں کو جو چیپ سے چپکے ہوتے ہیں۔ مُنہ کے لعاب سے تر کر لیتا ہے۔ اور اُنہیں ہٹا کر باہر آنے کا رشتہ اپنے لئے بنا لیتا ہے۔ مگر اس سے ریشم خراب ہو جاتا ہے۔ اس کے بچانے کی ترکیب یہ ہے۔ کہ جن کیڑوں کے انڈے لینے ہوتے ہیں۔ اُن کے کوئے الگ کر لیتے ہیں۔ باقی کو کھولتے پانی میں ڈال دیتے ہیں۔ یا تنور میں سینک لیتے ہیں۔ یا کوئی اور ترکیب کرتے ہیں۔ کہ وہ کیڑے اندر ہی اندر مر جاتے ہیں۔

انڈوں کے لئے جو کوئے الگ کرتے ہیں۔ اُنہیں ایسے کوٹھے میں سفید کپڑے پر پھیلا دیتے ہیں۔ جس میں کچھ اندھیرا ہوتا ہے۔ انڈوں سے جب پروانے بن کر نکلتے ہیں۔ تو اُڑ جانے کا ارادہ نہیں کرتے ہیں۔ کپڑے پر پڑے رہتے ہیں۔ اور مادہ وہیں انڈے دیتی ہیں۔ پروانے اس حالت میں کچھ کھاتے نہیں۔ چند روز میں مر جاتے ہیں۔

کھانا چھوڑ دیتا ہے۔ اور ریشم نکالنا شروع کرتا ہے۔ بیٹھا بیٹھا سر کو ادھر اُدھر موڑتا ہے۔ یہاں تک کہ ریشم کا کویا اپنے اُوپر بنا لیتا ہے۔ اِس ریشم کا ہر تار دُہرا ہوتا ہے۔ کیونکہ اِنہی دو چھوٹی نلیوں میں سے نکلتا ہے۔ اور یہ تار لمبا بھی بہت ہوتا ہے۔

یہ کویا تین چار دن میں بنتا ہے۔ کبھی پانچ دن میں بھی۔ یہ اِتنا بڑا ہوتا ہے۔ جتنا کبوتر کا انڈا۔ اور رنگ میں ہلکا سنہری۔ اِن دنوں میں یہ گھٹتے گھٹتے پہلے سے آدھا رہ جاتا ہے۔ اِس لئے کہ ریشم اپنے اُوپر تنتا ہے۔ اور کھانا بالکل چھوڑ دیتا ہے۔ اب ایک پوست پھر اُتارتا ہے۔ اِس وقت وُہ مُردہ سا ہو جاتا ہے۔ چکنا چکنا پوست ہوتا ہے۔ بھُورا رنگ۔ ایک طرف سے نکیلا جسم۔ جب کوئی کیڑا اِس حالت میں ہوتا ہے۔ تو انگریزی میں اُسے کرِیسلِس کہتے ہیں۔ دو تین ہفتے تک کوئے کے اندر یہ اُسی طرح پڑا رہتا ہے۔ اور اِس عرصے میں اندر ہی اندر پر نکال کر پروانہ بن جاتا ہے۔

سے زیادہ نہیں ہوتا۔ مگر کھاتا بہت ہے۔ اور
جلدی جلدی بڑھ جاتا ہے۔ تھوڑے عرصے میں اِتنا
ہو جاتا ہے۔ کہ پوشت میں نہیں سماتا۔ اِسے سر
کی طرف سے چیرتا ہے۔ اور کینچلی کی طرح اُتار کر
پھینک دیتا ہے۔ نیا پوشت اوّل اوّل خُوب
ڈھیلا ڈھالا اور نرم نرم ہوتا ہے۔ اُسی میں
جلدی جلدی بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اِسی طرح چار
پانچ پوشت اُتارتا ہے۔ جب پُورا قد نکال چُکتا
ہے۔ تو لمبائی میں کوئی تین انچ کا ہوجاتا ہے۔
زردی لئے خاکستری رنگ ہوتا ہے۔ جسم کے گرد
بارہ چھلّے۔ دونو کروٹوں میں نو نو چھید۔ جن
سے دم لیتا ہے۔ سولہ ٹانگیں۔ دونو کنپٹیوں میں
سات سات آنکھیں۔ دو پتلی پتلی نلیاں جسم میں
دُور تک پھیلی ہوئی۔ نلیوں کے مُنہ ٹھیک جبڑے
کے نیچے۔ اُن میں ایک لیس دار چیز۔ ریشم اِنہی
نلیوں سے بناتا ہے۔ اِسے اکثر سفید شہتوت
کے پتّے کھلایا کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ اور درختوں
کے پتّوں سے زیادہ مُوافق ہیں۔ چُگنا بڑھنا ہوتا
ہے۔ کوئی چھ ہفتے میں بڑھ چُکتا ہے۔ اب



ریشم کا کیڑا

کے غولوں کے پاس جا پہنچتے ہیں اکثر زہر کے
بجھے ہوئے تیر رکھا کرتے ہیں۔ اُن سے ایک
ایک کر کے بہتیرے مار لیتے ہیں۔
شتر مرغ اور اس وضع کے اور جانور دوڑنے
والے پرندے کہلاتے ہیں۔ اور ہندوستان
میں نہیں ہوتے۔

کیڑوں کا بیان

ریشم کا کیڑا

جو فائدے ریشم کے کیڑے سے ہوتے ہیں
وہ کسی اور کیڑے سے نہیں ہوتے۔ تمھیں یاد
ہے؟ شہتوت کے بیان میں بھی اس کا ذکر آ چکا
ہے۔ مگر یہ اُن کیڑوں میں سے ہے۔ جو تین
حالتیں بدلتے ہیں۔ اس کے انڈے رائی کے
دانے سے بھی چھوٹے ہوتے ہیں۔ ہر ایک انڈے میں
سے ایک چھوٹا سا کرم نکلتا ہے۔ پہلے کوئی پاؤ انچ

پاتے ہیں * یہ پر یورپ میں جا کر بکتے ہیں۔ ٹوپیوں وغیرہ میں زیبائش کے لیئے لگائے جاتے ہیں * بازو اور دُم کے سفید لمبے پر بڑی قیمت پاتے ہیں۔ ان کو اور دُم کے سیاہ پروں کو برس میں دو بار اُکھیڑ لیتے ہیں * ان کے بچے اِس ترکیب سے نکالتے ہیں۔ کہ انڈے لے کر صندوقچوں میں رکھتے ہیں۔ اُن کے اُوپر گرم پانی کے طشت دھر دیتے ہیں۔ نیچے لمپ سے گرمی پہنچاتے ہیں۔ اور روز انڈوں کو اُلٹتے پلٹتے رہتے ہیں۔ اِس طرح سے چھ ہفتے میں بچے نکل آتے ہیں *

لوگ پروں کے واسطے شتر مرغ کا شکار بھی کرتے ہیں۔ یہ دوڑنے میں گھوڑے کی نسبت بہت تیز ہے۔ اگر سیدھا بھاگتا۔ تو کسی کے ہاتھ نہ آتا۔ مگر اسے عادت ہے۔ کہ ترچھا دوڑتا ہے۔ شکاری جانچ لیتا ہے۔ کہ اِس کا رُخ کدھر ہے۔ اُسی حد پر جا لگتا ہے۔ جہاں زد پر آیا۔ اور گولی ماری * جنوبی افریقہ والے اِن کی کھالیں پہن لیتے ہیں۔ اور اِنہی کا بھیس بدل کر اِن

رات کو تو مادہ سیتی ہے۔ دن کو سورج کی گرمی۔ اسی سے انڈوں میں بچے پڑتے جاتے ہیں۔ مگر جنوبی افریقہ میں دن کو نر بیٹھتا ہے + انڈا وزن میں ڈیڑھ سیر کے قریب ہوتا ہے۔ چھلکا موٹا اور مضبوط۔ دیکھنے میں ملائی کے رنگ کا ہوتا ہے۔ اور بہت طرح سے کام میں آتا ہے + اس میں پانی رکھتے ہیں۔ وہ ڈھائی سیر کے قریب آ جاتا ہے + برابر دو ٹکڑے کر لیتے ہیں۔ تو خاصے دو پیالے بن جاتے ہیں + ٹوٹے پھوٹے ٹکڑوں کی ڈوئیاں اور چمچے بناتے ہیں + انڈے اس طرح پکاتے ہیں۔ کہ پینڈی کو انگاروں پر ٹکا دیتے ہیں۔ اوپر ایک سوراخ کر دیتے ہیں۔ ایک چھوٹی سی دو شاخی لکڑی اس میں ڈال کر پھراتے رہتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں اُتار کر کھا لیتے ہیں + افریقہ والوں کو ان کے انڈے بہت بھاتے ہیں۔ اور وہ ان کے بچوں کو بھی کھاتے ہیں +

شتر مرغ بہت آسانی سے ہل جاتا ہے +

جنوبی افریقہ میں جہاں انگریزوں کی آبادی ہے۔ لوگ پروں کے لالچ سے ان کے غول کے غول

کرتا ہے +
عرب اور افریقہ کے خشک ریتلے میدانوں میں ان کے غول پھرا کرتے ہیں + یہ بڑا کھاؤ ہے۔ دانہ گھاس بہت کچھ چر چگ جاتا ہے۔ اناج کے کھیت کو ایک غول تھوڑی دیر میں صاف کر دیتا ہے + مدت تک بن پانی جی سکتا ہے۔اور ریگستان کے رتھیرے کھا کر اکثر پیاس بجھا لیتا ہے + چھوٹے چھوٹے پرندے اکثر ریت کے دانے چگ لیا کرتے ہیں۔ کہ کھانا ہضم ہو جائے۔ شتر مرغ کو ایسی ضرورت پڑے۔ تو بڑے بڑے روڑے نگل جاتا ہے + جب بند کیا جائے۔ تو جو سامنے آجائے۔ ہڑپ کر جاتا ہے۔ لوہے۔ شیشے اینٹوں کے ٹکڑے۔ پرانی جوتیوں کے لیتڑے بھی نہیں چھوڑتا + ایک دفعہ کسی شتر مرغ نے پیسے چگ لئے۔ ان کا ایسا زہر چڑھا۔ کہ کام تمام ہو گیا +
شتر مرغ ریت کو اوپر سے کرید کر گڑھا سا بنا لیتا ہے۔ اس میں مادہ انڈے دیتی ہے۔ اور ان کو پینڈی کے بل ٹکا کر کھڑا کر دیتی ہے +

ہیں۔ اِس لیئے اُڑ نہیں سکتا۔ ہاں دَوڑنے میں اُن سے مدد لیتا ہے +

رانیں ننگی ہیں۔ نہ پر نہ رُوآں۔ باقی پاؤں سخت اَور کھپڑیلے۔ اِس کی ٹانگیں نہایت مضبوط ہوتی ہیں۔ اِس لیئے دَوڑنے میں بہُت تیز ہوتا ہے۔ لات اِس زور سے مارتا ہے۔ کہ تینڈوا بھی اِس پر حملہ کرنے سے جی چُراتا ہے + اِس کی دو ہی اُنگلیاں ہوتی ہیں۔ ایک اندر کی طرف۔ وہ بہُت بڑی ہوتی ہے۔ سات اِنچ لمبی۔ جِس میں ایک ناخُن بھی ہوتا ہے۔ دُوسری باہر کو۔ وہ بہُت چھوٹی سی ہے۔ اُس میں ناخُن نہیں + یہ جانوَر ایسا زور آور ہے۔ کہ دو آدمی اِس کی پیٹھ پر سوار ہو جائیں۔ تو آسانی سے لے جائے + اِس کی آنکھیں بڑی بڑی ہوتی ہیں۔ پپوٹوں پر پلکیں۔ نظر ایسی تیز۔ کہ لق و دق صحرا میں دُور دُور تک کام کرتی ہے +

آواز میں ایسی گرج کہ شیر ببر کی دھاڑ کا شُبہ پڑتا ہے + اکثر گڑ گڑاتا بھی ہے۔ جب جھنجھلاتا اَور لاتیں چلاتا ہے۔ تو بڑے زور سے سیں سیں

جگہ دبک کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور تاکتے رہتے ہیں۔ جب یہ جانور وہاں آتے ہیں۔ تو ایک دو کو مار ہی لاتے ہیں +

شتر مرغ

اِس کے برابر کوئی بڑا پرندہ نہیں ہے قد چھ فُٹ سے آٹھ فُٹ تک ہوتا ہے۔ نر سے مادہ ذرا چھوٹی ہوتی ہے + اِس جانور کے ڈِیل ڈَول پر خیال کریں۔ تو سر چھوٹا معلُوم ہوتا ہے۔ گردن لمبی۔ بچّوں کے سر اور گردن دونو پروں سے ڈھکے رہتے ہیں۔ مگر جوانی تک صِرف پتلا پتلا سا رُوآں رہ جاتا ہے۔ اُس میں سے چمڑی جھلکنے لگتی ہے + نر کے جسم پر سیاہ چمکیلے پر ہوتے ہیں۔ مادہ اور بچّوں کے پر گہرے خاکستری۔ اُن میں کہیں کہیں سفید پر بھی ہوتے ہیں + دُم اور بازُوؤں میں سے نرم اور لمبے لمبے سفید پر پیچھے کو لٹکتے ہیں + اُن میں کچھ سیاہ پر بھی ہوتے ہیں + سفید پروں میں کبھی کبھی سیاہ چتّیاں بھی دیکھنے میں آتی ہیں + اِس کے بازُو چھوٹے اور کم زور


شتر مرغ

پھانتا ہے۔ اور جہاں اناج کے کھیت پاتا ہے۔ خراب کر دیتا ہے + جب دن کو دھوپ تیز ہو جاتی ہے۔ تو جھیلوں اور دریاؤں کے کنارے پر چلا جاتا ہے۔ یا تو وہیں آرام کرتا ہے۔ یا پانی میں چل پھر کر دن کاٹتا ہے۔ اسی واسطے پانی میں چلنے والے پرندوں میں سے ہے +

اس کا گوشت مزے کا ہوتا ہے۔ اسی واسطے لوگ شکار کرتے ہیں۔ اس کے کئی طریقے ہیں + کبھی تو اس پر بھری چھوڑتے ہیں۔ یہ بڑے تماشے کا شکار ہوتا ہے۔ البتہ بھری خوب سدھی ہوئی چاہیئے۔ کہ اتنے بڑے پرندے تک پہنچے اور اسے مار سکے + کبھی شکاری ڈبکی لگا کر جاتے ہیں اور بندوق سے مارتے ہیں۔ اس میں ہوشیاری بھی چاہیئے۔ اور آہستگی بھی۔ کیونکہ یہ جانور بھڑکتا بہت ہے۔ اس کے پاس پہنچنا آسان نہیں + ہندوستان کے شکاری اکثر اس کے چرنے چگنے کی جگہ معلوم کر لیتے ہیں۔ اور صبح سے پہلے پچھلے اندھیرے منہ وہاں جا پہنچتے ہیں۔ کسی آڑ کی

چیز دیکھی۔ یا غیر آواز سُنی اور اُڑ گیا + اِس کا زمین سے اُٹھنا بڑی مُشکل ہے۔ پہلے مضبُوط بازوؤں کو بڑی محنت سے آہستہ آہستہ ہوا پر مارتا ہے۔ مگر ایک دفعہ اُڑا اور چل نکلا + یہ ہندوستان میں مِلتا تو ہر جگہ ہے۔ مگر صُوبجاتِ مُتحدۂ آگرہ و اودھ اور پنجاب میں اِس کی بہتات ہے + یہ تمام سال اس مُلک میں نہیں ٹھیرتا۔ سردی آتے ہی آن موجُود ہوتا ہے۔ گرمی آئی۔ اور سرد مُلکوں کی طرف بھاگا۔ یا تو ایشیا کے شمال میں چلا جاتا ہے۔ یا یورپ میں + وہیں انڈے دے کر بچّے نکالتا ہے۔ اکثر دلدل کی زمین پر ایک سیدھا سادہ گھونسلا بنا لیتا ہے۔ اُس میں گہری سبز رنگت کے دو انڈے دیتا ہے۔ جن پر بھُوری بھُوری چِتّیاں ہوتی ہیں + جب بچّے انڈوں سے نِکلتے ہیں ۔ تو اُن کے چھوٹے چھوٹے جِسم ہوتے ہیں۔ نرم نرم رُوئیں ۔ لمبی لمبی ٹانگیں۔ ایک عجیب شکل دِکھائی دیتی ہے +

کُلنگ صُبح شام دُھندلکے کے وقت چرتا

کہ ذرا بھٹکتا نہیں - اِس کے پیچھے دو قطاریں پھیلی ہوئی ہیں - جیسے کھلی ہوئی قینچی + قطار کی قطار اِدھر اُدھر مُڑتی ہے - مگر اپنی جگہ سے ایک بھی نہیں سرکتا - کہ انتظام میں فرق نہ آ جائے +

کُلنگ بڑا پرندہ ہے - سر سے دُم تک تین یا ساڑھے تین فٹ ہوتا ہے - پر پھیلا لیتا ہے - تو بازو کی اِس نوک سے اُس نوک تک چھ فُٹ کے قریب ہو جاتا ہے + اِس کے پروں میں خاکستری رنگ زیادہ پایا جاتا ہے - مگر پھر بھی خُوبصُورت جانور ہے + لمبے لمبے نیو دم خُوشنما پر جن کی نوکیں کالی ہوتی ہیں - بازوؤں سے نکلتے ہیں - کلغی کی طرح اُونچے اُٹھ کر دونو طرف لٹک جاتے ہیں - اور عجب بہار دیتے ہیں + اِس کی آواز ایک خاص طرح کی ہے - بہُت دُور سے سُنائی دیتی ہے - تیز نظر آدمی کی نگاہ ابھی کام نہیں کرنے پاتی - کہ آواز ہی سے لوگ جان جاتے ہیں - کہ کہیں اِدھر اُدھر کُلنگ ضرور ہے + یہ بڑا چوکنّا رہتا ہے - اُوپری

گیت لائے ہیں وہی جیندا گر والے
کہ کتاب میں اس کو کوئی نہیں
سے نہ پاوئے گا



کُلنگ

آج تک نہیں لگا۔ کہتے ہیں۔ کہ پپین کی کھال میں سے ایسا تیل نکلتا ہے۔ کہ بعض قسم کی مچھلیاں اُس کی بُو پر دَوڑتی ہیں ۔ بنگالے میں بعض جگہ مچھلی والے مچھلیاں پکڑنے میں اِس سے یہی کام لیتے ہیں۔ مچھوا اسے اپنی کشتی کے کنارے پر باندھ لیتا ہے۔ اور کبھی اُس کی آنکھیں بھی سی دیتا ہے۔ کہ دیکھ کر کھا نہ جائے ۔

کُلنگ Kulung

جاڑا آن پہنچا۔ اب کُلنگوں کے غول دکھائی دینے لگے ۔ ایک دُوسرے کے آگے پیچھے کیا برابر قطار باندھی ہے ۔ وُہ ہمارے سر پر اُڑے چلے جاتے ہیں۔ پتلی پتلی گردنیں آگے کو بڑھائی ہُوئی ہیں۔ لمبے لمبے پاؤں پیچھے لٹکائے ہوئے ہیں۔ پاؤں کیا ہیں۔ گویا جھنڈیوں کے پھریرے ہیں۔ کہ لہرا رہے ہیں ۔ اِن کو اُڑتے ہُوئے دیکھ کر عجب لُطف آتا ہے ۔ سرِگروہ آگے آگے اُڑا چلا جاتا ہے۔ رستے سے کیسا واقف ہے۔

یہی سبب ہے۔ جو بعض ملکوں میں یہ بات مشہور چلی آتی ہے۔ کہ یہ جانور ایسا جاں نثار ہے۔ کہ بچوں کو اپنے لہو سے پالتا ہے۔

ہندوستان میں کئی قسم کے حواصل ملتے ہیں۔ ایک قسم کے حواصل جن کے بڑے قد ہوتے ہیں۔ اور رنگ سفید۔ وہ ہمیشہ جاڑے کے موسم میں آسمان پر قطاریں باندھ کر آیا کرتے ہیں۔ بعض دفعہ غول کا غول قطار باندھ کر جھیل کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک چھا جاتا ہے۔ اور ایک سرے سے دوسرے تک اس طرح شکار کھیلتا ہوا جاتا ہے۔ کہ ایک مچھلی بھی مشکل سے بچتی ہے۔ ہندوستان میں خاکستری رنگ کے حواصل اور قسموں کی نسبت زیادہ ہوتے ہیں۔ یہیں انڈے بچے دیتے ہیں۔ اور جن میدانوں میں دریا۔ تالاب وغیرہ اکثر ہوتے ہیں۔ وہاں رہتے سہتے ہیں۔ برسات میں پنجاب کے سب دریاؤں پر موجود ہوتے ہیں۔ اور یہاں انہیں پین کہتے ہیں۔ لیکن اس علاقے میں ان کے گھونسلوں کا پتا

مچھلیوں ہی پر اِس کا گزارا اکثر ہوتا ہے۔ سر کو پانی میں ڈبو لیتا ہے۔ اور اِدھر اُدھر تیرتا ہوا انہیں لمبی سی چونچ سے پکڑتا پھرتا ہے۔ یہ بڑا کھاؤ ہے۔ بعض ملکوں کے آدمی اِس کی پُرخوری سے بھی روپیہ کماتے ہیں۔ چین کے مچھلی والے انہیں سدھاتے ہیں۔ اور اپنے لئے مچھلیاں پکڑنی سکھاتے ہیں۔ جو شکار حواصل اپنی تھیلی میں بھر کر لاتے ہیں۔ وہ اُگلوا لیتے ہیں۔

حواصل بڑی بے ڈھنگی اور لڑکھڑاتی چال سے چلتا ہے۔ یہ اپنا گھونسلا درختوں پر بناتا ہے۔ وہ لکڑیوں کا ایک چبوترا سا ہوتا ہے اُس پر دو یا تین سفید اور کھُردرے انڈے مادہ دیتی ہے۔ جب سیتی ہے۔ تو نر اُس کے لئے مچھلیاں پکڑ لاتا ہے۔ بچے نکل آتے ہیں۔ تو دونوں مل کر پالتے ہیں۔ اور تھیلی سے مچھلیاں نکال نکال کر کھلاتے ہیں۔ نکالنے کے واسطے چھاتی کو چونچ سے دباتے ہیں۔ لال لال نوک سفید پروں پر لہو کا سا دھبّا معلوم ہوتی ہے۔

حواصل

دیکھو۔ یہ تیراک پرندہ ہے۔ اِس کے پاؤں پر جھلی چھائی ہُوئی ہے۔ ڈیل ڈَول میں بہُت ہی بڑا ہے۔ سر سے دُم تک اکثر پانچ فُٹ سے کچھ زیادہ۔ مگر اُڑنے میں سبک پرواز ہوتا ہے۔ اِس کا سبب یہ ہے۔ کہ اُڑتے وقت بازو بہُت پھیل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک سِرے سے دُوسرے تک آٹھ فُٹ سے بھی زیادہ فاصلہ ہو جاتا ہے۔ اِن مضبُوط بازوؤں کی مدد سے دُور دُور کے سفر کرتا ہے۔ اُڑنے میں لمبی سی گردن کو پیٹھ کی طرف جھکا لیتا ہے۔ چونچ لمبی اور سیدھی ہوتی ہے۔ مگر نوک مُڑی ہُوئی۔ جب چونچ کھولتا ہے۔ تو مُنہ بہُت پھیل جاتا ہے۔ اِس جانور میں یہ عجیب بات ہے۔ کہ تلے کے جبڑے میں ایک کھال کی تھیلی ہوتی ہے۔ اُس میں آٹھ سیر پانی آ سکتا ہے۔ یہ اِس کے شکار کے لئے قُدرتی ٹوکری ہے۔ جو مچھلیاں پکڑتا ہے۔ اُس میں بھرتا جاتا ہے۔



حواصل

کھلی طرفوں پر کئی آدمی جاتے ہیں - اور کھیت میں گھس کر پاؤں کی آہٹ سے جال کی طرف دباتے آتے ہیں + جب بیٹریں ہٹتے ہٹتے کھیت کے کنارے پر جال کے تلے آ جاتی ہیں - تو کھیت میں سے نکل کر اُڑنا چاہتی ہیں - وہاں جال کے سرے بند ہوتے ہیں - اُس میں رُک کر پھڑ پھڑانے لگتی ہیں - شکاری پکڑ پکڑ کر پھٹکی میں ڈال لیتے ہیں +

ہندوستان میں لوگ بٹیروں کو کھانے ہی کے لئے نہیں پکڑتے - بلکہ جس طرح اور کئی قسم کے کُریدنے والے جانوروں کو لڑاتے ہیں - اُسی طرح اِنہیں بھی لڑاتے ہیں + اگرچہ اِن کی لڑائی میں ایسی بے رحمی نہیں ہے - جیسی مُرغوں کی لڑائی میں ہوتی ہے - کیونکہ یہ مُرغوں کی طرح آپس میں خُوں ریزی نہیں کرتیں - مگر پھر بھی یہ کام ظُلم سے خالی نہیں ہے - اِس سے بچنا بہتر ہے +

زیادہ بولتی ہوئی بٹیریں جمع کرتے ہیں۔ اُن کو پنجاب میں بُلارے کہتے ہیں۔ رات کو کئی آدمی مل کر باہر جاتے ہیں۔ کسی ہرے کھیت کے کنارے پر بانس گاڑ کر اُن کے پنجرے ٹانگ دیتے ہیں + اسی کھیت کے ایک کونے پر کھیتی کے اُوپر بڑا سا جال بچھا دیتے ہیں۔ کہ بیس تیس گز لمبا چوڑا ہوتا ہے۔ کھیت کے کنارے کنارے دونو طرف جال سے لگی ہوئی میخیں گاڑ دیتے ہیں۔ اور جال کے سرے کو کچھ اُن سے باندھ دیتے ہیں۔ کچھ پتھروں سے دبا دیتے ہیں + بُلارے جب جنگل کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کھاتے ہیں۔ تو خوش ہوکر بولنے لگتے ہیں۔ ان کی آواز پر چاروں طرف سے دُور دُور کی بٹیریں کھنچ آتی ہیں۔ وہیں کے کھیتوں میں چُگنے لگتی ہیں۔ بولتی ہیں۔ اور کُلیلیں کرتی پھرتی ہیں + شکاری اور کھیتوں میں سے گھیرا دے کر جال والے کھیت کی طرف لے آتے ہیں + جب صُبح کی روشنی نمُودار ہوتی ہے۔ تو کھیت کی دو

جڑیں لگی رہتی ہیں + مُلک کے مختلف علاقوں میں جہاں جہاں غلّہ پکنے کا وقت آتا ہے وہیں جا پہنچتی ہیں + بٹیریں ہندوستان میں تمام سال اکثر نہیں ٹھہرتیں۔ برسات میں چلی جاتی ہیں۔ کہیں اور جا کر انڈے بچے نکالتی ہیں + یہ جانور رات کو سفر کرتا ہے۔ اور اُڑتا ہوا دُور دُور پہنچتا ہے + اس کی طرح اور پرندے بھی رات کو اکثر سفر کرتے ہیں۔ جو ایک موسم کسی مُلک میں بسر کرتے ہیں۔ اور دُوسرا موسم اور مُلک میں + بعض قسم کی بٹیریں ہیں۔ کہ ہمیشہ ہندوستان ہی میں رہتی ہیں + اُن میں سے ایک قسم کی بیٹر عام بیٹروں سے بہت ملتی ہے۔ مگر اُس کا رنگ اِن سے زیادہ چمکیلا ہے۔ اور نر کا بوٹا بھی کالا ہوتا ہے + مادہ اکثر چھ سات انڈے دیتی ہے۔ دیکھنے میں جیسے ملائی کی گولیاں۔ مگر گلابی مائل۔ اُن پر کچھ بھوری سی چتّیاں بھی ہوتی ہیں +

بیٹروں کے پکڑنے کی ترکیب بہت آسان ہے + چڑی مار یا شوقین بیٹرباز دس بیس یا

آنکھیں - تیز اور شوخ نگاہ - مڑی ہوئی چونچ -
ماشی پر - اُن میں ہلکی زردی - نیلگی سفیدی اور
سیاہی کی چتیاں اور دھاریاں + مُرغ کے بیان
میں تُم پڑھ چکے ہو - کہ بٹیر کُریدنے والا پرندہ
ہے + یہ بات اِس کی عادتوں سے بھی معلوم
ہو جاتی ہے - دیکھو - جو دانہ تنکا زمین سے نکالتی
ہے - کُرید کر نکالتی ہے - ہاں - جبھی اِس کے
پاؤں - پنجے - ناخن ایسے مضبوط ہوتے ہیں + اور
کُریدنے والے پرندوں کی طرح اِس کی بھی تین
اُنگلیاں آگے ہیں - ایک پیچھے - پیچھے کی اُنگلی بہت
ہی چھوٹی ہے - اور پنجے سے ذرا اُونچی ہوکر لگی
ہے - اُنہی کی طرح خمدار چونچ کے اُوپر نتھنوں
کے دو بڑے بڑے سوراخ ہیں + ایک فرق ہے -
کہ اکثر کُریدنے والے پرندوں میں نر کے پنجوں
سے اُوپر اندر کی طرف ایک ایک کانٹا ہوتا
ہے - اِس کے نہیں ہوتا +

بٹیریں یا تو لمبی لمبی گھاس میں رہتی ہیں -
یا اناج کے کھیتوں میں - یا ایسی زمینوں میں ہوتی
ہیں - جہاں سے غلّہ کٹ جاتا ہے - ٹھنٹھ اور

بد بُو دار ہوتا ہے +

بعض جگہ اِسے چنڈرا بھی کہتے ہیں - اور جاہل لوگ منحوس سمجھتے ہیں + بعض وہمیوں کو اگر معلوم ہو جائے - کہ کٹھ پھوڑا اُن کا رستہ کاٹ گیا ہے - تو سفر کو جاتے جاتے پھر آتے ہیں +

ہندوستان میں کئی قسم کے کٹھ پھوڑے ہیں + اِن کے پر اکثر کالے اور سفید ملے جُلے ہوتے ہیں - بعض میں کچھ زردی اور کچھ اور رنگت بھی نظر آتی ہے + نر کے سر پر اکثر یا تو قرمزی رنگ کا تاج ہوتا ہے - یا رخساروں پر قرمزی دھاریاں +

بٹیر

کھیتیاں پکتی جاتی ہیں - کسانوں کو فصل کا خیال ہونے لگا - بٹیروں کی صاف صاف سیٹیاں کھیتوں میں سُنائی دیتی ہیں - ہاں یہ پکتے ہُوئے کھیتوں ہی پر آ گرتی ہیں +

بٹیر کو سب جانتے ہیں - گول مول شکل - چھوٹی سی دُم - چوڑے چوڑے پنجے - کالی



بٹیر

کی زبان میں کچھ لیس بھی ایسا ہے۔ کہ چھوٹے
کیڑے اور اُن کے انڈے اُس میں چمٹ جاتے ہیں۔
اگلے زمانے میں بعض ملکوں کے لوگ اِسے بہت
ستایا کرتے تھے۔ کہتے تھے۔ کہ درختوں میں چھید
کرکے سکھا دیتا ہے۔ مگر حقیقت میں بڑے کام
کا جانور ہے۔ گلی ہوئی لکڑی کو کاٹ کر الگ
کر دیتا ہے۔ جو کیڑے اندر ہوتے ہیں۔ کھا لیتا
ہے۔ اگر یہ کیڑے نہ کھائے۔ تو درخت کا درخت
خراب ہو جائے۔
کٹھ پھوڑا چڑیوں وغیرہ کا گھونسلا نہیں بناتا۔
کسی درخت میں گلی ہوئی جگہ کھوکھ بنا لیتا ہے۔
مادہ گلی ہوئی کچھ چھپٹیاں سمیٹ لیتی ہے۔
اور اُن پر تین سے چھ تک سفید سفید انڈے
دیتی ہے۔ بچے اُڑنے سے بہت پہلے ہی
ٹہنی ٹہنی دوڑنا اور درختوں پر چڑھنا سیکھ
جاتے ہیں۔ اکثر پرندوں کا قاعدہ ہے۔
کہ جن گھونسلوں میں رہتے ہیں۔ اُنہیں
صاف اور ستھرا رکھتے ہیں۔ مگر اِسے یہ
شوق نہیں۔ اِس کا گھونسلا گندہ اور

نُکیلے ہوتے ہیں۔ جب درخت پر چڑھتا ہے۔ تو اُس پر دُم ٹکا کر سہارا لے لیتا ہے + اِس کے سینے کی ہڈی اِتنی اُبھری ہوئی نہیں۔ جتنی اکثر اور پرندوں کی ہوتی ہے۔ اِس لئے درخت سے خُوب چپک جاتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو اُس کی اُبھری ہُوئی دھار باقی جسم کو وصل نہ ہونے دیتی + چونچ سیدھی۔ مضبُوط اور سخت ہوتی ہے۔ اُسی سے بڑھئی کی طرح اپنا سارا کام کر لیتا ہے +

اِس ننھے سے بڑھئی کے پاس لکڑی کاٹنے کے اوزار تو سب مَوجود ہیں۔ مگر اِن کے علاوہ ایک قُدرتی اوزار اور بھی ہے۔ اُس سے چھوٹے چھوٹے کیڑے پکڑ کر کھاتا ہے۔ مہین مہین سُوراخوں میں۔ پتلی پتلی درزوں میں جہاں چونچ نہیں پہنچ سکتی۔ وُہی اوزار کام دیتا ہے۔ وُہ کیا؟ لمبی اور مہین زبان۔ اِس کے سرے پر چھوٹی چھوٹی نوکیں ہوتی ہیں۔ جیسے مچھلی پکڑنے کے کانٹوں کی نوکیں۔ زبان نکال کر اِتنی بڑھا سکتا ہے۔ کہ گہری گہری درزوں میں پہنچ جاتی ہے۔ اندر کے کیڑے تیز نوکوں میں چبھو کر نکال لاتا ہے + اِس

ہے۔ یہ اسی کی آواز ہے۔ کٹھ پھوڑا یہی ہے۔
کیا خوبصورت جانور ہے۔ اس کے سفید اور
سیاہ پر کیسے چمکتے ہیں! سر پر کیا خوش نما
قرمزی تاج ہے! کیا درخت پر چمٹا ہوا ہے!
چمکتا ہوا تاج نہ ہو۔ تو مشکل سے دکھائی دے +
یہ کیا کر رہا ہے؟ گلی ہوئی لکڑی پر ٹھونگیں
مار رہا ہے۔ یا تو اس میں کیڑے بہت ہو گئے
ہیں۔ وہ نکال کر کھائیگا۔ یا لکڑی کو کھوکھلا
کر رہا ہے۔ گھونسلا بنا کر اس میں رہیگا +
اس کے پنجوں کو دیکھتے ہی معلوم ہو جاتا
ہے۔ کہ یہ چڑھنے والے پرندوں میں سے
ہے + وہی چار انگلیاں ہیں۔ دو آگے اور دو
پیچھے مڑی ہوئی ہیں۔ انہی سے درخت کی ٹہنی
کو مضبوط پکڑ لیتا ہے۔ طوطے کے بیان میں
تم پڑھ چکے ہو۔ کہ چڑھنے والے پرندوں کا
یہی نشان ہے۔ کٹھ پھوڑے کے پنجوں میں بڑے
مضبوط اور خمدار ناخن ہیں۔ یہی ناخن گڑو کر
درخت سے چمٹا رہتا ہے۔ اور بے خطر ٹھونگیں
مارے جاتا ہے + دم کے پر بہت سخت اور



کٹھ پھوڑا

چھوٹے سے بشاش پرندے کو کلیل کرتے دیکھتے ہیں۔ تو بہت جی خوش ہوتا ہے۔ سبحان اللہ! کیا خالق ہے۔ اپنی مخلوقات پر عجب عجب عنایتیں کی ہیں۔ ہر ایک کو وہی چیزیں دی ہیں۔ جو اُسے درکار ہیں۔ جب اُس کی حکمتوں اور صنعتوں پر خیال کرتے ہیں۔ تو عقل حیران ہو جاتی ہے۔ اُس کی شان دیکھو۔ اِس چھوٹے سے پرندے کو تیتری کے سے نازک اور خوبصورت پر دئے ہیں۔ ننھا سا قد۔ چونچ لمبی اور خمدار۔ اسے گویا اسی واسطے بنایا ہے۔ کہ میٹھا رس ڈھونڈتا پھرے۔ مٹھاس کھائے۔ اِس پھول سے اُس پھول پر جا بیٹھے۔ اِس ٹہنی سے اُس ٹہنی پر اُڑ جائے۔

کٹھ پھوڑا

ذرا کان لگا کر سُننا! یہ کیا آواز ہے؟ سامنے کے درخت پر کھٹ کھٹ کیسی ہو رہی ہے۔ جیسے بڑھئی کچھ کام بنا رہا ہے۔ غور سے دیکھو۔ وہ درخت کے موٹے سے تنے پر چھوٹا سا پرندہ دکھائی دیتا ہے۔ اپنے کام میں لگا ہوا

کہاں نصیب ہوتی ہے۔ چونچ کی قطع صاف کہے دیتی ہے۔ کہ اِس کا نام پتلی چونچ والے پرندوں میں رکھنا۔

یہ اپنا گھونسلا اکثر پھیلی ہوئی جھاڑی کی ٹہنیوں پر بناتا ہے۔ جہاں مکڑی نے گھنا جالا تنا ہو۔ اُسی میں کچھ کاغذ کے پُرزے۔ کچھ کپڑے کی دھجیاں۔ گھاس پھُوس کے تنکے وغیرہ بُنتا ہے۔ اور اپنے گھر کے لئے خُوب مضبُوط زمین تیار کرتا ہے۔ اور اسی قسم کے مصالح سے گھر کی عمارت کھڑی کر لیتا ہے۔ ایک طرف کو دروازہ رکھتا ہے۔ اور مینہ بُوندی کے بچاؤ کے لئے اکثر اُس پر چھجا بھی بنا دیتا ہے۔ اِس کے انڈے خاکستری ہوتے ہیں۔ مگر ذرا ذرا سبزی جھلکتی ہے۔ اور جیسا آپ ننھا سا ہوتا ہے۔ ویسے ہی ننھے ننھے انڈے ہوتے ہیں۔

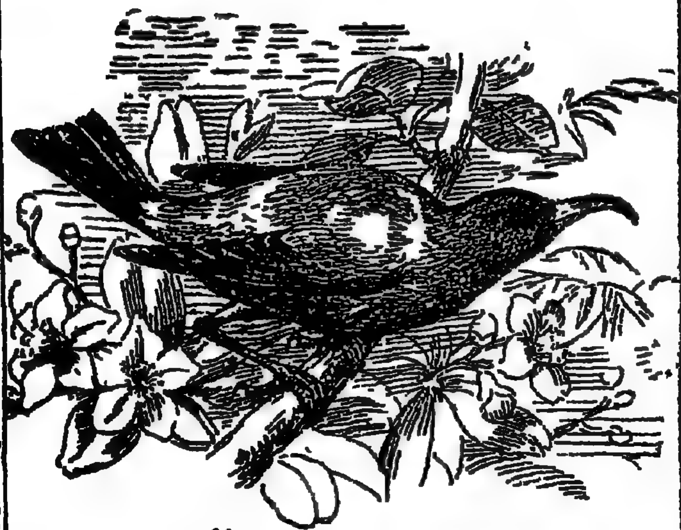
جب میٹھی میٹھی آواز سے ریز کرتا ہے۔ تو سُن کر مزا آتا ہے۔ مگر اِس کے پروں کی بہار۔ کُلیل کی اچھپلاہٹ سے باغ کو بڑی رونق ہوتی ہے۔ جب چلچلاتی دھوپ ہوتی ہے۔ اور اِس

بھی نہیں بھرتا۔ یہ خوبصورت جانور ہندوستان کے
بہت ننھے ننھے پرندوں میں سے ہے۔ چونچ سے
دُم تک ساڑھے چار اِنچ سے زیادہ نہیں ہوتا۔
اِس کا نر گرمی کی آمد میں کُرمز جھاڑ کر عجب
رنگ رُوپ نکالتا ہے۔ سر۔ گردن۔ گلے۔ سینے۔
اور پیٹھ کا رنگ ایسا ہوتا ہے۔ جیسے چمکدار سبز
اور اُودے رنگ کی دُھوپ چھاؤں۔ دُم اور
بازُو سیاہ ہوتے ہیں۔ بازوؤں میں قرمزی اور
زرد رنگ کے پروں کا ایک بڑا خوش نما گُچھا
ہوتا ہے۔ ننھے ننھے پیٹ کے سُرمئی پروں
میں چھُپ جاتے ہیں۔ لمبی اور پتلی چونچ اِس
کام کے لئے بہت خُوب ہے۔ کہ پھولوں میں سے
رس نکالے۔ اور کھائے۔ اِس نفیس مزاج جانور کو
یہی خُوراک بہت بھاتی ہے۔ خواہ وُہ اِس پھول سے
اُس پھول پر اُڑ کر جاتا ہو۔ اور اُس کے چمکدار
پر دُھوپ سے اور بھی جھلکتے ہوں۔ خواہ کسی
بڑی بتیتری کی طرح کسی پھول کی نازک پتی
پر بیٹھا رس چُوستا ہو۔ جب دیکھو گے۔ یہی
کہو گے۔ کہ یہ نازنین صُورت اور کامنی سی مُورت

ہے۔ اور جسے اشارہ کرو۔ وہ دے آتا ہے۔ ہاتھ
پر سے ہنڈی اُتار لاتا ہے۔ اِسی طرح اِلایچی یا
مِصری کی ڈلی چونچ میں لے جاتا ہے۔ اور مُنہ
میں دے آتا ہے۔ چھوٹی سی توپ بھرتا ہے۔
اور چھوڑتا ہے۔ آس پاس کے جانور اُس کی
آواز سے ڈر کر اُڑ جاتے ہیں۔ مگر یہ چھوٹا سا
گولنداز ذرا نہیں ڈرتا۔ وہیں بیٹھا بہادری دِکھاتا
ہے۔ کبھی ایک چھوٹی سی بنیٹی اِس کی چونچ
میں دیتے ہیں۔ یہ بیچ میں سے پکڑ کر سِر
کے گِرد اِس صفائی سے پھراتا ہے۔ کہ آگ
کا چکر بندھ جاتا ہے۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ یہ
چھوٹا سا پرندہ عجیب عجب کام کرتا ہے۔

شکر خورہ یا پھل سُنگھنی

ہندوستان میں اور خاص کر کوہ ہمالیہ میں یہ
جانور کئی قِسم کا ہوتا ہے۔ مگر اودہ شکر خورہ اکثر
جگہ نظر آتا ہے۔ باغوں میں رہتا سہتا ہے۔ اور
وہیں کلیلیں کرتا ہے۔ اِس کی پیاری پیاری صُورت
اور ادائیں دِل کو ایسی بھاتی ہیں۔ کہ دیکھنے سے



شکرخوره یا پچھل مشتلمنی

ہے۔ آرام سے بیٹھا ہوں۔ اور خدا کا شکر
کر رہا ہوں + بندر ایک تو پہلے ہی جھلّا رہا
تھا۔ بئے کی باتوں سے جل گیا۔ جھنجھلا کر
ایک ہاتھ مارا۔ اور گھونسلے کو نوچ کھسوٹ
تنکا تنکا کرکے پھینک دیا + بیا۔ بئی اُڑ کر
ایک ٹہنی پر جا بیٹھے۔ یہی غنیمت ہوا۔ کہ
جان بچ گئی + بئی نے گھر کی بربادی اور اُس
وقت کی تکلیف سے دِق ہو کر بئے کو یہ دوہرا
سُنایا۔ سیکھ وا کو دیجیے جا کو سیکھ سُہائے سیکھ
نہ دیجیے باندرا جو بئے کا گھر جائے + جب ہی
سے کہتے ہیں۔ بیا میدان میں بلند درختوں
پر گھونسلا بناتا ہے۔ جہاں کسی کا ہاتھ
نہ پہنچ سکے +

لوگ بئے کو پکڑ لیتے ہیں۔ اِس کی کمر میں
پیٹی باندھتے ہیں۔ اور عجیب عجیب کرتب سکھاتے
ہیں۔ اِسے دکھا کر کوئیں میں چھلّا پھینکتے ہیں۔
یہ ایسی پھرتی سے جاتا ہے۔ کہ چھلّا پانی تک
نہیں پہنچنے پاتا۔ رستے ہی میں سے لپک کر
لے آتا ہے + چھوٹا سا لفافہ خط کے طور پر لے جاتا

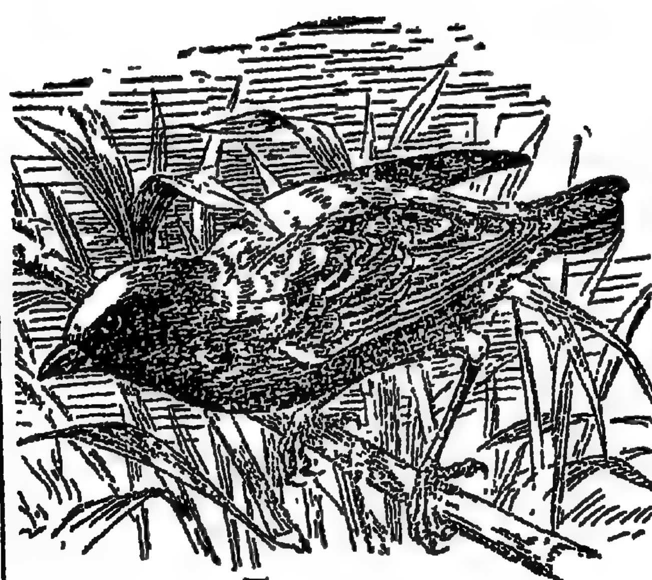
یکایک بدلی چھا گئی - بجلی چمکنے لگی - بڑی بڑی
بوندیں پڑنے لگیں + اُنھوں نے اپنے گھونسلے
میں کئی جگنو سجا کر گھر کو روشن کر رکھا تھا -
مزے سے باتیں کر رہے تھے - مینہ موسلا دھار
پڑنے لگا - مگر انھیں کچھ بھی پروا نہ ہوئی +
اتنے میں شامت کا مارا ایک بندر وہاں آ نکلا -
مینہ سے دق ہو کر درخت پر چڑھ آیا - مگر
کہیں ایسے پتے نہ تھے - کہ بیچارے کو بچا لیتے -
ناچار کبھی اِس ٹہنی پر جا چڑھتا - کبھی اُس
ٹہنی پر - جب اولے بھی آئے - تو گھبرا کر
چڑ چڑ کرنے لگا + بیا نہ رہ سکا - پکار کر
کہا - میاں بندر! تمھیں خدا نے انسان کی
صورت دی - ویسے ہی ہاتھ دئے - اُس سے
بھی چلتے ہوئے پاؤں دئے - آدمی سے چالاک
چشم دیا - تم چاہو - تو بہت کچھ کر سکتے ہو -
اگر ایک آرام کا گھر بنا رکھتے - تو اِس وقت
کیسا کام آتا + مجھ کو دیکھو - ایک - بیچارہ
چھوٹا سا جانور ہوں - اپنی حالت کے موافق
کیسا خوبصورت گھر بنایا ہے - قمقمہ سا روشن

ہیں۔ تو اُس میں ایک انڈا بناتے ہیں۔ بئی اُس
پر بیٹھ جاتی ہے + نر گھاس یا اور مصالح لاتا ہے۔
وہ باہر کے رُخ کام کرتا ہے۔ مادہ انڈے پر
بیٹھی ہوئی اندر کام کرتی ہے۔ کہ گھر دُرستی
اور صفائی سے تیّار ہو جائے + انڈے کے ایک
رُخ پر کوٹھڑی سی بنا لیتے ہیں۔ مادہ اُس میں
دو یا تین سفید انڈے دے دیتی ہے۔ دروازہ
دُوسری طرف ہوتا ہے۔ اور اُس کا رستہ نیچے
سے۔ وہ گیلی مٹّی کی ڈلیاں لاتے ہیں۔ اور
گھونسلے میں لگاتے ہیں۔ یہ اِس لیئے ہوگا۔
کہ گھونسلے کا بوجھ تُلا رہے۔ اور ہوا سے اِدھر
اُدھر نہ اُڑے + لوگ کہا کرتے ہیں۔ کہ بیا
جُگنو پکڑ کر اِن مٹّی کی ڈلیوں پر رکھ دیتا ہے۔
کہ رات کو گھر میں روشنی رہے + تم کو ایک
کہانی سُناتے ہیں۔ اگرچہ سچ نہیں ہے۔ مگر
بڑی عجیب و غریب ہے +

کسی جنگل میں تاڑ کے درخت پر بئے کا گھونسلا
تھا۔ ایک دِن برسات کے موسم میں شام کے
وقت بیا اور بئی اپنے گھر میں بیٹھے تھے۔ کہ

ہیں - اور ایک ہی جگہ بسیرا لیتے ہیں + یہ سب طرح کا اناج کھا لیتے ہیں - چاول اور طرح طرح کی گھاس کے بیج مزے سے کھاتے ہیں - اور چگنے میں جھگڑے کا جھگڑا چہکتا رہتا ہے +

اس کا خوش نما گھونسلا بڑا مضبوط بنا ہوا ہوتا ہے - نہ اس میں مینہ کا اثر ہوتا ہے - نہ ہوا کا ڈر + وہ اکثر ناریل یا کھجور یا تاڑ کے بلند درختوں پر پتوں میں لٹکا ہوا دکھائی دیتا ہے - یا ببول یا سرس کی خشک ٹہنیوں میں + ہری گھاس سے یا کیلے یا کھجور یا ناریل کے پتوں کے ریشوں سے اپنا گھونسلا بناتا ہے - لیکن کیلے یا کھجور وغیرہ کے پتوں سے جو گھونسلا بناتا ہے - وہ اکثر گھاس کے گھونسلے سے چھوٹا ہوتا ہے - گویا یہ ننھا سا سیانا معمار بھی جانتا ہے - کہ مصالح مضبوط ہے - گھر کی دیواروں کو بڑے آثار کی ضرورت نہیں + بیا اور بئی گھونسلے کے بنانے میں شریک ہوتے ہیں - پہلے اوپر کے رخ سے کام شروع کرتے ہیں - اور پتوں کے ریشوں یا گھاس کی ایک ٹوکری سی بن لیتے ہیں + جب اوپر کا حصہ بنا چکتے



بیا

بیا

تم نے بئے کا گھونسلا دیکھا ہے ؟ دستکاری دیکھ کر عقل حیران ہوتی ہے - اور جب ہم اِس ننھے سے معمار پر خیال کرتے ہیں - تو اِس کی محنت کشی - ہنر اور کاریگری پر بڑا تعجب آتا ہے - پہلے ہم اِس پرندے کا حال بیان کرتے ہیں - پھر اِس کی کاریگری دکھائینگے +

بیا ہندوستان میں ہر جگہ ملتا ہے + یہ ظاہر میں ایک سادہ وضع چھوٹا سا جانور ہے + اِس کے اوپر کے پروں کی خاکی رنگت ہوتی ہے - کنارے ذرا زردی مائل + نر جب جوان ہوتا ہے - تو گرمی اور برسات میں تمام سینہ اور اوپر کی طرف سے سر بھی شوخ زرد ہو جاتا ہے + سر سے دُم تک چھ اِنچ کے قریب ہوتا ہے - اِس جسم پر پنجے ذرا بڑے ہیں - اُنگلیاں لمبی اور ناخن تیز ہیں + اِس کی چونچ کہے دیتی ہے - کہ یہ گاؤدُم چونچ والے پرندوں میں سے ہے + بئے چھوٹے چھوٹے جھلڑوں میں اکٹھے رہا کرتے

شکل اِختیار کی تھی + بنگالے کے ہندو اِس کی بڑی تعظیم کرتے ہیں۔ کلکتے میں دُرگا پوجا سے پہلے امیر اور مہاجن لوگ مول لے رکھتے ہیں۔ جب دُرگا دیوی کی مُورت کو دریا میں ڈالتے ہیں۔ اُس وقت اِسے اُڑا دیا کرتے ہیں۔ بہت سے ہندو مَوقع کے مُطابق اِس سے اچھّا بُرا شگون بھی لیتے ہیں۔ سفر کو جاتے وقت کسی کے رستے کو نیل کنٹھ کاٹ جائے۔ تو منحوس سمجھتے ہیں۔ لیکن دسہرے کے دِن اِس کا دیکھنا بہت مُبارک جانتے ہیں۔ اِدھر اُدھر دیکھتے رہتے ہیں۔ اور جب تک نظر نہیں آتا۔ کھانا نہیں کھاتے + اِس مُلک کے بعض شہروں میں گوالیوں کا عجیب خیال ہے۔ وُہ کہتے ہیں۔ کہ اگر نیل کنٹھ کے پر کتّر کرکے چارے میں ملائیں۔ اور گایوں کو کھلائیں۔ تو دُودھ بہت ہوتا ہے + اگلے زمانے میں اِنگلستان کے لوگ بھی جنتر منتر اور اچھے بُرے شگونوں کو مانتے تھے۔ جب عِلم پھیلا۔ تو ایسے خیالات جاتے رہے۔ اب شاذ و نادر ہی کوئی اُن کو مانتا ہو +

مگر نیل کنٹھ اکثر ایسی چالاکیاں کرتا ہے ۔ کہ بچ ہی جاتا ہے ۔ کبھی تو ترچھا نکل جاتا ہے ۔ کبھی سیدھا نیچے کو ڈوب جاتا ہے ۔ اور برابر چلاتا رہتا ہے ۔ ہزاروں حکمتیں کرتا ہے ۔ بڑی کوشش یہ ہوتی ہے ۔ کہ کوئی درخت قریب آ جائے ۔ یا جھاڑیوں کا جھنڈ مل جائے ۔ تو اُس میں جا چھپے ✚

بعض دفعہ نیل کنٹھ کو چوگڈی میں پکڑتے ہیں ✚ بانس یا بیت کی دو پتلی تیلیوں کو بیچ میں سے باندھ لیتے ہیں ۔ اور خم دے کر چاروں سرے زمین میں گاڑ دیتے ہیں ۔ ایک چھوٹی سی چھپکلی یا کوئی کیڑا بیچ میں باندھ دیتے ہیں ۔ اور تیلیوں پر لاسا مل دیتے ہیں ۔ جب وہ اپنا شکار دیکھ کر جھپٹا مارتا ہے ۔ تو تیلیوں کا لاسا اُس کے بازوؤں میں چمٹ جاتا ہے ۔ آخر وہ پھنس جاتا ہے ✚

ہندوستان میں نیل کنٹھ بہت ہوتا ہے ۔ ہندو سینکڑوں برس سے اِس کو شو جی کا مقدس جانور سمجھتے چلے آتے ہیں ۔ کہتے ہیں ۔ کہ شو جی نے ایک دفعہ اِس کا اوتار دھارا تھا ۔ یعنی اِس کی

کھول کر مُنہ پھیلاتا ہَے۔ تو صاف معلوم ہو جاتا ہَے۔ کہ یہ بھی اُنھی میں سے ہَے ٭ گُشادہ دہن جانور اکثر اچّھی طرح چل نہیں سکتے۔ اُڑتے خُوب ہَیں۔ نیل کنٹھ کا بھی یہی حال ہَے۔ اِس کے لمبے لمبے نوک دار بازُو۔ سخت دُم۔ کم زور ٹانگوں پر خیال کرو گے۔ تو سمجھ جاؤ گے۔ کہ یہ بھی وَیسا ہی ہَے ٭ یہ اکثر کیڑے کھاتا ہَے۔ ہوا میں سے اُڑتے ہُوئے کو لپک لیتا ہَے۔ یا زمین پر سے جھپٹّا مار کر لے جاتا ہَے ٭ ٹِڈّے اور جھینگر کو یہ بڑے شوق سے کھاتا ہَے۔ گُبریلے بھی کھا لیتا ہَے۔ اور کبھی کبھی کھیتوں کے ننّھے ننّھے چُوہوں کو بھی لُقمہ کر جاتا ہَے۔ اُڑتا ہُوا ۳ تا ہَے۔ اور جھپٹ کر لے جاتا ہَے ٭ نیل کنٹھ کے گھونسلے اکثر کِسی سُوکھے ہُوئے درخت کے کھوکھ یا کِسی پُرانی دِیوار میں ہوتے ہَیں۔ وہاں مادہ تین یا چار صاف سفید اور چِکنے ہُوئے انڈے دِیا کرتی ہَے ٭

بہت لوگ نیل کنٹھ پر تُرشی چھوڑا کرتے ہَیں۔ وُہ اِس کے شکار میں بڑا اِستِقلال دِکھاتی ہَے۔

بیٹھا ہے - درخت میں راستے پتے نہیں ہیں - کہ اس کی نظر کو روکیں - چاروں طرف دیکھ رہا ہے - کہ کوئی کیڑا زمین پر بے خبر چلتا دکھائی دے - یا کوئی تتیتری - بھنبیری گرم ہوا میں لڑاتی نظر آئے - تو جھٹ شکار کر لائے +

اس چشم پر سر اور گردن کیا بڑے سادے معلوم ہوتے ہیں! اسے عادت ہے - کہ جب بیٹھتا ہے - تو ان مقاموں کے پروں کو پھلا لیتا ہے - دیکھو - اس نے زمین پر کوئی کیڑا تاکا - کیا چپ چاپ اپنی جگہ سے اُڑا ہے! کیا دبک کر لپکا ہے! دیکھنا دیکھنا! بازو جو پھیلے ہیں - تو رنگوں نے کیا بہار دکھائی ہے! اس طرح برابر سے نکل جاتا ہے - جیسے روشنی کی چمک + دیکھو - ایک موٹا سا ٹڈا منہ میں لے کر پھر اپنی جگہ آ گیا + کیا خاطر جمع سے بیٹھا ہے! اور اپنا تر نوالہ مزے لے لیکر کھا رہا ہے - کھاتا ہے - اور چہچہاتا ہے - کیوں نہ چہچہائے - شکار مار کر لایا ہے +

تمہیں ابابیل کا بیان یاد ہے؟ نیل کنٹھ بھی ویسا ہی کشادہ دہن پرندہ ہے + جب چونچ

میں تین چار انڈے مادہ دیتی ہے۔ جو رنگت میں سفید سُرخی مائل ہوتے ہیں۔ اور اُن پر اُودے اور بھورے دھبے پائے جاتے ہیں +

بعض کہانیوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ جانور بڑا سمجھ والا ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ ایک جھانپل کسی درخت کی پھننگ پر بیٹھی تھی۔ سامنے دیکھا۔ کہ ایک اور جھانپل بڑی موٹی سی ٹِڈّی کے پیچھے اُڑی جاتی ہے + یہ تر نوالہ دیکھ کر اس کے مُنہ میں پانی بھر آیا۔ اور اُس شکار کے پیچھے لپکی۔ ایک دو جھپٹے مارے۔ مگر حریف کے سبب سے رُک گئی + پھر کچھ سوچا۔ اور ایک ایسی چیخ ماری۔ جس سے معلوم ہو۔ کہ کوئی دشمن آن پہنچا + اس آواز سے پہلی جھانپل چونک پڑی۔ اور اپنا شکار چھوڑ کر بھاگی۔ پھر تو وہ ٹِڈّی اِن کا مال تھا۔ جھٹ شکار کر لیا +

نیل کنٹھ

ذرا سُننا۔ نیل کنٹھ بول رہا ہے۔ کیا بُری اور کڑی آواز ہے + دیکھو۔ وہ درخت کی شاخ پر



نیل کنٹھ

سے پہلے بول بول کر لوگوں کو جگا دیتا ہے +
رات کو جب اَور پرندے سویا کرتے ہیں - یہ
کبھی کبھی کھلی ہوئی چاندنی میں کسی ہمسائے سے
بات چیت بھی کیا کرتا ہے + جب یہ جانور
انڈے بچوں پر ہوتا ہے - تو بہت چُست و چالاک
ہو جاتا ہے + جس درخت پر گھونسلا ہوتا ہے -
کوئی چیل یا کوّا اُس کے پاس بھی آ جاتا ہے -
تو یہ چھوٹا سا شورا بڑی تیزی اَور بہادری کے
ساتھ اُس کی طرف جھپٹتا ہے - اَور بھگا کر دُور
تک پہنچا آتا ہے + چھوٹے چھوٹے پرندے اکثر
اِس کے پاس گھونسلا بناتے ہیں - کہ وُہ بھی
اِس کی مدد سے دُشمنوں سے بچے رہیں + اِنھی
باتوں سے ہندوستان میں کہیں کہیں اِس کا نام
کوتوال بھی مشہور ہو گیا ہے +

یہ پرندہ بودا سا گھونسلا درخت کی گھائی میں
بناتا ہے + کئی چھوٹی ٹہنیاں - کچھ سُوکھی
سُوکھی جڑیں لے کر اُنھیں یونہی جوڑ جاڑ لیتا ہے -
نہ اُس کی چار دیواری کچھ ایسی بناتا ہے - نہ اُسے
پروں یا بالوں سے سجاتا ہے + اِسی کھُردری جگہ

نہیں ہوتا + اِس کی عادت ہے۔ کہ درخت کی
کسی ٹنڈ مُنڈ ٹہنی پر یا کسی مکان یا دیوار پر
بیٹھتا ہے۔ جہاں سے چاروں طرف کا تماشا
دیکھے۔ اور اپنے شکار پر نظر رکھے + گائیں
بھینسیں۔ بھیڑیں۔ بکریاں جو چرتی پھرتی ہیں۔
یہ اکثر اُن کی پیٹھ پر بھی بیٹھ جاتا ہے۔ اور
اپنی سواری پر سیر کرتا پھرتا ہے +
یہ جانور ٹڈے اور جھینگر بہت کھاتا ہے +
اکثر انہیں زمین پر سے پکڑتا ہے۔ اور جب
شکار مار لیتا ہے۔ تو کھانے کو پھر اپنی ٹہنی
پر آ بیٹھتا ہے + شام کے قریب جب سورج ڈوبنے
لگتا ہے۔ تو کسی درخت کی پھننگ پر بیٹھ جاتا
ہے۔ جھینگے۔ پروانے وغیرہ جو اُس وقت اُڑتے
پھرتے ہیں۔ اُن کو جھپٹا مار کر پکڑ لیتا ہے +
یہ جانور خوبصورت اور بڑا پھرتیلا ہے۔ برابر
بولے جاتا ہے۔ اِس کی آواز گو کڑی ہوتی ہے۔
مگر اُس سے بشاشت پائی جاتی ہے۔ جو پرندے
نور کے تڑکے صبح کی خوشیاں مناتے ہیں۔ اُن
میں یہ بھی شامل ہے۔ گرمیوں میں اکثر روشنی

ہیں۔ ان کی ٹانگوں پر پر نہیں ہوتے۔ کہ مچھلیاں پکڑنے میں پھیک نہ جائیں + کئی قسم کے اُلوؤں کی آنکھوں کے اوپر گُچھے دار کلغیاں نکلی ہوتی ہیں۔ کہ دونو طرف دو سینگ سے معلوم ہوتے ہیں +

جھاپل یا کال کلچی

یہ چھوٹا سا جانور ہے۔ مگر بڑا لڑاک + دیکھنے میں تو کچھ بساط نہیں۔ مگر دل اتنا رکھتا ہے۔ کہ کوّوں۔ شکروں اور چیلوں پر بھی حملہ کرنے سے نہیں ڈرتا + سر سے دُم تک ایک فُٹ کے قریب۔ چمکتے چمکتے سیاہ پھرا پر۔ گلے پر ایک چھوٹا سا سفید داغ۔ لمبی دُم۔ سرے پر سے پھٹواں۔ جیسے قینچی کا کھلا ہوا مُنہ۔ چھوٹے چھوٹے تیز پنجے + چونچ صاف کہے دیتی ہے۔ کہ یہ جانور دندانہ منقار پرندوں میں سے ہے +

یہ چھوٹا سا پرندہ سارے ہندوستان میں پایا جاتا ہے۔ ہاں جہاں گھنے بن ہوں۔ وہاں



جھانپل یا کال کلچھی

اُلّو کی آواز عجیب طرح کی ہوتی ہے۔ بعض
ڈراؤنی چیخ مارتے ہیں۔ کہ دل کو بڑی معلوم
ہوتی ہے + اسی سبب سے جاہل لوگ اکثر اسے
منحوس سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔کہ جس گھر
پر اُلّو بولتا ہے۔ وہ اُجاڑ ہو جاتا ہے + اگلے
زمانے میں بعض لوگ اِس کی آنکھوں کی
سنجیدگی دیکھ کر اِسے دانشمند پرندہ کہتے تھے۔
بلکہ کبھی کبھی تو اِس کی بڑی تعظیم و تکریم
ہوتی ہے +

ایسے ملک بہت کم ہیں۔ جہاں یہ نہ ہو۔
ہندوستان میں اِس کی بہت قسمیں ہیں + اِن
کے پروں کے رنگ مختلف ہوتے ہیں۔ مگر
زیادہ فرق قد میں ہے + بعض سر سے دُم
تک دو فٹ ہوتے ہیں۔بعض صرف ساڑھے چھ
انچ ۔اِس قسم کا چھوٹا سا خوبصورت پُخد کوہ
ہمالیہ میں بہت ہوتا ہے۔اور اکثر گبریلے وغیرہ
چھوٹے چھوٹے کیڑے کھا کر گزارا کرتا ہے +
اِس کی نرم ترنم سیٹی کی سی آواز اچھی معلوم
ہوتی ہے + بعض قسم کے اُلّو مچھلیاں کھاتے

اُسے پیٹھ پر سے پکڑ کر ایک دو دفعہ بڑے زور سے کاٹتا ہے۔اور اُچھال دیتا ہے۔جب وُہ سر کے بل نیچے آتی ہے۔تو پھر لپک لیتا ہے + چونچ میں پکڑ کر ایک ایسا جھٹکا دیتا ہے - کہ آدھی چُھیا حلق میں اُتر جاتی ہے - اور دُم باہر لٹکتی رہتی ہے + دُوسرے جھٹکے میں ساری چُھیا پوٹے میں اُتار جاتا ہے۔ اور مگن ہو کر بیٹھ رہتا ہے + گوشت تو پچ جاتا ہے۔ ہڈیاں اور بال وغیرہ نہیں پچتے + اُن کی گولیاں بن کر مُنہ کے رستے نکل جاتی ہیں + چُنانچہ گھونسلے کے آس پاس بہت پڑی رہتی ہیں +

سفید سفید کھُردرے انڈے مادہ کبھی کسی کھنڈر کے سُوراخ میں دیتی ہے۔کبھی کسی سُوکھے درخت کے کھوکھ میں + بچّوں پر سفیدی مائل رُوئیں ہوتے ہیں۔گھونسلے میں گول مول دھرے رہتے ہیں۔جیسے چھوٹی چھوٹی گیندیں - ایسی مضحکول اور ثقہ صُورت بنائے بیٹھے ہوتے ہیں۔ کہ دیکھ کر ہنسی آتی ہے + وُہ برس میں ایسے ایسے کئی جھول نکال لیتی ہے +

نہ دِکھائی دے۔ وہاں دیکھ سکتا ہے۔ لیکن تیز روشنی میں آئے۔ تو بالکل گھبرا جاتا ہے۔ بے شک اُس کی پُتلی بھی کچھ سمٹ جاتی ہے۔ لیکن پھر بھی بڑی ہی رہتی ہے۔ اور اُس میں اِس قدر روشنی جاتی ہے۔ کہ صاف نہیں دِکھائی دیتا۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ اُلّو کو گھُپ اندھیری رات میں اور سب وقتوں سے اچھا دِکھائی دیتا ہے۔ یہ صحیح نہیں۔ بلکہ جب روشنی نہ بہت تیز ہوتی ہے۔ نہ بہت کم۔ اِسے اور وقتوں سے اچھا نظر آتا ہے۔ مثلاً شام کو دونو وقت مِلتے یا صُبح کو پَو پھٹے۔ اور یہی وقت اِس کے شکار کے ہوتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے پرندے بیٹھے اُونگھتے ہیں۔ یہ آتا ہے۔ اور جھٹ مار لیتا ہے۔ موٹی موٹی چُہیاں اپنے بِلوں سے نِکلتی ہیں۔ اور سمجھتی ہیں۔ کہ اب ہمیں کون دیکھتا ہوگا۔ یہ ظالم اچانک آ گرتا ہے۔ اور جھپٹّا مار کر لے جاتا ہے۔

جب اُلّو کسی چُہیا کو نِگلنے لگتا ہے۔ تو پہلے

روشنی آنکھ کے لئے درکار ہے۔ یا اُس سے زیادہ پہنچتی۔ یا کم + لیکن پتلی ایسی بنی ہوئی ہے۔ کہ جب روشنی کم ہوتی ہے۔ تو پھیل جاتی ہے۔ تاکہ اُس میں پہلے کی نسبت زیادہ روشنی جا سکے۔ اور جب روشنی تیز ہوتی ہے۔ تو سمٹ جاتی ہے۔ کہ اندازے سے زیادہ روشنی نہ جا سکے + اگر تم ایسے کمرے میں بیٹھے ہوئے ہو۔ جہاں تھوڑی روشنی ہے۔ اور یکایک تیز دھوپ میں چلے جاؤ۔ تو پہلے پہلے چکا چوندی آ جائیگی۔ اِس لئے کہ پتلی میں زیادہ روشنی چلی گئی ہے۔ لیکن پھر جلدی سے پتلی سمٹ جاتی ہے۔ اور صاف دکھائی دینے لگتا ہے۔ جب پھر اندھیرے کمرے میں چلے جاؤ۔ تو پہلے پہل اچھی طرح نہیں دکھائی دیتا۔ اِس لئے کہ پتلی میں روشنی تھوڑی پہنچتی ہے۔ لیکن تھوڑی دیر میں پتلی پھیل جاتی ہے۔ پھر ہر چیز صاف دکھائی دینے لگتی ہے + اُلّو کی پتلی بہت ہی بڑی ہے۔ اور ایسی پھیل سکتی ہے۔ کہ جہاں بہت ہی کم روشنی ہو۔ اور تم کو بالکل

پنہ۔ اُن میں طرح طرح کے مدھم رنگ خوبصورتی کے ساتھ ملے جُلے۔ یہ نشانیاں تم دیکھتے۔ تو فوراً بول اُٹھتے۔ کہ یہ اُلّو ہے +

اِس کی تیز اور مُڑی ہوئی چونچ اور مضبوط ٹیڑھے ناخنوں کو جو دیکھیگا۔ وہ سمجھ جائیگا۔ کہ یہ شکاری جانور ہے۔ جیسا کہ تم گدھ کے بیان میں پڑھ چُکے ہو + اِس کی ٹانگیں چھوٹی اور مضبوط ہیں۔ اُن پر اکثر پنجوں تک پر ہوتے ہیں + اِس کی سُننے کی قوّت بہت تیز ہے + یہ اُن پرندوں میں سے ہے۔ جو رات کو نکلتے ہیں۔ آنکھیں خدا نے ایسی بنائی ہیں۔ کہ دِن کے تیز اُجالے کی نسبت دُھندلکے میں اچھی طرح دیکھتا ہے +

دیکھو۔ اِس کا سبب ہم تمھیں سمجھائیں +

روشنی کی کرنیں آنکھ کی پُتلی میں جاتی ہیں۔ اُسی سے ہمیں سب چیزیں نظر آتی ہیں۔ اور خوب صاف اُس وقت دِکھائی دیتی ہیں۔ کہ پُتلی میں نہ بہت کم روشنی جائے۔ نہ بہت زیادہ + اگر پُتلی ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہتی۔ نہ پھیلتی۔ نہ سمٹتی۔ تو اکثر ایسا ہی ہوتا۔ کہ جتنی

پرندوں کا بیان

اُلّو

سورج ڈوب گیا۔ روشنی کم ہوتی جاتی ہے۔ سیاہی پھیلتی آتی ہے٭ وہ سامنے پرانی سی قبر ٹوٹی پڑی ہے۔ دیکھنا۔ ایک بڑا سا پرندہ اُس میں سے نکلا ہے۔ کیسا چپکے چپکے چاروں طرف منڈلاتا پھرتا ہے٭ اے لو۔ اب اُس گھندار درخت کی ٹہنی پر جا بیٹھا۔ چیخ چیخ کر بول رہا ہے٭ تم جانتے ہو۔ یہ کیا جانور ہے؟ ذرا اُجالا ہوتا۔ اور اُس کی صورت دیکھتے۔ تو جھٹ پہچان لیتے٭ بڑا سا سر۔ طباق سا چہرہ۔ پروں کی دو عجیب تھالیاں۔ اُن میں دو بڑی بڑی پتھرائی ہوئی آنکھیں۔ سامنے کی طرف ٹکٹکی بندھی ہوئی۔ چھوٹی سی مُڑی ہوئی چونچ آس پاس کے کھڑے بالوں میں سے نکلی ہوئی۔ نرم نرم



اُلّو

کریں۔ اور میری طرف خیال کریں۔ بلکہ کُتّے کے
سوا کوئی جانور نہیں۔ جو اپنے آقا کے ساتھ اس
سے زیادہ محبّت دکھاتا ہو + اِسے بہت آسانی سے
سدھا سکتے ہیں + ایک سیل کا ذکر سُنا ہے۔
کہ کسی شخص نے اُسے پال کر بہت سی بازیاں
سکھائی تھیں۔ اشارہ کرتے ہی سیدھا کھڑا ہو جاتا
تھا۔ سنتری کی طرح دونو ہاتھوں میں سونٹا لئے
رہتا تھا۔ جس طرح اشارہ کرتے۔ دائیں یا بائیں
پہلو پر لیٹ جاتا تھا۔ قلا بازیاں کھاتا تھا۔ پلے
ہوئے کُتّے کی طرح ہاتھ مِلانے کو آگے بڑھا دیتا
تھا۔ بوسے کے لئے ہونٹ آگے نکال دیتا تھا +
ایک اور سیل کو اپنے آقا سے ایسی محبّت ہو گئی
تھی۔ کہ دُور لے جا کر سمندر میں چھوڑ آتے
تھے۔ اور وُہ ہمیشہ گھر پر آ موجود ہوتا تھا +
آخر ایک دفعہ اتنی دُور لے جا کر چھوڑا۔ کہ
پہلے کبھی نہ لے گئے تھے۔ کئی دِن کے بعد کیا
دیکھتے ہیں۔ کہ بیچارا۔ بھوکا تھکن کا مارا اپنے
آقا کے دروازے پر مرا پڑا ہے +

کرتے ہیں۔ چھوٹی ہڈیوں سے کیلوں اور سُوؤں کا کام لیتے ہیں۔ اِس لئے جو لوگ اِن شمالی کناروں میں رہتے ہیں۔ اُن کے لئے اِس کا شکار بڑا فائدہ مند پیشہ ہے +

یہ لوگ بڑی محنت سے اِس شکار کا پیچھا کرتے ہیں۔ گھنٹوں تک اپنی کشتیوں پر تاک لگائے بیٹھے رہتے ہیں۔ کہ کب نکلے۔ جہاں نظر آیا۔ اور جھٹ برچھی ماری + بعض دفعہ وہ سوتا ہوتا ہے۔ یا دھوپ میں پڑا ہُوا سِکتا ہے۔ یہ چپکے چپکے پہنچتے ہیں۔ اور جھٹ جا دباتے ہیں + کبھی اِس کی کھال پہن کر اِسی کا بھیس بھر لیا کرتے ہیں۔ اور اُسی طرح گرتے پڑتے بے ڈھنگی چال سے چلتے ہیں۔ اِس حکمت سے چپکے چپکے پاس جا پہنچتے ہیں۔ اور ایک ہی کوچے میں بیچارے کا کام تمام کر دیتے ہیں +

سیل سمجھ والے جانوروں میں مشہور ہے۔ گھنٹے اور باجے کی آواز اسے بہت پسند ہے۔ پالیں۔ تو آسانی سے ہل سکتا ہے + کتے کی طرح اپنا نام پہچانتا ہے۔ چاہتا ہے۔ کہ لوگ مجھے پیار

بہت جلد پانی میں رہنے سہنے لگتے ہیں۔ خطرے کا توقع آتا ہے۔ تو ماں انہیں دشمنوں سے بچانے کے لئے خونخوار ہو جاتی ہے +

سیل سمندر میں اور بڑے بڑے جھنڈوں میں ہوتے ہیں۔ مگر جو ڈیل ڈول میں بہت بڑے ہیں۔ وہ فقط سرد جگہ میں رہتے ہیں۔ اور جہاں سردی کے مارے ہمیشہ برف پڑی رہتی ہے۔ اور پانی جما رہتا ہے۔ وہاں بہت ہوتے ہیں + ان کے چمڑے کے نیچے موٹی موٹی چربی ہوتی ہے۔ اسی کی بدولت ایسے برفانی پانی میں رہ سکتے ہیں۔ یہ چربی اس طرح سردی سے بچاتی ہے۔ جیسے ایک کوٹ پہن لیا + سمندر کے ایسے ایسے اجاڑ کناروں پر جو لوگ رہتے ہیں۔ اُن کے لئے یہ جانور ایک نعمت کا ذخیرہ ہے + گوشت اور چربی کھاتے ہیں۔ چمڑے کے خیمے۔ کشتیاں اور کپڑے وغیرہ بناتے ہیں + پٹھوں سے سینے کے تاگے۔ کمان کے چلّے۔ اور مچھلیوں کے جالوں کے لئے ڈوریاں بنا رکھتے ہیں۔ بڑی بڑی ہڈیوں سے چمڑے کی کر رہ کشتیوں کو مضبوط

چمکتا زردی مائل آبدار سمور ہوتا ہے۔ اُس پر بھورے بھورے دھبّے۔ وہ جسم سے ایسا مِلا ہُوا ہوتا ہے۔ کہ تیرائی میں خلل انداز نہیں ہوتا + یہ اکثر پانی سے باہر نہیں آتا۔ یا تو بچّے دینے آتا ہے۔ یا اُنھیں دُود پلانے۔ یا گرم سلوں پر دُھوپ میں سینکنے کو۔ گویا پانی ہی میں رہنے کے لئے پیدا ہُوا ہے + بڑی دیر تک غوطہ لگا سکتا ہے + بڑی بڑی خوبصورت آنکھیں ہوتی ہیں۔ مگر کانوں کی جگہ فقط دو چھوٹے چھوٹے چھید نظر آتے ہیں۔ کہ جب چاہتا ہے۔ بند کر لیتا ہے۔ غوطہ مارنے لگتا ہے۔ تو نتھنوں پر ذرا ذرا سا گوشت اِس طرح آ جاتا ہے۔ گویا ڈاٹ لگا دی + ہڈیوں کے اندر مہین مہین سُوراخ ہوتے ہیں۔ اسی واسطے ہلکی ہوتی ہیں۔ اور جسم پانی میں بوجھ کم دیتا ہے +

یہ اکثر مچھلیاں کھا کر گُزارا کرتا ہے + تیرائی میں تیز اور بدن میں پھرتیلا ہے۔ اِس لئے مچھلیوں کا بڑا عُمدہ شکاری ہے + یہ جانور ایک جھول میں اکثر دو بچّے دیتا ہے۔ اور وہ بھی

آتی ہیں۔ بلکہ پورا ہاتھ موجود ہے سینے کی چربی
وہاں تک چھائی ہوئی ہے۔ اور اسی کی کھال
میں کہنی اور کندھے کے جوڑ چھپے ہوئے ہیں +
اِس کے پچھلے دو پروں کا رُخ پیچھے کی طرف
بدن کی سیدھ میں اِس طرح ہوتا ہے۔ کہ گویا
بدن کے ٹکڑے نظر آتے ہیں + رانیں اور ٹانگیں
بہت چھوٹی ہوتی ہیں۔ اور پاؤں اگلے پنجے ہی
کی صورت کے ہوتے ہیں۔ اسی طرح اُنگلیوں
پر جھلّی چھائی ہوتی ہے +
یہ کبھی خشکی میں رہتا ہے۔ کبھی پانی میں۔
مگر زمین پر عجب بے ڈھنگے طور سے گھسٹتا ہوا
چلتا ہے۔ اور اِس کے چوڑے چوڑے جھلّی دار
پنجے بے فائدہ معلوم ہوتے ہیں۔ مگر پانی میں
پھیل کر چار مضبوط چپوؤں کا کام دیتے ہیں۔
اُن کی بدولت نہایت تیزی اور آسانی سے تیرتا
ہے + جس قسم کے سیل اکثر پائے جاتے ہیں۔
وہ پانچ فٹ تک لمبے اور ڈھائی من کے قریب
وزن میں ہوتے ہیں۔ لیکن بعض قسمیں بہت
بڑی ہوتی ہیں + اِس جانور کے جسم پر چکنا

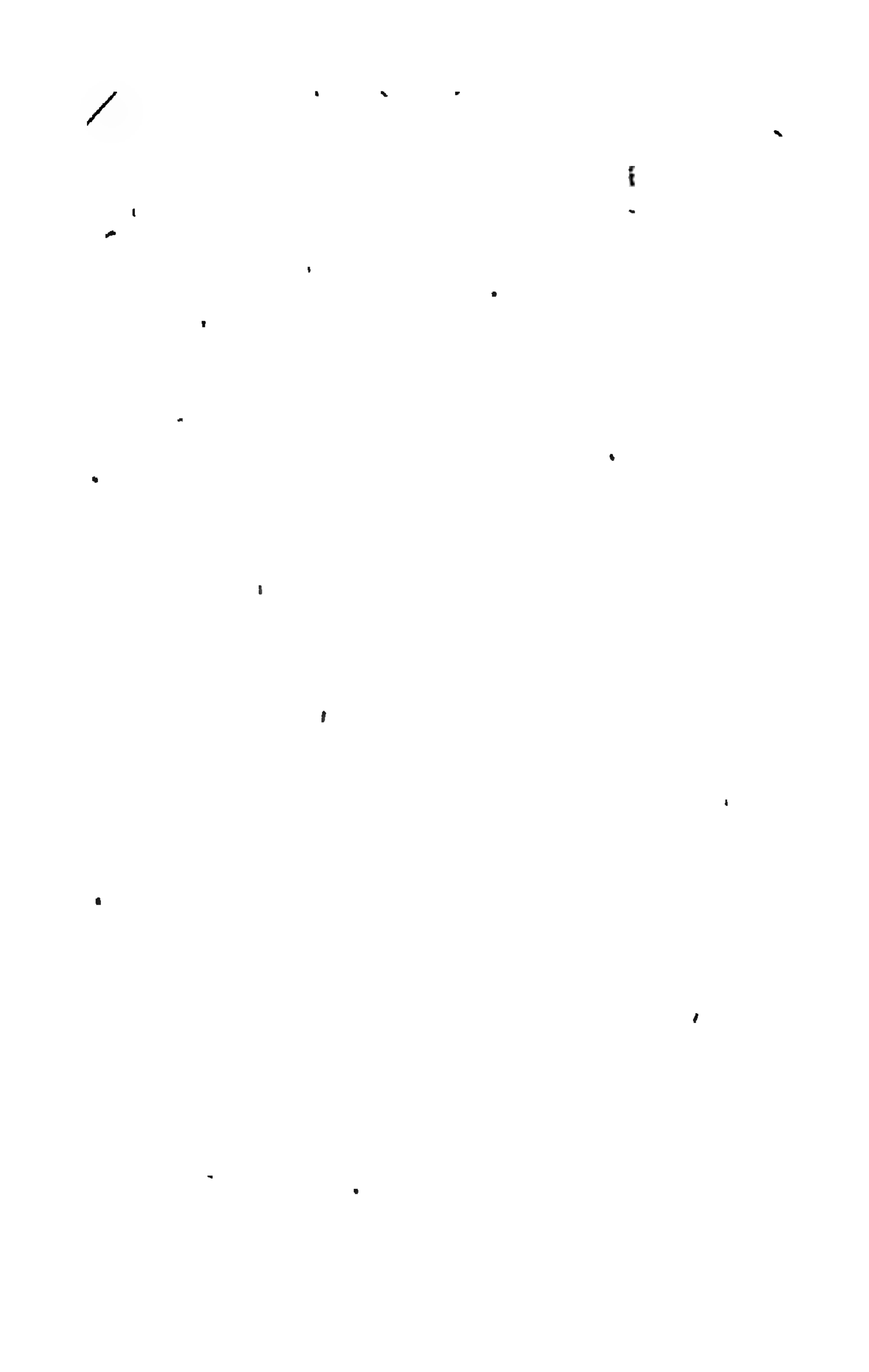
سیل یا دریائی بچھڑا

اِس کی تصویر دیکھ کر تم بے اختیار بول اُٹھو گے۔ کہ ہیں! یہ کیسا جانور ہے؟ دھڑ مچھلی کا سا۔ سر کُتے کا سا۔ یہ کیا شے ہے؟ مچھلی ہے؟ یا کوئی خشکی کا جانور ہے؟ بے شک اِس کی صورت دیکھ کر پہچاننا بہت مشکل ہے۔ کہ حقیقت میں یہ کیسا جانور ہے۔ غور کرکے دیکھیں۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ دُودھ پلانے والا جانور ہے۔ یعنی اُس کا لہو گرم ہے۔ پھیپھڑے سے سانس لیتا ہے۔ بچے دیتا ہے۔ اور اُنہیں دُودھ پلاتا ہے۔ فقط صورت ہی مچھلی کی دیکھ لو۔ اُس سے کچھ مناسبت نہیں۔ کیونکہ مچھلی گلپھڑے سے دم لیتی ہے۔ انڈے دیتی ہے۔ اور اُس کا لہو بھی ٹھنڈا ہوتا ہے۔

تم دیکھتے ہو۔ کہ اِس کے چار پر ہیں۔ دو سینے پر۔ اور دو پیچھے دُم کے پاس۔ یہ پر حقیقت میں ہاتھ اور پاؤں ہیں۔ اگلے پروں میں پانچوں اُنگلیاں جھلّی سے جُڑی ہوئی صاف نظر



سیل یا دریائی بچھڑا



بڑا تعجب آتا ہے۔مگر ان سب سے زیادہ ایک اور عجیب چیز ہے۔وہ کیا؟ ایک تھیلی ہے۔ کہ مادہ کو بچے پالنے کے واسطے خدا نے دی ہے۔ بات یہ ہے۔کہ اس کا بچہ جب پیدا ہوتا ہے۔تو دو انچ لمبا ہوتا ہے۔ اور ایسا مریل کہ اور بچوں کی طرح رکھیں۔ تو ہرگز نہ بچے۔اس لئے ماں کے پیٹ پر ایک چمڑے کی تھیلی لگی ہوتی ہے۔بچوں کو پیدا ہوتے ہی اُس میں رکھ لیتی ہے۔کئی ہفتے تک اُسی میں رہتے ہیں۔جب ذرا بڑے ہوتے ہیں۔ اور سکت آجاتا ہے۔تو پھرنے چلنے لگتے ہیں۔ اِس پر بھی مدّت تک یہ حال رہتا ہے۔کہ ذرا کچھ ڈر معلوم ہُوا۔اور جھٹ تھیلی میں جا چھپے۔ جب ماں بچوں کو تھیلی میں لئے جاتی ہے۔تو ایک تماشا معلوم ہوتا ہے۔ اِس عجیب جانور کو تھیلی دار جانوروں میں شامل کرتے ہیں۔یہ صرف آسٹریلیا ہی میں ملتا ہے۔

نر بڑا بہادر ہوتا ہے۔ اگر پانی میں نہ پہنچ سکے۔
تو کسی درخت کے ساتھ پیٹھ لگا کر کھڑا ہو جاتا
ہے۔ اس وقت بھی بڑی مشکل سے کتّوں
کے قابو میں آتا ہے + ہاتھوں سے پکڑتا ہے۔
اور مضبوط پاؤں سے انہیں لتیاتا ہے۔یہاں
تک کہ کبھی ایک ہی وار میں کتے کو فنا کر دیتا
ہے۔ مگر مادہ بڑی بزدل ہوتی ہے۔ وہ
بیچاری تو بعض دفعہ ڈر ہی کے مارے مرجاتی
ہے +

کنگرو مختلف قد کے ہوتے ہیں۔ بڑے
قد والے بڑی بکری کے قریب ہیں۔
سیدھے کھڑے ہوتے ہیں۔ تو آدمی کے قد کے
برابر نظر آتے ہیں + کنگرو کا گوشت بڑے مزے
کا ہوتا ہے + کھال پر چوہے کے رنگ کی نرم نرم
پشم ہوتی ہے۔ اسے کما کر چمڑا بنائیں۔ تو بہت
ملائم شے بن سکتی ہے + اس جانور میں ایک
خاص بات یہ ہے۔ کہ دم جو بڑی مضبوط ہے۔
پاؤں کا کام دیتی ہے + ٹانگیں اور پاؤں بھی
اس قدر لمبے اور مضبوط ہوتے ہیں۔ کہ دیکھ کر

اکثر بیس بیس فٹ سے کم نہیں ہوتی۔ اور اٹھارہ میل سے اِدھر دم نہیں لیتا + اِس دوڑ پر خیال کرو۔ تو کم ہی دشمن ہونگے۔ جو اِسے پکڑ سکتے ہیں۔ پھر بھی کنگرو مار کُتے مشہور ہیں۔ اُنہیں اِسی کے شکار کے لئے سدھاتے ہیں۔ اور وُہ بے تکان اِس کے پیچھے بھاگے جاتے ہیں۔ جب ایسی جگہ جا گھرتا ہے۔ کہ کسی طرف نہیں نکل سکتا۔ تو ناچار مُقابلہ کرتا ہے۔ مگر اُن کے بس میں آجاتا ہے +

اِس کے شکار میں جو چالاکی اور بہادری اِس سے اور اِس کے شکاریوں سے ظاہر ہوتی ہے۔ وُہ دیکھنے کے قابل ہے + جب بہت تنگ ہوتا ہے۔ تو پانی میں کود پڑتا ہے۔ اِس موقع پر خوب سدھے ہوئے کُتے چاہئیں۔ کیونکہ وُہ پانی میں جا کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور اُن کا منتظر رہتا ہے۔ جب کوئی کُتا تیرتا ہُوا اِس کے پاس پہنچتا ہے۔ تو دونو ہاتھ اُٹھا کر اُس پر گرتا ہے۔ اور پانی کے اندر اِتنی دیر تک دبائے رکھتا ہے۔ کہ کُتا دم گھٹ کر مر جاتا ہے + اِس کا

کے لئے باہر نکلتی ہے + یہ ایک طرح سے مُفید بھی ہے - کیونکہ جھینگر - گُبریلے - مچھّر اور اور کیڑوں کو شکار کرتی ہے +

کنگرُو

یہ نرالی قسم کا جانور ہے - ہندوستان میں ایسا کوئی جانور نہیں نظر آتا + ہرن کا سا پیارا پیارا چہرہ - گاؤ دُم شکل - چھوٹے چھوٹے ہاتھ - لمبے لمبے مضبوط پاؤں اور ٹانگیں - چوڑی اور بڑی لمبی دُم + جب دُم اور پاؤں کے بل سیدھا کھڑا ہوتا ہے - تو ننھے ہاتھ چھاتی پر لٹکتے کیسے عجیب معلوم ہوتے ہیں + اس کے ہاتھ پیر کی قطع دیکھ کر تم کہتے ہو گے - کہ اس کے ہاتھ دَوڑنے کے کام کے نہیں + حقیقت میں جب یہ چاروں پاؤں سے چلتا ہے - تو لٹکتا پٹکتا بے ڈھنگا معلوم ہوتا ہے - لیکن جب دُشمن پیچھا کرتا ہے - تو عجیب طرح کی بڑی بڑی قُلانچیں برابر مارتا چلا جاتا ہے + یہ بات پچھلے پاؤں اور دُم ہی کی بدولت ہوتی ہے + ایک ایک قُلانچ



آتی ہے + یہ چھچھوندر ہے + بلّی کو نہ بُلاؤ ۔ وہ
اِس کا شِکار نہیں کریگی + چیلیں اور چوہوں
کو بِلّی مار لیتی ہے۔ مگر اِس کی بد بُو سے اُسے
بھی گھِن آتی ہے ۔ اِسی بدبُو کی بدولت یہ بچارا
ڈرپوک جانور بچا رہتا ہے + کبھی تم نے اِسے
غور سے دیکھا ہوگا۔ تو معلوم ہُوا ہوگا۔ کہ اِس
کی تھوتھنی کیا گاؤ دُم لمبوتری ہے۔ یہی تھوتھنی
جھٹ کہ دیتی ہے ۔ کہ یہ چوہا نہیں + اِس کے
سامنے کے دانت بھی کترنے والے جانوروں
جیسے نہیں ہوتے + اِس کی ڈاڑھوں پر چھوٹے
چھوٹے تیز خار اُبھرے ہُوئے ہیں + یہ جانور
جو کچھ کھاتے ہیں ۔ پیس کر چباتے ہیں ۔
اِس لئے اِن کو خُدا نے چپٹی اور صاف ڈاڑھیں
دی ہیں + اِس بات سے تم صاف کہدوگے۔
کہ چھچھوندر کترنے والے جانوروں کی طرح نہ تو
سخت چیز کو اگلے دانتوں سے کتر سکتی ہوگی۔
نہ ڈاڑھوں سے پیس سکتی ہوگی۔ اور اُس کی
خوراک بھی اور ہی طرح کی ہوگی + بے شک
تمہارا یہ خیال دُرست ہوگا ۔ تمہیں یاد ہے۔

تیسری کتاب میں پڑھا تھا۔ کہ چھچھوندر جنگلی چوہے کی طرح کرم خور جانور ہے۔ ہاں اس کے تیز اور نکیلے دانت چالاک کیڑوں کے شکار میں خوب کام آتے ہیں۔ کیونکہ جھٹ چبھ جاتے ہیں۔ اور جب وہ شکار پکڑتی ہے۔ تو انھی سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتی ہے۔

چھچھوندر کے پاؤں چھوٹے چھوٹے پتلے پتلے ہیں۔ یہ بھی سب کرم خور جانوروں کی طرح جیسے ریچھ چلتا ہے۔ زمین پر پاؤں رکھ کے چلتی ہے۔ گھنٹے ٹیکتی۔ لکڑ بگڑ کی طرح پنجے ٹیک کر نہیں چلتی۔ اس کے دونو پہلوؤں میں کھال کے نیچے غدود ہوتے ہیں۔ انھی میں سے یہ بدبو نکلتی ہے۔ اس کی بو میں مشک کی سی بھنک آتی ہے۔ مگر سڑی ہوئی اور ناگوار ہوتی ہے۔ اس کی بو میں ایسی تاثیر ہے۔ کہ جس چیز پر ایک دفعہ چھچھوندر پھر جائے۔ جھٹ اس میں بس جاتی ہے۔ اگر کسی پانی کے باسن پر ہو گزرے۔ تو پانی ایسا بودار ہو جاتا ہے۔ کہ پیا نہیں جاتا۔ اور لطیف مزاج لوگ تو منہ

ٹڈے۔ اناج کے دانے لینے کو گھروں میں بھی آجاتی ہے۔ خوراک کی تلاش میں زمین پر اتر آتی ہے۔ اِس وقت کبھی کبھی شکاری پرندے اسے جھپٹ کر لے جاتے ہیں۔ اس کے بچّے چھوٹے چھوٹے لڑکے پکڑ کر خوب پلا لیتے ہیں۔ دُودھ پلاتے ہیں۔ پیڑے کھلاتے ہیں۔ سنہری روپہلی توتی اور بنت کے پٹّے سی کر گلے میں ڈالتے ہیں۔ ریشمی کلابتونی ڈوری اُس میں باندھتے ہیں۔ اور ہاتھوں پر نچاتے ہیں۔ اِس لاڈلے کو نرالا کھیل اور نیا تماشا جانتے ہیں۔ یہاں کے مصوّر اِس کی دُم کے بالوں کا قلم بناتے ہیں۔ اور اُس سے عجب عجب تصویریں کھینچتے ہیں۔ یہ لوگ اِس کی دُم کی بدولت کما کھاتے ہیں۔

چھچھوندر

ذرا سُننا! یہ چِل چِل۔ چِل چِل کیسی آواز آئی؟ الماری کے پیچھے ضرور کوئی جانور ہوگا۔ ذرا چھڑی سے کھٹکھٹا دو۔ کہ بھاگ جائے۔ دیکھو! دیکھو! وہ بھاگا جاتا ہے۔ اے ہے! کیا سڑی بدبو



جب کسی درخت کی ٹہنی پر اُڑ کر بیٹھتی ہے۔ اور ننھے ننھے پنجوں میں کوئی سخت میوہ لئے ہوتی ہے۔ تو دیکھو۔ لمبے لمبے تیز دانتوں سے اُس کے سخت چھلکے کو کیونکر کُترتی ہے + اِس کے کُترے ہُوئے پھل یا کسی دانے کو اُٹھاؤ۔ دیکھو جن دانتوں سے کُترا ہے۔ کیسے اُن کے نشان معلُوم ہوتے ہیں + تمھیں خرگوش کا بیان یاد ہے؟ یہ بھی خرگوش۔ چُوہے اَور چُھچھیا کی طرح کُترنے والے جانوروں میں سے ہے + کیسی ہی سخت چیزیں ہوں۔ مگر ایسی بہت ہی کم ہونگی۔ جس میں اِس کے چھینی سے تیز دانت بیٹھ نہ جائیں +

تم ضرور کہوگے۔ کہ جب گلہری اَور کُترنے والے جانوروں کی طرح ہمیشہ دانت چلائے جاتی ہے۔ اَور سب طرح کی سخت چیزوں کو کُترتی رہتی ہے۔ تو وہ گھس کر گُٹھلے کیوں نہیں ہو جاتے + بڑھئی اپنی چھینی کو۔ موچی اپنی سُتالی کو تیز کرتا ہے۔ اَور جو تیز دھار والا اوزار ہے۔ گھِستے گھِستے گُٹھلا ہو جاتا ہے۔ گلہری تو اپنے دانتوں کو کبھی بھی تیز نہیں کرتی + ہاں وہ نہیں کرتی۔

خُدا نے اُس کے دانت عجب حکمت سے بنائے ہیں۔ اُن کے باہر کا رُخ بہت سخت ہے۔ اِس لئے کم گِھستا ہے۔ اندر کی طرف نرم ہے۔ وُہ جوں جوں گِھستی ہے۔ دانت سلامی ہوتے جاتے ہیں۔ اور سامنے کی طرف دھار تیز رہتی ہے۔ جب تم ہندوستانی قلم بناتے ہو۔ تو دیکھو۔ ایک پہلو سے چھیلتے جاتے ہو۔ دُوسری طرف تیز اور پتلی ہوتی جاتی ہے + پھر تم کہوگے۔ کہ جب گھِستے ہیں۔ تو رفتہ رفتہ چھوٹے ہو جائینگے + بیشک یہی ہوتا۔ مگر کُترنے والے جانور جب تک جیتے ہیں۔ دانت بڑھتے رہتے ہیں۔ اور جانوروں کے دانت جو نکلنے ہوتے ہیں۔ ایک ہی دفعہ نکل چکتے ہیں +

• گلہری زیادہ تر درختوں ہی میں رہتی ہے۔ گھاس۔ اُون۔ رُوئی۔ گُودڑ وغیرہ سے گھونسلا بنا لیتی ہے + اکثر درخت کے کھوکھ میں۔ کبھی چھجوں میں۔ یا چھپّر میں۔ یا چھت کی کڑیوں میں گھر بناتی ہے + کلیاں۔ گِریاں۔ میوہ کھا کر گزارا کرتی ہے۔ اکثر روٹی کے



گلہری

خرگوش کو پکڑ لیتے ہیں۔ اور پرندوں کے ننھے ننھے بچے نکال کر کھا جاتے ہیں۔ مگر ان کی خوراک اکثر مچھلی یا دریائی بچھڑا ہے + یہ بھی ایک عجیب جانور ہے۔ اس کا حال آگے آئیگا +

گلہری

یہ عجیب چلبلی اور چنچل ہے + ہندوستان میں کئی طرح کی ہوتی ہے۔ ہر قسم کا قد اور رنگ الگ الگ ہے۔ مگر خاکستری رنگ کی چھوٹی گلہری اکثر جگہ دیکھنے میں آتی ہے + اس کی پیٹھ پر سیاہی مائل دھاریاں ہوتی ہیں + اس کی قدرت پھرت دیکھ کر دل خوش ہوتا ہے + یہ بڑی شوخ اور چالاک ہے۔ نہایت نڈر اور بے پروا + دیکھتی ہے۔ کہ کتا گھات لگائے آتا ہے۔ مگر انجان بن جاتی ہے۔ جب سر ہی پر آ پہنچتا ہے۔ تو چپلاتی بھاگتی ہے۔ ادھر ادھر کسی درخت پر لپک کر چڑھ جاتی ہے۔ اور۔ بلے بس دشمن کی طرف مڑ مڑ کر دیکھتی جاتی ہے۔ گویا رکھیا لیر سے تمسخر چڑاتی ہے ..

دِیمک۔ چھوٹے چھوٹے کیڑے۔ شہد۔ کھجور اَور اَور میوے کھا کر گزارا کرتے ہَیں۔ کبھی پرندوں کے گھونسلے اُجاڑتے ہَیں۔ اَور اُن کے انڈے کھا جاتے ہَیں + اِن میں سانس کھینچنے کی بڑی قوّت ہوتی ہَے۔ جہاں دِیمک کے گھر ہوتے ہَیں۔ یہ ہاتھوں کے پنجوں سے مٹّی کریدتے ہَیں۔ پھونک سے اُڑا دیتے ہَیں۔ اَور تھوتھنی کو سُوراخ پر رکھ کر ایسا سانس کھینچتے ہَیں۔ کہ دِیمک کو بچّوں سمیت دُور سے چڑھا جاتے ہَیں +

سفید ریچھ سب ریچھوں سے بڑا ہوتا ہَے + بحرِ شمالی جو یہاں سے بہت دُور ہَے۔ اُس کے کناروں پر برف چھائی رہتی ہَے۔ اَور سمندر میں بھی پہاڑ کے پہاڑ یخ کے پڑے رہتے ہَیں۔ اکثر کوسوں تک پانی جمے رہتے ہَیں۔ وہاں ایسے ریچھ رہتے ہَیں۔ کہ اُن کے تلووں پر موٹے موٹے بال ہوتے ہَیں۔ اِس سبب سے پھسلنی برف پر خُوب دَوڑ سکتے ہَیں۔ پانی میں تیرتے بھی ہَیں۔ اَور غوطہ بھی لگا جاتے ہَیں۔ کبھی کبھی

اُتر آتا ہے - سیب - اخروٹ - اور اکثر میوے
آبادی کے آس پاس سے بھی اُڑا لے جاتا ہے +
کیڑے بھی اِسے بھاتے ہیں - اور اُنہی کی تلاش
میں پتھروں کو اُلٹا پلٹا کرتا ہے + جاڑے کی
آمد میں خُوب موٹا تازہ ہو کر کسی کھو میں جا بیٹھتا
ہے - جاڑے بھر وہیں پڑا اُونگھا کرتا ہے - کھانے
پینے کی بھی کچھ پروا نہیں کرتا - نکلتے جاڑے یہ
بھی نکل آتا ہے - اور پھر کھانے پینے لگتا ہے +

ہمالیہ کا کالا ریچھ بھورے ریچھ کی نسبت
بہت چھوٹا ہوتا ہے + گرمی میں پہاڑوں پر
اُونچی اُونچی جگہ رہتا ہے - اور اکثر برف کے
آس پاس پھرتا نظر آتا ہے - مگر جاڑوں میں
جوں جوں برف نیچے پڑنے لگتی ہے - یہ بھی نیچے
کی گھاٹیوں میں اُترتا آتا ہے + مختلف قسم کی
جڑیں - اناج اور میوے کھا کر گزارا کرتا ہے +
میوہ توڑنے کو درختوں پر بھی چڑھ جاتا ہے +
اِسے شہد بہت بھاتا ہے - پہاڑی لوگ جو شہد
کی مکھیاں پالتے ہیں - اور اُن کی حفاظت کے
لیے اپنی جھونپڑیوں کی دیواروں میں گھر بنا دیتے

ہیں۔ یہ کبھی اُن میں سے شہد نکال لیتا ہے + بعض دفعہ بھیڑ۔ بکری کو بھی مار ڈالتا ہے۔ مگر اکثر گوشت نہیں کھاتا + اِس کی آنکھوں میں بینائی کم ہے۔ ہاں سونگھنے کی قوت بہت تیز ہوتی ہے۔ ہوا کے رُخ سے کوئی اس کی طرف جاتا ہو۔ تو چوکنّا ہو جاتا ہے + اس پر حملہ کرو۔ تو اکثر بھاگ ہی نکلتا ہے۔ مگر رستہ نہ پائے۔ تو بڑی سختی سے مقابلہ کرتا ہے + اکثر آدمی کے سر پر پنجہ مارتا ہے۔ اور کھوپڑی کی کھال بالوں سمیت اُڑا لے جاتا ہے۔ چہرے کو ایسا بگاڑ دیتا ہے۔ کہ دیکھے سے ڈر لگتا ہے +

دُوسری قسم کے کالے ریچھ ایسے مقاموں میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ جہاں پہاڑیاں۔ پتھروں کی چٹانیں اور غار بہت ہوتے ہیں + ایسے ریچھوں سے نقصان کا خطرہ بہت ہوتا ہے + یہ وِندھیاچل پہاڑ میں بہت ہوتے ہیں + اکثر لکڑہاروں پر آ پڑتے ہیں۔ اور جب کوئی ان کا پیچھا کرتا ہے۔ تو ریچھنی اپنے بچّے کو پیٹھ پر ڈالتی ہے۔ اور بچا لے جاتی ہے + یہ چیونٹیاں

لئے اور مضبوط ناخن کھودنے کے ڈھب کے + اسے اکثر اونچی چیزوں پر چڑھنے میں کمال ہے + اکثر قسمیں ایسی ہیں۔ کہ اُن کے تلووں پر بال نہیں ہوتے + ریچھ آدمیوں کی طرح زمین پر پاؤں رکھ کر چلتے ہیں۔ قدم کا نشان بھی ویسا ہی ہوتا ہے + اِن میں اور انگلیوں کے بل چلنے والے بلی۔ کتے۔ لکڑ بگڑ وغیرہ میں بڑا فرق ہے + ریچھ کا تلوا چوڑا اور چپٹا ہے + اس لئے پچھلی ٹانگوں پر خاصی طرح کھڑا ہو جاتا ہے۔ خصوصاً جب کوئی دشمن حملہ کرتا ہے۔ تو سیدھا ہو کر ڈٹ جاتا ہے۔ اور خوب لڑتا ہے۔ دشمن کو ہاتھوں سے پکڑتا ہے۔ اور چوڑی چھاتی سے لگا کر ایسا بھینچتا ہے۔ کہ وہ بیچارا گھٹ کر مر جاتا ہے + اگرچہ ریچھوں کو گوشت کھانے والے جانوروں میں شامل کرتے ہیں۔ مگر ان کی اکثر قسمیں یہ چیزیں زیادہ کھاتی ہیں۔ جڑیں۔ دانے۔ میوے۔ کیڑے۔ شہد + ریچھ دن کو پہاڑوں کی کھو۔ درختوں کے کھوکھ اور جھاڑیوں میں چھپے رہتے ہیں۔ رات کو خوراک کی تلاش میں

نکلتے ہیں + اِن میں یہ عجیب عادت ہے - کہ
جب خالی بیٹھتے ہیں - خاص کر کھانے کے بعد
تو اپنے پنجے چوستے رہتے ہیں - اِس وقت غُرغُر
غُرغُر کرتے ہیں - یہ - آواز پہاڑوں کے غاروں
اور شگافوں سے نکلتی ہوئی دُور تک سُنائی دیتی
ہے +

ریچھ کئی قسم کے ہیں - مگر ہندوستان میں
تین طرح کے مشہور ہیں - کوہِ ہمالیہ کا بھورا
اور کالا ریچھ - ایک اور قسم کا کالا ریچھ جو
اور مقاموں میں مِلتا ہے + اِن میں سے کوئی
ہو - بچہ سا پکڑ لیں - تو آسانی سے ہِل جاتا ہے -
لوگ اِنھیں اکثر سدھاتے ہیں - نچاتے ہیں -
بہت سے کرتب سِکھاتے ہیں - اور بازاروں
میں لئے روٹیاں کماتے پھرتے ہیں +

ہمالیہ کا بھورا ریچھ اِن تینوں میں بڑا
ہوتا ہے - اُونچے اُونچے پہاڑوں میں برف کے
آس پاس رہتا ہے + گھاس اور پودوں کی
جڑیں اِس کا عام کھاجا ہے + جب میوے کا
مَوسِم آ جاتا ہے - تو پھل کھانے کو جنگلوں میں



جو سے ہوا خراب ہو جاتی ۔

جب کوئی بیمار یا زخمی جانور جنگل میں پاتا ہے۔تو کوسوں تک اُس کے پیچھے لگا پھرتا ہے۔اور بڑے صبر سے تاکتا رہتا ہے۔کہ وہ کب ڈھیر ہو۔اور میں چٹ کر دوں ۔ جب کسی قسم کا گوشت ہاتھ نہیں آتا۔تو پودوں کی جڑیں اور تاڑ کی کونپلوں ہی سے گزارا کر لیتا ہے ۔ جب کچھ بھی نہیں پاتا۔تو جھلا ہو کر بڑا خطرناک ہو جاتا ہے۔آبادیوں کے اِدھر اُدھر بھولی بھٹکی بھیڑیں ڈھونڈتا پھرتا ہے۔کتا ملتا ہے۔تو اُسی کو پھاڑ کھاتا ہے۔عورتوں اور بچوں پر بھی وار کر بیٹھتا ہے ۔ اِس کا بچہ ہاتھ آ جاتا ہے۔تو آسانی سے ہِل جاتا ہے۔اور پالنے والے سے بہت محبت کیا کرتا ہے ۔

رِیچھ

یہ بڑا بھدا جانور ہے۔لمبے لمبے بال گچھے کے گچھے سر سے پاؤں تک چھائے ہوئے۔ ننھے ننھے کان۔لمبوتری تھوتھنی۔اکثر چھوٹی سی دُم ۔

سے لوگ جانتے ہیں۔ کہ اُس میں ایک ہی ہڈی ہے + پچھلی ٹانگیں ٹیڑھی ہوتی ہیں + سر اور کندھوں کی نسبت پچھلا دھڑ اتنا چھوٹا ہے۔ کہ بے ڈھنگاپن دیکھ کر تعجب آتا ہے + اسی سبب سے چلنے میں بھی کُڑکتا پُڑکتا چلتا ہے + زبان کھُردُری ہوتی ہے۔ کان لمبے اور نکیلے۔ دُم چھوٹی تیلی۔ رنگ خاکستری زردی مائل۔ اُس پر زردی لئے سیاہ دھاریاں + آواز کڑی اور ناگوار۔ کبھی کبھی تو اس طرح بولتا ہے۔ جیسے کوئی چیخیں مار کر ہنستا ہے +

یہ جانور نالوں اور چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کے غاروں یا سوراخوں میں رہتا ہے + اگرچہ بدن کا مضبوط ہوتا ہے۔ مگر بزدل ہے + دن کو بھٹ میں سویا کرتا ہے۔ رات کو شکار کی تلاش میں نکلتا ہے + سڑی ہوئی لاشیں کھا کر اپنی جان پالتا ہے۔ زمین کرید کر کچی قبروں میں سے مُردے بھی نکال لیتا ہے + یہ جانور اگرچہ غلیظ اور گھناؤنا ہے۔ مگر اس سے بڑے بڑے فائدے نکلتے ہیں۔ کیونکہ مُرداروں کو نہ کھاتا۔ تو اُن کی



بجرخ

ناخن چاندی سونے میں منڈھ کر تعویذ سمجھتے ہیں۔ اور زیور کے طور پر پہنتے ہیں +

لکڑ بگڑ یا چرخ

یہ جانور بھی پنجوں کے بل چلتا ہے۔ اور اِس بات میں بلی۔ شیر۔ تینڈوے۔ کتے۔ گیدڑ اور بھیڑیے سے مِلتا ہے + بلی۔ کتے وغیرہ کے اگلے پنجوں میں پانچ اُنگلیاں ہوتی ہیں۔ پچھلے پنجوں میں چار۔ اِس کے چاروں پنجوں میں چار چار اُنگلیاں ہیں۔ اور بلی۔ شیر وغیرہ کی طرح ناخنوں کو پنجے کے اندر سکیڑ نہیں سکتا + اگرچہ قد میں بڑے کتے سے کچھ ایسا اُونچا نہیں ہوتا۔ مگر چھاتی اور گردن کے پٹھے نہایت مضبوط ہوتے ہیں + سخت ہڈیاں اِس طرح چباتا ہے۔ کہ دیکھ کر تعجب آتا ہے۔ بلکہ بیل کی ران کی ہڈی کو اِس آسانی سے چبا جاتا ہے۔ کہ معلوم بھی نہیں ہوتا + گردن کی ہڈیوں پر بڑا زور پڑتا ہے۔ اُن کے جوڑ اِس طرح وصل ہوتے ہیں۔ کہ گردن ہمیشہ اکڑی رہتی ہے۔ اِسی سبب

چڑیا گھر میں لے گیا + اگرچہ شیر اِن باتوں کو نہیں سمجھا۔ مگر اِتنا ضرور جانا ہوگا۔ کہ یہ وُہی شخص ہے۔ جو مجھے روز محبّت سے راتب کھلاتا ہے ۔ اور پیار کیا کرتا ہے + ایک دن ایک لڑکا اُسی شیر کے پنجرے میں ہاتھ ڈالے کھڑا تھا۔ شیر نے ایک مُنہ مارا۔ اور ہاتھ اُکھیڑ کر کھا گیا + غنیمت یہ ہے۔ کہ لڑکا جان سے بچ گیا۔ پھر بھی کبھی کبھی آیا کرتا تھا۔ کہ جس دوست نے بازو پر نشانی دی ہے۔ اُس سے مُلاقات کر آؤں +

شیر کی بعض چیزوں کے باب میں یہاں کے لوگوں کو کئی وہم ہیں۔ مثلاً سمجھتے ہیں ۔ کہ شیر کی مُونچھ کا بال آدمی کو کھلا دیں۔ تو وُہ پیٹ میں جا کر ایسا چُبھ جاتا ہے۔ کہ آدمی مر جاتا ہے + ہندوستان کے بعض مقاموں میں لوگوں کا یہ بھی خیال ہے۔ کہ جو شخص شیر کی مُونچھیں اپنے پاس رکھتا ہو۔ اُس میں عجیب طاقت پیدا ہو جاتی ہے + بعض لوگوں کو یہ یقین ہے ۔ کہ اگر شیر کے ناخن بچّوں کے گلے میں باندھ دیں۔ تو نظر یا آسیب کا خلل نہیں ہوتا + شیر کا

گھس جاتا ہے۔ شیر اندھا ہو جاتا ہے۔ آخر درد سے تنگ آ کر ٹکراتا ہے۔ شکاری بھی آس پاس گھات میں لگے رہتے ہیں۔ آواز سنتے ہی پہنچتے ہیں۔ اور بیچارے کا کام تمام کر دیتے ہیں +

ہندوستان کے شمالی علاقوں میں وہاں کے سردار اور انگریزی افسر اکثر ہاتھیوں پر چڑھ کر شیر کا شکار کیا کرتے ہیں۔ اور جنوبی اضلاع اور وسط ہند میں اکثر پا پیادہ گولی سے مارا کرتے ہیں۔ مگر یہ بڑی جان جوکھوں کا کام ہے + ہاتھیوں پر شکار کرنے کا یہ طریقہ ہے۔ کہ اُن کی صف باندھ کر جنگل میں بڑھے چلے جاتے ہیں۔ جہاں شیر نظر آتا ہے۔ جھٹ گولی مارتے ہیں + شیر جب زخمی ہو جاتا ہے۔ تو اکثر جھنجلا کر جھپٹتا ہے + بعض دفعہ ایسا بھبک کر آتا ہے۔ کہ ہاتھی اپنے سوار کو لئے نوک دُم بھاگ جاتا ہے۔ مگر جو ہاتھی شکار پر لگے ہوتے ہیں۔ وہ ڈٹے رہتے ہیں + بعض ہاتھی آپ شیر پر جھپٹتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ گھٹنے سے دبا کر مسل ڈالیں۔ مگر اِس میں ہودے کے سوار بڑے دق ہوتے

ہَیں۔ کبھی اُن کی جان کے لالے بھی پڑ جاتے ہَیں ۔ ایک دفعہ ہاتھی نے اَیسی ہی ہِمّت کی۔ صاحب جو ہَودے میں سوار تھے۔ سامنے آ پڑے۔ اَور اِتّفاق سے اُن کا پاؤں سیدھا شیر کے مُنہ میں گیا ۔ صاحب نے چالاکی خُوب کی۔ کہ گُرگابی تو شیر کے مُنہ ہی میں چھوڑی۔ مگر پاؤں کھینچ گھسیٹ کر نکال لیا۔ پھر بھی عُمر بھر کے لئے لنگڑے ہو گئے ۔

شیر کو بچّہ سا پکڑ کر پالیں۔ تو ہِل جاتا ہَے۔ مگر پھر بھی ڈر ہی رہتا ہَے ۔ اِس قسم کا ایک شیر لاہور کے چڑیا گھر میں تھا۔ بِلّی کے بچّے کی طرح کھیلا کرتا تھا۔ اَیسا ہِلا ہُوا تھا۔ کہ لوگ اُس کے سر پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ اَور وُہ کُچھ نہیں کہتا تھا ۔ ایک دفعہ پنجرے سے چھُوٹ گیا۔ جمعدار جو محافظ تھا۔ پیچھا کر کے پاس آیا۔ اَور ہاتھ جوڑ کر کہا۔ کہ بابا! تیری بدَولت ٹکڑا کھاتے تھے۔ تُو نہ آیا۔ تو روٹی گئی۔ کسی کو نُقصان پہنچایا۔ تو جان پر بھی آفت آئی۔ آجا آجا ۔ یہ کر کر پگڑی اُس کے گلے میں ڈالی۔ اَور

بیٹھے - تو وہ آ لگتے ہیں * بعض دفعہ بھاری شہتیر اِس طرح دھر دیتے ہیں - کہ ذرا شیر کے پاؤں سے رسّی دبی اَور شہتیر اُس پر آن گرا * بڑ اِس اِحاطے کے ایک مقام میں یہ تدبیر کرتے ہیں - کہ بہت سے آدمی جمع ہو کر شیر کو گھیر لاتے ہیں - اَور ہانکتے ہانکتے ایک جال میں لا پھنساتے ہیں - پھر برچھیوں سے اُس کا کام تمام کر دیتے ہیں * بعض جگہ ایسا بھی کرتے ہیں - کہ جس جانور کو شیر مار کر کھاتا ہے - اَور باقی پھر کھانے کے لیئے چھوڑ جاتا ہے - اُس میں زہر ملا جاتے ہیں - جب شیر پھر آن کر کھاتا ہے - تو زہر چڑھ کر مر جاتا ہے * کبھی ایسا کرتے ہیں - کہ جہاں شیر کسی گائے - بَیل کو تازہ تازہ مار کر ڈال جاتا ہے - شکاری وہاں کسی درخت یا مچان پر بیٹھ جاتے ہیں - کبھی آپ ہی جیتا بَیل لا کر باندھ دیتے ہیں - جب شیر آتا ہے - تو گولی سے مار لیتے ہیں *

چینی ایک عجیب کل سے شیر کو پکڑتے ہیں *

جہاں شیر کی آمد و رفت دیکھتے ہیں۔ وہاں ایک صندوق میں بڑا سا آئینہ لگا کر رکھ دیتے ہیں۔ شیر اُس میں اپنی شکل دیکھ کر صندوق کے پاس آتا ہے۔ اَور اندر جا کر جھٹ پھنس جاتا ہے +

ملاکا ایک مُلک ہے۔ وہاں کے لوگ اَور ہی ترکیب کرتے ہیں + لاسے کی طرح ایک چپکتی ہوئی چیز لے کر اُس میں زہر ملاتے ہیں۔ اُسے چوڑے چوڑے پتّوں پر ملتے ہیں۔ اَور شیر کے رستے میں بچھا دیتے ہیں + جب وُہ اُدھر کو آتا ہے۔ اَور پتّوں پر پاؤں رکھتا ہے۔ تو ایک آدھ پتّا پنجے میں چپک جاتا ہے + وُہ اُسے دُوسرے پنجے سے چھُڑانا چاہتا ہے۔ تو اَور پتّے پنجوں میں چمٹ جاتے ہیں + شیر دِق ہو کر پنجے مُنہ سے مَلتا ہے۔ اُس سے چہرے پر بھی پتّے لگ جاتے ہیں + وُہ جھنجھلا کر زمین پر لوٹنے لگتا ہے۔ پھر تو سارے جسم پر پتّے چمٹ جاتے ہیں۔ اَور جب بدن کو کھجاتا اَور رگڑتا ہے۔ تو وُہ زہر مِلا ہُوا لاسا کچھ آنکھوں میں بھی

کے پہاڑ گونج اُٹھے۔ فوراً اُنہی جھاڑیوں میں کوئی پچاس قدم کے فاصلے پر ایک للکار کی آواز آئی۔ بڑھ کر دیکھیں۔ تو میاں سپاہی لنگڑاتے چلے آتے ہیں + حال دریافت کیا۔ معلوم ہُوا۔ کہ وہ غریب بکٹ کے سپاہیوں کے لئے کھانا لے گیا تھا۔ پھرا ہُوا آتا تھا۔ کہ جھاڑیوں میں کچھ سرسراہٹ معلوم ہُوئی۔ ابھی پھر کر دیکھنے نہ پایا تھا۔ کہ شیر نے اِس زور سے آن دبایا۔ کہ بیہوش ہوگیا + کئی لمحے تک اپنے حال کی کچھ خبر نہ رہی۔ مگر جب گولی کی آواز کان میں پہنچی۔ اور ران میں درد معلوم ہُوا۔ اُس وقت ہوش آیا۔ تو دیکھا۔ کہ شیر کے مُنہ میں ہے۔ کسی نے شیر کے گولی ماری تھی۔ وہ اِس کے لگی ہے۔ مگر خیر یہ تھی۔ کہ اب تک شیر نے کوئی زخم اُس پر نہ لگایا تھا۔ فقط کپڑے اور توشدان ہی اُس کے مُنہ میں آیا تھا + غرض سپاہی نے جوں توں کرکے اپنی سنگین نکالی۔ اور شیر کے بدن میں گھونپ دی + شیر نے ایک طرف کو چھلانگ ماری۔ سپاہی اُس کے مُنہ سے چھوٹ گیا۔ لیکن ظالم نے فوراً آکر پھر پکڑ لیا + بیچارے

سپاہی کا یہ عالم ہُوا۔کہ سانس لینا دُشوار ہو گیا۔
لیکن اب وار کا موقع ایسا تھا۔کہ چاہے۔تو ایسی
جگہ زخم پہنچائے۔جس سے شیر کا کام ہی تمام
ہو جائے۔اُس نے مونڈھے کے پیچھے کئی کوچے
خوب زور سے مارے۔آخر ایسا کاری زخم لگا۔کہ
شیر لڑکھڑا کر گرا۔اور زمین پر تڑپنے لگا + زخمی
سپاہی سمجھا۔کہ اب ہمیں ظالم کے پنجے سے چھوٹا۔
زمین سے اُٹھتا ہی تھا۔کہ شیر ایک خوفناک دہاڑ
مار کر اُٹھا۔اور جھپٹ کر اپنے شکار کو پکڑنا چاہا۔
مگر آپ ہی کروٹ کے بل گر پڑا۔اور پلٹی کھا کر
سپاہی کے پاؤں کے سامنے آ رہا۔اُس نے جھٹ
سنگین اُس کے جگر میں گھونپ دی +

ہندوستان اور ایشیا کے اور ملکوں میں بھی
شیر کے پکڑنے کی کئی تدبیریں ہیں۔بعض دفعہ
ایک بڑا گہرا گڑھا کھودتے ہیں۔اور اِس طرح
اُوپر سے ڈھانک دیتے ہیں۔کہ خاصی زمین معلوم
ہوتی ہے +۔بعض وقت جنگل میں اِس کے
رستے پر زہر میں بجھے ہوئے تیر اِس طرح
لگا دیتے ہیں۔کہ جب شیر اُن پر سے گزرتا

کا ذِکر ہے۔ کہ کسی صاحب نے ایک شیرنی کے گولی
ماری۔ اور جانا۔ کہ وہ مر گئی۔ آپ خیمے میں
چلے آئے۔ اور اُس کی لاش لانے کے لئے ایک
ہاتھی بھیجا۔ آدمی پھر کر گئے۔ اور کہا۔ کہ وہ تو
ابھی زِندہ ہے۔ دُوسرے دِن صاحب خُود گئے۔
دیکھا۔ کہ ایک شیر اُسے گھسیٹ کر گھاٹی میں
لے گیا۔ اور آدھا ایک کھا گیا۔ صاحب نے شیر
کو بھی مار ڈالا +

شیر اکثر آدمی پر حملہ نہیں کرتا۔ ہاں لہُو مُنہ
کو لگ جاتا ہے۔ تو ہمیشہ اُسی کی تاک میں رہتا
ہے + دکن میں بعض جگہ ایسا بھی ہُوا ہے۔ کہ
گاؤں کے لوگ سائبانوں میں پڑے سوتے تھے۔
شیر آیا اور ایک آدھ کو اُٹھا لے گیا + یہ بھی ہوتا
ہے۔ کہ شیر بُڈھا ہو جاتا ہے۔ دانت کُند ہو جاتے
ہیں۔ طاقت جاتی رہتی ہے۔ تو آدمی ہی کا شکار
کرتا ہے۔ کیونکہ جانوروں کی نسبت آدمی آسانی
سے قابُو میں آجاتا ہے +

تُم یہ جانتے ہی ہو۔ کہ جن موت کے ماروں
کو شیر پکڑ کر لے گئے۔ اُن میں سے شاید ہی

کوئی جیتا بچا ہوگا۔ جس سے حال معلوم ہوتا۔ مگر ایسا بھی ہوا ہے۔ کہ بعض قسمت والے اِس ظالم کے پنجے سے بچ نکلے ہیں۔ پر عجیب طور سے + ایک لڑائی کے موقع پر چھ سو سپاہی کوچ کئے جاتے تھے۔ رات کو ذرا دیر کرکے منزل پر پہنچے۔ خیموں کے پاس ہی ایک بڑا گھنا بن تھا + کمانیر تھکا ماندہ تھا۔ چاہتا تھا۔ کہ دو چار گھنٹے نیند لے لے۔ مگر لیٹا ہی تھا۔ کہ بندوق کی آواز آئی + چونک پڑا۔ اور دوڑ کر ڈیرے کے دروازے پر آیا۔ سنتری سے کھڑا پوچھ رہا تھا۔ کہ یہ آواز کدھر سے آئی۔ اتنے میں ایک بڑا سا شیر ایک سپاہی کو مُنہ میں لئے چھلانگیں مارتا سامنے سے نکل گیا + سنتری نے جھٹ گولی ماری۔ شیر نے ایک لمبی سی جست کی۔ اور جھپٹ کر نکل گیا + کمانیر۔ سنتری۔ کچھ اور سپاہی جو آن پہنچے تھے۔ سب اُس کے پیچھے دوڑے۔ اور جہاں جہاں زمین پر خون ٹپکا تھا۔ اُس کے نشان پر کئی سو قدم تک گئے۔ مگر کسی کو سپاہی بیچارے کی اُمید نہ رہی + اتنے میں اِس زور سے شیر دھاڑا۔ کہ اُس پاس

ایک صاحب کے نوکروں کو جنگل میں شیر کے چار بچے مل گئے۔ وہ اُن میں سے دو اُٹھا لائے۔ اور اپنے آقا کی نذر کئے + آقا نے طویلے میں بھیج دئے۔ بچے وہاں کئی رات چیختے رہے + آخر ماں کو پتا لگ گیا۔ وہ ایسی غصے میں بھری ہوئی پہنچی۔ کہ گویا سارے طویلے کو فنا کر دیگی + مالک کا بھی جی نہ چاہا۔ کہ بچوں والی کو گولی سے مار ڈالے۔ مگر اُس کے مارے۔ بغیر بچوں کو رکھ بھی نہ سکتا تھا۔ ناچار بچوں کو چھوڑ دیا +

شیر مویشی کے شکار کا عاشق ہوتا ہے۔ مگر جنگلی سؤر۔ سابر۔ چیتل اور اور جنگلی جانوروں کو بھی مار لیتا ہے + جوان شیر بڑا ظالم ہوتا ہے۔ اور بعض وقت چار چار پانچ پانچ گایوں کو ایک ہی دفعہ مار ڈالتا ہے۔ مگر بوڑھا شیر اکثر اپنی بھوک کے موافق شکار کر لیتا ہے + حقیقت میں شیر ڈرپوک جانور ہے۔ جب کوئی اُس کا مقابلہ کرتا ہے۔ تو ٹل جاتا ہے۔ ہاں جب زخمی یا جھلایا ہوا ہوتا ہے۔ تو ہٹتا بھی نہیں + اکثر دن بھر تو چھپا رہتا ہے۔ رات کو شکار کی گھات

میں بیٹھتا ہے۔ اور جب کوئی جانور کسی ندّی یا
تالاب پر پانی پینے جاتا ہے۔ تو ایک چھلانگ مارتا
ہے۔ اور بے خبر آن دباتا ہے + کبھی ایسا بھی
ہوتا ہے۔ کہ شیر نے جنگلی سُوّر پر حملہ کیا۔ اور
اُس نے اپنے لمبے لمبے تیز دانتوں سے جو باہر
نکلے ہوتے ہیں۔ اُسے پھاڑ ڈالا + شیر جب مویشی
کے ریوڑ پر حملہ کرتا ہے۔ تو بعض وقت وہ اِس
کے بس میں نہیں آتے۔ بلکہ سامنا کرکے مار ہٹاتے
ہیں + کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ بھینسوں
کا ریوڑ چر رہا تھا۔ اور ایک گڈریے کا لڑکا اُن کے
ساتھ تھا۔ شیر نے لڑکے کو آ پکڑا۔ ساری بھینسیں
شیر پر پل پڑیں۔ اور لڑکے کو چھڑا لیا + ایک دفعہ
کسی شیر نے بہت دن تک کچھ نہ کھایا تھا۔ بہت
دُبلا ہوگیا تھا۔ ایک شکاری نے اُس کا شکار کیا۔
دیکھے۔ تو ایک سیہہ کا کانٹا حلق میں اٹکا ہوا
ہے۔ کہیں سیہہ کو پکڑا ہوگا۔ کانٹا حلق میں
اٹک گیا۔ جبھی اُس سے کچھ نگلا نہ جاتا تھا + شیر
کو اکثر اپنے شکار کا گوشت بہت بھاتا ہے۔ مگر
بعض دفعہ مُردار بھی کھا لیتا ہے + ایک دفعہ

بعض باتیں بلّی ۔ چیتے ۔ تیندوے سے ملتی ہیں ۔
یعنی اِس کے ناخن بھی اُن جانوروں کی طرح پنجے
کے اندر چھپے رہتے ہیں ۔ جب چاہتا ہے ۔ نکل
آتے ہیں ۔ زبان بھی کھردری ہے ۔ کہ جو گوشت
ہڈیوں میں چمٹا ہو ۔ اُس سے کھرچ لیتا ہے ۔
اُنھی کی طرح اُنگلیوں کے بل چلتا ہے ۔ اُنگلیوں
کے نیچے کی طرف نرم نرم گوشت بھی ہے ۔ کہ
چلے ۔ تو پاؤں کی آہٹ نہ ہو ۔ اُنھی کی سی آنکھیں
ہیں ۔ کہ دن رات برابر دیکھتی ہیں ۔ ویسے ہی
کان ہیں ۔ کہ ذرا سی آہٹ ہو ۔ تو جھٹ سُن لیتے
ہیں + شیر اگرچہ بلّی کی طرح درخت پر نہیں
چڑھ سکتا ۔ لیکن نہایت چالاک ہے ۔ لمبی لمبی
چھلانگیں مار سکتا ہے + اِس کی ہر چال میں
خوشنمائی اور بانکپن پایا جاتا ہے + رنگ گہرا زرد
ہوتا ہے ۔ مگر چمکیلا ۔ اُس پر سیاہی مائل دھاریاں +
پیٹ ۔ چھاتی اور گردن کی پشم سفیدی مائے ۔
گلے کے دونو طرف کے لمبے لمبے بال بھی ویسے ہی
ہوتے ہیں + پورے قد کا شیر سر سے دُم کے
سرے تک اکثر تو نو یا ساڑھے نو فٹ ہوتا ہے ۔

بعض دس فٹ بھی - کبھی کبھی گیارہ بارہ فٹ تک بھی دیکھنے میں آیا ہے +

شیر ہندوستان کے جنگلوں - بنوں اور چھوٹے چھوٹے پہاڑوں میں ہوتے ہیں - اور اکثر گھنی جھاڑیوں میں رہا کرتے ہیں - یا لمبی لمبی گھاس میں - یا دریا کے کنارے جھاڑ جھنکاڑوں میں - بعض دفعہ پرانے مندروں پر یا پرانے کھنڈروں کی دیواروں پر تین چار اکٹھے پڑے ہوئے دکھائی دیتے ہیں - یوں تو ایشیا کے اور ملکوں میں بھی شیر ہوتے ہیں - مگر ہندوستان میں سب جگہ سے زیادہ ہیں +

شیرنی ایک جھول میں دو سے چار تک بچے دیتی ہے - اور جنگل میں اکثر ایسی جگہ جنتی ہے - جہاں گھنی جھاڑیاں وغیرہ ہوں + بچے جب تک آپ شکار نہیں کر سکتے - ماں کے ساتھ رہتے ہیں + اسے بچوں سے بڑی محبت ہوتی ہے - اس کا بچہ کوئی اٹھا لے جائے - تو تین چار رات برابر وہیں آس پاس پڑی رہتی ہے - اور غصے کے مارے ڈکرایا کرتی ہے +



شیر

ہیں + وہاں کے لوگ اُن سینگوں کو مقدروں
کی دیواروں پر لگا دیتے ہیں - اَور شکاری بھی
اُن کو گھروں میں سجا کر اپنے کمال کی سند
دکھاتے ہیں + پنجاب کے پہاڑوں میں جہاں
سے ستلج نکلتا ہے - اِس بکری کو کھیل کہتے
ہیں - اَور خاص کشمیر میں سکین +

اِس کی پشم سے موزے - دستانے اَور ایک
طرح کا مہین اَور عمدہ پشمینہ بنتا ہے + پہاڑوں
میں اِس کے اُوپر کے بالوں سے رسّے اَور خیموں
کے لئے موٹے کمبل بناتے ہیں +

مغربی ہمالیہ اَور افغانستان کے پہاڑوں میں ایک
بکرا مارخور مشہور ہے + اُس کا ڈیل ڈول بہت بڑا
ہے - چار فُٹ کے قریب اُونچا ہوتا ہے - گویا خاصا
ٹٹو ہے + اُس کے سینگوں پر ایک شان برستی
ہے - وُہ چار چار فُٹ تک لمبے ہوتے ہیں +

۶ شیر

یہ بڑا خوبصورت - بانکا اَور شہ زور جانور ہے +
تم تیسری کتاب میں پڑھ چکے ہو کہ اِس کی

پشم کہتے ہیں - یہ نہایت خوبصورت - مہین
اور آبدار ہوتے ہیں + کشمیری شال دوشالے
جو سارے جہان میں مشہور ہیں - اور کشمیری
پشمینہ اِنھی سے بنتا ہے + کہتے ہیں - کہ کم سے
کم دس بکریوں کی پشم میں ڈیڑھ گز مربع شال
بُنی جاتی ہے + لمبے اور موٹے بال جو اُوپر ہوتے
ہیں - وُہ پشم کی نسبت کام میں کم آتے ہیں +
یہ بکریاں جن اُونچے اُونچے پہاڑوں پر رہتی
ہیں - وہاں جاڑا بہت ہوتا ہے - یہ پشم کی ملائم
تہ بڑے بالوں کے نیچے اِس لئے کھال سے
ملی ہُوئی خدا نے پیدا کی ہے - کہ اِنھیں سردی
نہ ستائے +

ایک قسم کی جنگلی بکریاں ہمالیہ کے اُونچے
اُونچے پہاڑوں پر رہتی ہیں - جہاں اِنسان کا
گزر بھی مشکل ہے + وُہی شکاری اُن کا شکار
کرتے ہیں - جو بڑے جفاکش ہوتے ہیں - اور
اُونچے اُونچے پہاڑوں پر چڑھنے کی بڑی مہارت
رکھتے ہیں + وُہ عام بکریوں سے بڑی ہوتی ہیں -
اُن کے سینگ خوبصورت - لمبے اور خمدار ہوتے

مگر مسوڑے موٹے اور سخت ہیں۔ نہیں تو کھاتے وقت نیچے کے دانت اوپر چبھ کر اُنہیں زخمی کر دیتے +

عام بکریاں جن کے ریوڑ کے ریوڑ شہر اور گاؤں میں پھرتے نظر آتے ہیں۔ اُن سے تمہارے بڑے بڑے کام نکلتے ہیں۔ کیسا مزے کا دُود دیتی ہیں ! جسے بچّے ۔ جوان اور بُوڑھے سب پسند کرتے ہیں۔ گرمی کے موسم میں تو صُبح صُبح ہی بکری کے تازہ دُود میں چینی اور ٹھنڈا پانی مِلا کر لسّی بناتے ہیں۔ اور نہار مُنہ پیتے ہیں۔ جن عورتوں کو دُود پلانے میں تکلیف ہوتی ہے۔ وُہ اپنے ننھے ننھے بچّوں کو اکثر بکری کا دُود پلاتی ہیں +

بکری کے ایک جھول میں اکثر ایک یا دو بچّے ہوتے ہیں + دُود اپنی بساط سے زیادہ دیتی ہے + یہ طبیعت کی ایسی مضبوط ہے۔ کہ سردی یا گرمی ذرا نہیں مانتی۔ کیسی ہی سخت گرمی ہو۔ اور کیسا ہی کڑکڑاتا جاڑا پڑے۔ اِسے سب برابر ہے + رستوں کے کنارے اور میدانوں میں اِدھر اُدھر سے چر چُگ کر پیٹ بھر لیتی ہے۔ اور

جانور ہو۔ تو بھوکا مر جائے ٭ یہ بڑی چست و
چالاک ہے۔ پہاڑوں پر جہاں انسان پہنچ
نہیں سکتا۔ وہاں یہ جا پہنچتی ہے۔ جس بلندی
پر چڑھ کر سر چکرا جائے۔ وہاں بے کھٹکے
قلاچیں مارتی پھرتی ہے ٭ کبھی ایک درخت کے
ترچھے تنے پر کھڑی نظر آتی ہے۔ کہ اُس کی
نرم نرم ننھی کونپلیں چن چن کر کھائے۔
ہری ہری کونپلیں اسے بہت بھاتی ہیں۔ اِس لئے
نئے پودوں کے لئے ایک آفت ہے۔ لیکن نہ ملیں۔
تو کچھ پروا بھی نہیں۔ جو پاتی ہے۔ وُہی
کھا لیتی ہے۔ چارے کی کمی ہو۔ تو آک اور
اُس سے بھی گئی گذری تھوہر کی کڑوی پتی ہی
کھا کر گزارا کر لیتی ہے ٭

عام بکریوں کے بال موٹے اور سخت ہوتے
ہیں۔ یا تو اُن سے رسّے بناتے ہیں۔ یا زین
کی بھرتی میں بھرتے ہیں ٭

تبت۔ لداخ اور کشمیر کے شمالی پہاڑوں میں
ایک قسم کی بکریاں ہوتی ہیں۔ اُن کے نرم نرم
بالوں کو۔ جو کھال سے ملے جُلے ہوتے ہیں۔



بکری

اُردُو کی چوتھی کتاب

جانوروں کا بیان

بکری

گائے کا بیان تُم پڑھ چکے ہو۔ اُسی کی طرح بکری کے معدے میں بھی چار خانے ہیں۔ تمھیں یاد ہے؟ جُگالی بھی ویسی ہی کرتی ہے۔ کُھر بھی بیچ میں سے پھٹے ہوئے ہیں۔ اِس کے سینگ کھوکھلے ہیں۔ گائے۔ بھینس۔ بھیڑ۔ ہرن کے سینگ بھی ایسے ہی ہیں۔ اِن سب کے نیچے کے جبڑے میں چھ دانت۔ دو کچلیاں اور بارہ ڈاڑھیں ہیں۔ چھ اِدھر چھ اُدھر۔ اُوپر کے جبڑے میں فقط بارہ ڈاڑھیں ہیں۔ سامنے کے دانت اور کچلیاں کچھ نہیں۔

اِعْرابوں کے قاعدے

مِثالیں	قاعدے	نمبرِ شُمار
گھر	مخلوط ہے دو چشمی لکھی گئی +	۱
ہنسا۔ نہیں +	نُونِ غُنّہ جو لفظ کے درمیان ہَے۔ اُس پر اُلٹا جزم دیا ہَے۔ اَور جو آخر میں ہَے۔ اُس میں نُقطہ نہیں دِیا +	۲
بھلی	یائے معرُوف جو لفظ کے آخر ہَے۔ وُہ دائرے کی لکھی گئی ہَے +	۳
کے۔ ہَے۔ گائے۔ اڑتے +	یائے معرُوف کے سِوا باقی سب یے لمبی لکھی گئیں +	۴
خُود۔ خویش +	جو واؤ بولی نہیں جاتی۔ اُس کے نیچے آڑی لکیر ہَے +	۵
رہمار لبیہ۔ روپیہ۔ زیور۔ غور۔ سیر +	حرفِ مفتُوح پر وہیں زبر لکھا ہَے۔ جہاں واؤ یا یے کے معرُوف اَور مجہُول ہونے کا شُبہ پڑتا ہَے[1] +	۶

فہرست مضامین

اُردو کی چوتھی کتاب

EDUCATION DEPARTMENT, PUNJAB.

FOURTH URDU READER.

उर्दू की चौथी किताब

اردو کی چوتھی کتاب



RAI SAHIB M. GULAB SINGH & SONS.
Mufid-i-Am, Press,
LAHORE.



سچ گو ہے بظاہر کڑوا | انجام ہے اِس کا اچّھا

اَے لڑکو جھُوٹ نہ بولو

جو جھُوٹ کو سچ ہیں بناتے | اَور ہیں دِل میں اِتراتے
وُہ گُڑ میں ہیں زہر مِلاتے | اِک روز ہیں پکڑے جاتے

اَے لڑکو جھُوٹ نہ بولو

ہے جھُوٹ کا سودا کھوٹا | ہر وقت ہے اِس میں ٹوٹا
جِس پاس ہے سچّا گوٹا | کب اُس کا ہے رُتبہ چھوٹا

اَے لڑکو جھُوٹ نہ بولو

جاتی ہے جھُوٹ سے عِزّت | آتی ہے جھُوٹ سے ذِلّت
جھُوٹے پہ خُدا کی لعنت | سچّے پہ خُدا کی رحمت

اَے لڑکو جھُوٹ نہ بولو

جِن لوگوں کو خَوفِ خُدا ہے | سچ بات کا اُن کو مزا ہے
جو دِل کہ بدی سے بھرا ہے | وُہ جھُوٹ سے بے پرواہ ہے

اَے لڑکو جھُوٹ نہ بولو

مفید عام پریس لاہور میں باہتمام لالہ موتی رام مینیجر چھپی

جن طالب علموں کے ہیں ناپختہ خیالات
رہتے ہیں وہ مصروف فقط پڑھنے میں دن رات
ورزش کو سمجھتے ہیں یہ ہے خارجِ اوقات
اور ہم سے جو پوچھو تو کہیں سو کی یہ اک بات
جب پڑھنے سے فارغ ہو تو کچھ کھیل بھی کھیلو

جس وقت کرے تیز سپاہی کوئی ہتھیار
کیا کوئی سمجھتا ہے گیا وقت ہی بیکار
ہے کھیل بھی صحت کے لئے لڑکوں کو اوزار
جو وقت ہو صرف اس میں وہ ہے جیت نہ ہے ہار
جب پڑھنے سے فارغ ہو تو کچھ کھیل بھی کھیلو

ہے عقل وسیلے سے سدا علم کے بڑھتی
اور علم کی محنت کے سبب سے ہے ترقی
محنت کے لئے جسم کی صحت ہے ضروری
القصہ کہ ورزش میں ہے ہر قسم کی خوبی
جب پڑھنے سے فارغ ہو تو کچھ کھیل بھی کھیلو

جھوٹ نہ بولو

جس بات پہ تم مُنہ کھولو — سچ جھوٹ کو پہلے تولو
سچے رشتے پھر ہو لو — کیوں جھوٹے موتی رولو

اے لڑکو جھوٹ نہ بولو!

گر تم ہو عاقل دانا — سچائی سے جی نہ چرانا
جھوٹی باتیں نہ بنانا — کب اچھا ہے جھوٹا کھانا

اے لڑکو جھوٹ نہ بولو

تم جھوٹ میں سچ نہ ملاؤ — سچ کی عزت نہ گنواؤ
ان باتوں سے باز آؤ — کاغذ کی چلے کب ناؤ

اے لڑکو جھوٹ نہ بولو

جو جھوٹ کے ہوتے ہیں عادی — پھر بات کہیں وہ سچ بھی
سب کہتے ہیں جھوٹی جھوٹی — بدنامی ہے ان کی کیسی

اے لڑکو جھوٹ نہ بولو

جب جرم کوئی تم سے ہو — تم سچ سچ سچ سچ کہہ دو
مت جھوٹ سے اس کو چھپاؤ — کیوں ایک خطا کو کرو دو

اے لڑکو جھوٹ نہ بولو

ظاہر میں جھوٹ ہے میٹھا — باطن میں ہے زہر سے بڑھ کا

مصروف کتابوں میں ہی جو رہتے ہیں ہر دم
تیزی جو طبیعت کی ہے ہو جاتی ہے کم
ہوتا ہے سبق یاد بہت دیر میں کم کم
پس اے طلبا تم کو مناسب ہے کہ پیہم
جب پڑھنے سے فارغ ہو تو کچھ کھیل بھی کھیلو

جب پڑھنے میں جاتی رہی کل چشم کی طاقت
کاغذ کے پتلے بازی کی تم بن گئے صورت
آنکھوں کی بصارت اڑی کانوں کی سماعت
حاصل بھی جو اس طرح کی تم کو ہو فضیلت
جب پڑھنے سے فارغ ہو تو کچھ کھیل بھی کھیلو

گر چشم کی صحت نہ ہو انسان کو کامل
پڑھنے پہ طبیعت نہیں ہو سکتی ہے مائل
بستر پہ پڑے رہنے کو ہی چاہتا ہے دل
گر چاہو کہ کچھ علم سے ہو فائدہ حاصل
جب پڑھنے سے فارغ ہو تو کچھ کھیل بھی کھیلو

ورزش سے غذا اچھی طرح ہضم ہے ہوتی
کثرت ہی تو بیماری کی کثرت کو ہے کھوتی
ورزش سے ہو چونچال طبیعت جو ہو سوتی
طاقت ہو تو بیماری ہے سر پیٹ کے روتی
جب پڑھنے سے فارغ ہو تو کچھ کھیل بھی کھیلو

کثرت کے سبب جسم کے جب جوڑ ہوں تیار
صورت پہ ہو اک رعب کہیں سب تمہیں سردار
پھر آئے لباس اچھی طرح جسم میں اک بار
دُبلاپے میں کچھ لطف نہیں علم کا زنہار
جب پڑھنے سے فارغ ہو تو کچھ کھیل بھی کھیلو

ورزش کے سبب چہرے پہ آجاتا ہے اک نور
دُبلاپا بھی اور سُستی بھی ہو جاتی ہے سب دور
طاقت کے سبب آپ ہی دل رہتا ہے مسرور
یہ باتیں ہیں جینے کے لئے گر تمہیں منظور
جب پڑھنے سے فارغ ہو تو کچھ کھیل بھی کھیلو

تو نہیں جیسے اب آ ایسے ہی کیا ہوئے تھے؟
نہیں۔ اُن کو بد صُحبتوں نے بگاڑا
شرافت کا اُن کی بھرا گھر اُجاڑا
خُدا نے بنایا یہ اِنساں کا نیچر
کہ جو کام یہ دیکھتا ہے برابر
اثر اُس کے ہی راس میں ہوتے ہیں پیدا
بُرائی بھلائی پہ ہوتا ہے شیدا
رہا نیک لوگوں میں تو نیک ہے یہ
نہیں سو شریروں کا بس ایک ہے یہ
کِسی کا کوئی چور گر ہمنشیں ہو
تو چوری کا اُس پر یقیں یا کیقیں ہو
اگر ایک نیک آدمی سے ہے مِلّت
تو نیکی کا لیگی اثر کچھ طبیعت
نکوکار گر مُشفِق و مہرباں ہو
تو نیکی کا تُم پہ ہر اِک کو گماں ہو
جُواری سے رکھو گے گر دوستانہ
جُواری سمجھ لیگا تُم کو زمانہ
شرابی سے ہوگی جو صاحب سلامت
نہ چھوڑیگی دُنیا تو صاحب! سلامت

غضب کا یہ مضموں نکالا کسی نے
بڑے شوخ لفظوں میں ڈھالا کسی نے
کہ کوئی ذرا مجھ کو اتنا بتاؤ
کہ کن لوگوں میں اس کی ہے آؤ جاؤ
پھر اب میں بتاؤں وہ ہے شخص کیسا
وہ ایسا۔ وہ ایسا۔ وہ ایسا۔ وہ ایسا

ورزش کے فائدے

مطلب کی بتائیں تمہیں اک بات ہم لے لو
اُچھلو کبھی کُودو کبھی بھاگو کبھی ریلو
مگدر کو ہلاتے رہو بیلن کو دھکیلو
ورزش میں جو سختی ہو خوشی سے اُسے جھیلو
جب پڑھنے سے فارغ ہو تو کچھ کھیل بھی کھیلو

پڑھنے کے سوا لڑکوں کو ہے کھیل ضروری
رہ جائے نہ تا بچّوں کی انگلیٹ ادھوری
کمزوری کی تعلیم نہیں ہوتی ہے پُوری
کیا فائدہ ہاتھ آ گئی عنقا جو لنگوری
جب پڑھنے سے فارغ ہو تو کچھ کھیل بھی کھیلو

جب کسی کو تم بُری کہ دوگے بات
وَیسی ہی تم کو کہیگا وُہ بھی سات
کھوٹا سکّہ گر چلاؤگے کبھی
دیکھنا پکڑے بھی جاؤگے کبھی
بد زبانی کیا ہے گنبد کی صدا
جس نے جَیسا کچھ کہا وَیسا سُنا
بد زباں پر پڑتی ہے لعنت سدا
ہوتی ہے ہر ایک کو نفرت سدا
کوئی اُس کو مُنہ لگاتا ہی نہیں
پاس تک اپنے بٹھاتا ہی نہیں

وُہ جو لڑکے بات میں ہیں بے ادب
اُن کو نظروں سے گرا دیتے ہیں سب
ٹوٹے کر دل جن کی باتوں سے ہوں چوُر
ایک دن ٹوٹینگے اُن کے مُنہ ضرُور
جن کی باتیں ہر کسی سے سخت ہیں
جان لینا وُہ بڑے کم بخت ہیں
بد زبانی تم نہ کرنا دیکھنا
عیب اپنے سر نہ دھرنا دیکھنا

بُری صُحبت

شریروں کی صُحبت میں جاؤ نہ ہرگز
یُونہی اپنی عزّت گنواؤ نہ ہرگز
بُری صُحبتیں زہرِ قاتل ہیں بھائی
بُروں میں نہیں کچھ بجز اِسکے بُرائی
اگر آگ کے پاس بیٹھوگے جا کر
تو اُٹھوگے اِک روز کپڑے جلا کر
چلو خیر کپڑے بچاتے رہے تم
مگر سینک تو روز کھاتے رہے تم
جہاں عِطر کھچتا ہو جاؤ وہاں گر
تو ہو جائیگی تم میں خوشبو سراسر
غرض نیک و بد کے اثر بیش یا کم
ہُوا کرتے ہیں ہمنشینی سے ہر دم
بُری صُحبتیں ہیں بد اطوار کرتیں
بد اطوار کرکے ہیں پھر خوار کرتیں

یہ ٹھگ یہ اُچکّے یہ چور اور یہ رہزن
بُرے جانتا ہے ہر اِک جن کے لچھّن
یہ جب پیٹ سے ماں کے پیدا ہُوئے تھے

اُور اِس کہ کے اِس کو کھُجایا جو ہیں
نشانہ گیا چُوک بنْدُوق کا
وُہ دھچکے سے خُود مُنہ کے بل گر پڑا
بس اُس فاخِتہ کی گئی جان بچ
بھلائی کا بدلہ بھلائی ہے سچ
یہ کہتی اُڑی پیڑ سے فاخِتہ
اری چیونٹی! مرحبا ۔ مرحبا!

بد زبانی

بد زبانی کا بُرا انجام ہے
بد زباں لڑکا سدا بد نام ہے
آدمی کو بد زبانی ہے بُری
یہ زباں ہے گوشت کی چلتی چھُری
تیز چاقُو اپنے مُنہ میں جو رکھے
پہلے وُہ ہی زخم کی لذّت چکھے
بد زباں کا پہلے خُود نُقصان ہے
پر وُہ اُس کے بھید سے انجان ہے
گر بدن پر زخم ہو تلوار کا

له اِس وُہ آواز ہے۔ جو سُوئی چُبھتے وقت یا کاٹتے وقت مُنہ سے نکلے۔

اچھا ہو جائے اگر کیجے دوا
پر جو گھاؤ ہو بُری تقریر سے
وُہ نہیں بھرتا کسی تدبیر سے
جس کے قبضے میں نہیں اُس کی زباں
خنجر بے قبضہ سمجھو اُس کو ہاں
جس کو اپنی بات سے ہٹنا نہیں
آدمی ایسے کو تم کہنا نہیں
ہو جو شیریں قول وُہ اِنسان ہے
ورنہ پھر یہ بولتا حیوان ہے
کی زباں اپنی جو شُعلے نے دراز
سب نے جانا یہ ہُوا گردن فراز
پر وُہ جلتا اَور سُلگتا ہی رہا
دِل پر اُس کے داغ لگتا ہی رہا
مُنہ میں رکھتے ہیں بُرے اَلفاظ قہر
سانپ کے مُنہ میں سدا رہتا ہے زہر
جن کے بد لفظوں سے دِل جاتے ہیں کانپ
آدمی اِن کو نہ جانو ہیں یہ سانپ
دے کے دیکھو تم کسی کو کھوٹے دام
مُنہ پہ ماریگا تمہارے لا کلام

کہ ننھی سی ہمسائی پر ہے وبال
ڈبو دینگی افسوس موجیں اسے
نہ چھوڑینگی دریائی موجیں اسے
تو جھٹ ایک پتا لیا اُس نے توڑ
دیا چیونٹی پاس جا اُس کو چھوڑ
گئی بیٹھ پتے پہ یوں چیونٹی
چڑھے ناؤ پہ جس طرح آدمی
ہوئی غرق ہونے سے گویا نڈر
بہت گھٹ گیا اُس کا خوف و خطر
جھکولے تو پانی کے کھاتی گئی
کنارے کے رُخ لیکن آتی گئی
وہ پتے کی کشتی پہ تھی جو سوار
تو آخر کو بیڑی لگی اُس کی پار
غرض گھر کو زندہ سلامت پھری
سلامت پھری بے ملامت پھری
رہی سوچتی عمر بھر یہ ہی بات
کہ ہے فاختہ کس قدر نیک ذات
مرے ساتھ احسان اُس نے کیا
کہ مجھ ڈوبتی کو سہارا دیا

کوئی دن تو ایسا بھی ہو یا خدا
کروں میں بھی ہمسائی سے کچھ بھلا
سنو آگے اب تم اچنبھے کی بات
کہ اک دن ہوئی یہ عجب واردات
شکاری کوئی کھیلتا تھا شکار
ادھر سے بھی اس کا ہوا اک گزار
نظر آئی بیٹھی اسے فاختہ
لگا مارنے اس کو بے ساختہ
وہ بندوق کا جھٹ سے گھوڑا چڑھا
وہیں لب لبی کو دبانے لگا
اچانک نظر چیونٹی کی پڑی
کہ محسن پہ میرے ہے آفت بڑی
شکاری کی گر لب لبی دب گئی
تو ہمسائی کی جان بس اب گئی
بچا لوں کسی طرح سے اس کی جاں
کہ یہ میری محسن ہے اور مہرباں
یہ سوچ اور شکاری کی گھائی میں آ
لگی زور سے کاٹنے باوفا
وہ گھائی پہ ہاتھ اپنا لایا جوہیں

نظم[1]

اِحسان کا بدلہ اِحسان ہے

ارے پیارے لڑکو اِدھر آؤ تم
سُنائیں جو کچھ تم کو سُن جاؤ تم
نہ بھولو اِسے کام کی ہے یہ بات
بڑے فخر اور نام کی ہے یہ بات
جو احساں کرے اُس کا گُن ماننا
سدا اپنے محسن کو پہچاننا
ہم احساں کی بابت جتاتے ہیں کچھ
بھلائی کا بدلہ بتاتے ہیں کچھ
نہ احسان اپنا جتانا کبھی
خیال ایسا دل میں نہ لانا کبھی
جو احسان کرکے جتانے لگے
وہ اپنے کئے کو مٹانے لگے

[1] اِن میں سے دو نظمیں زبانی یاد کرانی چاہئیں۔

سدا نیک کاموں کا بدلہ ہے نیک
گواہی میں حاضر یہ قصّہ ہے ایک
کنارے پہ دریا کے اک پیڑ تھا
رہا کرتی تھی واں کوئی فاختہ
اُسی پیڑ کی جڑ میں اک جائے پر
کسی چیونٹی نے بنایا تھا گھر
لگی ایک دن چیونٹی کو جو پیاس
چلی پانی پینے کہ دریا تھا پاس
شتاشپ کنارے کے پہنچی قریب
بہت پیاس سے مضطرب وہ غریب
مگر تنگ تھا حلق چھوٹا دہاں
وہ ننھی سی جاں اور پھر ناتواں
کنارے سے دریا میں جونہی جھکی
ابھی پورا پانی نہ تھی پی چکی
کہ ناگاہ اٹھی جو دریا کی لہر
تو بس چیونٹی کے لئے تھی وہ قہر
کنارے سے اُس کو بہا لے چلی
بہت بے تکلف اٹھا لے چلی
اب اُس فاختہ نے جو دیکھا یہ حال

اَور پرتاب شاہزادے پر بھالا مارنا چاہتا تھے +
سلیم کی جان کے لالے پڑ گئے تھے۔ مگر مہاوت بیچارے پر بلا ٹل گئی۔ ہاتھی بپھر کر بھاگا۔ اَور سلیم کو لے کر نکل گیا + پھر بھی راجپوت اَور بادشاہی سپاہی بڑے زور شور سے وہیں لڑتے رہے + پرتاب نے سات زخم کھائے۔ تین دفعہ گھرا اَور نکلا۔ اخیر دفعہ قریب تھا۔ کہ کام تمام ہو جائے۔ یہ حال دیکھ کر جھالا واڑ کے سردار نے چاہا۔ کہ اپنی جان جائے۔ مگر پرتاب کسی طرح بچ جائے۔ اُس نے پرتاب کی راجگی کا نشان یعنی سُورج مکھی لی۔ اَور ایک طرف کو چلا۔ بادشاہی سپاہیوں نے جانا۔ کہ پرتاب یہی ہے۔ سب اُس کی طرف ٹوٹ پڑے۔ اَور لڑائی کا زور اُدھر جا پڑا + وہ بیچارا اپنے ساتھیوں سمیت وہیں کام آیا۔ مگر پرتاب جہاں گھرا تھا۔ وہاں سے صاف نکل گیا + راجپوت ناحق جان توڑ کر لڑے۔ اَور بائیس

ہزار جوانوں میں سے صرف آٹھ ہزار جیتے رہے۔

اب پرتاب اکیلا میدان سے چلا۔ زخموں سے نڈھال تھا۔ اور باوفا چیتک پر سوار تھا۔ دو مسلمان سرداروں نے پہچان کر اُس کے پیچھے گھوڑے پھینکے۔ اُن کے گھوڑے اُسے لیا چاہتے تھے۔ کہ ایک پہاڑی نالا سامنے آیا۔ بہادر چیتک اُس پر سے صاف اُڑ گیا۔ اور دشمن پیچھے رہ گئے۔ مگر یہ مہلت کوئی دم ہی کی تھی۔ نالے سے نکل کر پھر حریف پیچھے آن لگے۔ چیتک بھی دن بھر کی محنت سے ہار گیا تھا۔ اور اپنے سوار کی طرح زخمی ہو رہا تھا۔ اب اُس کی قوت بھی گھٹنے لگی۔ پرتاب کو بچنے کی آس نہ رہی۔ دشمن مارا مار چلے آتے تھے۔ سخت پتھروں پر گھوڑوں کے سُموں کی کھڑکھڑاہٹ سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ اب آن پہنچے۔ یکایک ایک راجپوت کی آواز آئی۔ او نیلے گھوڑے کے سوار! پھر کر دیکھے۔ تو ایک ہی سوار ہے۔ اور وہ سکت اُس کا

جل کر لڑنے کو سامنے ہو گئے ✦

وُہ ہمت والا پچیس برس ایسی لڑائیوں میں پھنسا رہا۔ جن میں اُس کی طاقت اور حریف کے زور میں پاسنگ کی نسبت نہ تھی۔ اس پر بھی کبھی میدانوں میں دھاوے مارتا۔ اور جو سامنے آتا۔ اُسے فنا کرتا۔ کبھی ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ پر جا نکلتا۔ کُنبے کو پہاڑی اناجوں سے پالتا۔ وُہ بھی نہ ہوتا۔ تو جنگل کے پھل پیداوار سے گزارا کرتا ✦ اکبر بھی اُس کی جواں مردی اور استقلال کو مان گیا۔ بہت چاہا۔ کہ باعزت صُلح کر لے۔ اور شادی کا پیغام بھی بھیجا۔ مگر اُس نے یہ ذلت نہ اُٹھائی۔ اور ہر بات کا دو ٹوک جواب دے دیا ✦ جو جو معرکے اُس نے جیتے۔ آج تک راجپوتوں کی زبانوں پر ہیں۔ اُنھی میں سے ہلدی گھاٹ کی لڑائی تھی۔ اُس میں عجب طور سے دُشمنوں کے ہاتھ سے بچا ✦

اکبر کا بیٹا سلیم بڑی جنگی فوج اور بھاری

توپ خانہ لئے بلدی گھاٹ کے میدان میں پڑا تھا۔ پرتاب نے بائیس ہزار راجپوت سے اُس کا مقابلہ کیا۔ اور ایک گھاٹی پر روکا ٭ لڑائی کا میدان گرم ہوا۔ وہ اپنے اصیل گھوڑے پر سوار تھا۔ کہ چیتک اُس کا نام تھا۔ جدھر لڑائی کا زور دیکھتا تھا۔ وہیں گھوڑا اُڑا کر پہنچتا تھا۔ آخر بادشاہی سواروں اور سپاہیوں کو کاٹتا چھانٹتا شہزادے تک جا پہنچا۔ کہ ہاتھی پر سوار بیچوں بیچ لشکر میں سپہ سالاری کر رہا تھا۔ وہ موت کا نشانہ تھا۔ لیکن ایک صندوقی ہودے میں بیٹھا تھا۔ جس پر فولادی چادریں منڈھی ہوئی تھیں۔ اس لئے بچ گیا۔ پرتاب کی کوشش بےکار تھی۔ کہ برچھے کے کوچے سے اُس کا کام تمام کرنا چاہا تھا۔ اصیل گھوڑے نے بھی اپنے سوار کا خوب ساتھ دیا۔ لڑائی کی تصویر اُس وقت کے مصوروں نے اس طرح کھینچی ہے۔ کہ گھوڑا الف ہے۔ اُس کا ایک پاؤں ہاتھی پر ٹکا ہوا ہے۔

راجپوتانے کا رُخ کیا۔ میواڑ کا دارُالخلافہ چتوڑ تھا۔ اور یہاں کا قلعہ بڑا مضبُوط اور نامی تھا۔ اُسے آن گھیرا + اودے سنگھ تو وہاں سے نکل گیا۔ مگر راجپُوت سردار حفاظت کے لئے رہ گئے تھے۔ وُہ جان سے ہاتھ دھو کر خُوب ہی لڑے + جب کچھ اُمید نہ رہی۔ تو نَو رانیاں۔ پانچ راج کنیّاں اور بہت سی عورتیں جو محل کے اندر تھیں۔ سب جل کر راکھ کا ڈھیر ہو گئیں۔ راجپُوت قلعے کا دروازہ کھول کر تلواریں کھینچے ہُوئے نکلے۔ اور وہیں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر مر گئے + اُودے سنگھ چتوڑ کو چھوڑ کر اربلی پہاڑ میں جا بسا۔ ایک محل رہنے کے لئے بنا کر آس پاس شہر آباد کیا۔ وُہی اُودے پُور ہے۔ جو اب تک میواڑ کا دارُالخلافہ چلا آتا ہے + جب وُہ مر گیا۔ تو اُس کا بیٹا پرتاب تخت پر بیٹھا۔ یہ وُہی پرتاب ہے۔ جس کا نام اب تک راجپُوت فخر کے ساتھ لیتے ہیں +

اِس وقت اُس کے پاس سلطنت کا کچھ سامان نہ تھا۔ آئے دن کی شکستوں نے

بھائی بندوں کے دِل توڑ دیئے تھے۔ مگر اُس کے سینے میں وُہی راجپوتی لہُو جوش مار رہا تھا۔ اور کہتا تھا۔ کہ تلوار ہاتھ میں ہے۔ تو چتوڑ کا چھُڑا لینا کیا بڑی بات ہے؟ راجپوتوں کی عزّت برقرار رکھینگے۔ اور باپ دادا کا نام روشن کرینگے۔ اکبر جیسے عظیمُ الشّان بادشاہ سے مُقابلہ تھا۔ جس کے پاس ہندوستان کی سلطنت کے سارے سامان مَوجُود تھے۔ اور اُس وقت تک ہندوستان کے تخت پر ایسا عاقل اور باتدبیر بادشاہ نہ بیٹھا تھا۔ بعض راجپوت راجاؤں نے اُس سے شِکستیں کھائیں اکثروں نے اطاعت کی۔ اُن سے اچھے سلُوک ہُوئے۔ اُن کے راج اُنھیں دِئے گئے۔ مگر سلطنت کے باتحت رہے۔ بعض کے خاندانوں میں اکبر نے شادی کی۔ اِن تدبیروں سے اُس نے بہت سے راجا اور راج والوں کو اپنا کرلیا۔ مگر پرتاب نے اِطاعت نہ کی۔ اور مُلک کی آزادی کو برباد کرنا گوارا نہ کرسکا۔ اِس پر اور راجپوت راجا اُس سے

کنور کب بچیگا۔ کوئی دم میں اسے بھی مار ڈالینگے۔ کسی جتن سے اس کی جان بچائیے۔ مگر سوچ بچار کا وقت نہ رہا تھا۔ ڈر تھا۔ کہ اب دروازہ کھلا۔ اور وہ قسائی اندر آیا ✦ کنور پڑا سوتا تھا۔ انّا نے آہستہ سے گود میں اٹھایا۔ اور میوے کے ٹوکرے میں لٹا دیا۔ اوپر سے پتے ڈھانک دیئے۔ بچہ بے خبر سوتا رہا۔ انّا نے نوکر سے کہا۔ کہ اسے قلعے کے باہر لے جاؤ۔ اور جلدی سے اپنے بچے کو اس کی جگہ لٹا دیا ✦

نوکر نکلا ہی تھا۔ کہ ظالم رانا کے لہو سے ہاتھ لال کئے آ پہنچا۔ کنور کے مار ڈالنے کی جی میں ٹھانے ہوئے تھا۔ انّا سے پوچھا۔ اودے سنگھ کہاں ہے؟ جاں نثار انّا کی زبان بند ہو گئی۔ اور اپنے بیٹے کی طرف اشارہ کیا۔ مامتا تو پھڑکتی رہی۔ مگر کنور پر آنچ نہ آنے دی ✦ اشارے کے ساتھ ہی قسائی نے اس کے پیارے بچے کا خنجر سے کام تمام کیا ✦ ماں دیکھتی رہی۔ اور دم نہ مارا۔ نہ آنسو گرایا۔ کہ ایسا نہ ہو۔ بھید کھل جائے ✦

با وفا انّا نے وُہ بلدان دِیا۔ جس کے سُننے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ مگر کنور کی جان بچا لی +
جب وُہ جوان ہُوا۔ تو اُس کے بیٹوں میں سے پرتاب سنگھ ایک ایسا لڑکا نکلا۔ کہ اکبر سے بڑے بڑے مُقابلے کرتا رہا +

پرتاب کی بہادُری

" انّا کی جاں نثاری سے اُودے سنگھ کی جان بچی۔ وُہ مُدّت تک چھُپا رہا۔ اَور راجپُوتوں میں تھوڑے ہی آدمیوں کو یہ حال معلُوم تھا۔ چند سال کے بعد مشہور ہو گیا۔ کہ راج کا وارِث جیتا ہے + بان بیر سے لوگوں نے دُکھ بہت پائے تھے۔ سرداروں نے مِل کر اُسے تخت سے اُتارا۔ اَور اُودے سنگھ کے سر پر تاج رکھ دیا + افسوس یہ ہے۔ کہ اِس میں نہ کوئی شاہانہ ہمّت تھی۔ نہ راجپُوتوں جیسی بہادُری + اُن دِنوں میں بابر کا پوتا اکبر شاہ دِلّی میں تخت نشین ہو کر ہندوستان کا بادشاہ ہو گیا تھا۔ جن جن دُشمنوں نے مُقابلہ کیا۔ اکبر نے اُنھیں شکست دی۔ اَور

اَور قَوم کے نام پر شیروں کی طرح لڑتے مرتے تھے ٭ اُن کی بہادُری اَور جاں بازی کے بہُت سے قِصّے ہَیں۔ مردوں کا تو کیا کہنا ہَے ؟ اُن کی عَورتوں سے بھی بڑے بڑے کام بن پڑے ہَیں۔ وُہ دِلاوری اَور وفاداری میں اپنے مردوں کے قدم بقدم رہتیں ٭ راجپوتانے میں رانا اُودے سِنگھ میواڑ کا راجہ تھا۔ اُس کا قِصّہ عجیب ہَے۔ دیکھو۔ اُس زمانے میں کیا مرد کیا عَورت اپنے آقا کے کیسے جاں نثار تھے! اَور مُصیبتوں کے وقت کِتنے پُورے وفادار تھے!

رانا سانگا مُدّت تک مُسلمانوں سے لڑتا بھِڑتا رہا۔ اُس نے اپنا راج قائم رکھنے کو ایسی بہادُری سے تلواریں ماریں۔ کہ اب تک نام چلا آتا ہَے ٭ اُس کے بعد بکرماجیت اُس کا بیٹا جانشین ہُوا۔ مگر باپ بیٹے میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ آخر سب امیر بکرماجیت کی بے لیاقتی سے تنگ آ کر بگڑ گئے۔ اَور بان بیر سِنگھ کو گدّی پر بِٹھا دیا ٭ اُس زمانے میں بے رحمی کی رسم عام تھی۔ بان بیر نے چاہا۔

کہ اصلی وارثوں کو مار ڈالیئے - پھر بے کھٹکے راج کیجیئے - چُنانچہ ایک دن بکرماجیت دوپہر کو محل میں پڑا سوتا تھا - اُسے جا کر مار ڈالا +

اس پر تو یہ مُصیبت گُزری - اب اُس کے بیٹے کنور اُودے سنگھ کی سُنئیے - کہ وہ اور اُس کا چھوٹا سا کوکہ محل کے کسی اور مکان میں پڑے سوتے تھے - ایک عورت جو کنور کی انّا اور دُوسرے کی ماں تھی + اپنے پیارے بچّوں کے پاس بیٹھی تھی + ایک طرف میوے کا ٹوکرا اور کچھ بچا کھچا کھانا دھرا تھا - اُس سے معلوم ہوتا تھا - کہ کچھ کھا کر دونو ابھی سوئے ہیں + یکایک رانیوں کے رونے پیٹنے کی آواز آنے لگی + انّا سمجھی - کہ کوئی سخت آفت آئی - حیران بیٹھی تھی - کہ دیکھیئے - کیا ہوتا ہے - اِتنے میں ایک نوکر جھوٹے باسن اُٹھانے آیا - اُس سے پُوچھا - خیر تو ہے ؟ بولا - خیر کیسی ؟ دُشمنوں نے رانا کا کام تمام کیا + سُنتے ہی انّا کے ہاتھ پاؤں پھول گئے - ایسا خوف چھایا - کہ کاٹو - تو بدن میں لہُو نہیں - ساتھ ہی خیال آیا - کہ جب رانا مارا گیا - تو

بابر کے مرنے کی ایک عجیب کہانی ہے + چند
روز سے اُس کی طبیعت علیل تھی - اُنھی دنوں
میں ہمایوں اُس کا بیٹا بھی سخت بیمار ہُوا -
بہت علاج کِئے - کچھ اثر نہ ہُوا - آخر عالموں اور
بزرگوں کے جلسے میں ایک شخص نے بادشاہ
سے کہا - کہ اگلے زمانے کے عالموں نے ایسے
موقع پر یہ لکھا ہے - کہ جو چیز بہت ہی عزیز
ہو - اُسے صدقہ کر کے خدا سے دُعا مانگیں + بابر
نے کہا - کہ ہمایوں کے نزدیک سب سے عزیز
چیز مَیں ہُوں - مَیں اپنی جان اُس پر قربان
کرونگا + مصاحبوں نے عرض کی - کہ حضور یہ
کیا فرماتے ہیں ؟ بزرگوں کے کلام کا مطلب
یہ ہے - کہ دُنیا کے مال میں جو شَے سب سے
اچھی اور قیمتی ہو - وہ دینی چاہیے - اِس لِئے
وہ نایاب اور بے بہا ہیرا جو شاہزادے کے
پاس ہے - اُسے حضور تصدّق فرمائیں + بادشاہ
نے کہا - کہ دُنیا کا مال ہمایوں کے عوض میں کیا
چیز ہے - اِس پر تو اپنی جان ہی فدا کرنی
چاہیئے + غرض خدا سے دُعا مانگ کر تین دفعہ

اُس کے پلنگ کے گرد پھرا - اور یہ سمجھ کر کہ اب اُس کی بیماری مجھ پر آ گئی - کہا - کہ لے لی - لے لی - غرض بابر کا دُکھ دم بدم بڑھنے لگا - ہمایوں کا مرض گھٹنے لگا - یہاں تک کہ بیٹا اُٹھ بیٹھا - اور باپ بستر مرگ پر جا لیٹا ❖

یہ ظاہر ہے - کہ زبان کے کہنے سے ایک کی موت دوسرے کو نہیں آ سکتی - نہ کسی کے جان دینے سے کسی اور کی جان بچ سکتی ہے - مگر جب اُس نے اِس طرح کہا - تو اُسے یقینِ کامل ہو گیا تھا - کہ میں اپنی جان دے چکا ❖ دیکھو محمود کو جب دُنیا سے جانا پڑا - تو اپنے مال و دولت پر کیسا زار زار روتا گیا - بابر نے اپنے پیارے بیٹے پر جان قربان کر دی ❖

انّا کی جاں نثاری

چغتائی خاندان کے بادشاہوں کے اکثر بڑے بڑے معرکے راجپوتوں سے ہوتے رہے ❖ راجپوت اگرچہ مُغلیہ فوج سے گنتی میں بہت کم تھے - مگر اپنے مُلک کی آزادی پر جانیں قربان کرتے تھے -

گھبرائے - مگر بابر اپنے ارادے پر جما رہا + فتح ہوئی - تو نجومی کو بلایا - کچھ اُسے شرمایا - کچھ دھمکایا - پھر بھی بہت سا انعام دیا - اور کہا - کہ اب تم یہاں سے چلے جاؤ +

بابر عالی ہمت اور بامروت تھا - کیا بھائی بند کیا نوکر چاکر جب سرکش ہو جاتے - اور شرمندہ ہو کر آتے - تو فوراً خطا معاف کر دیتا + سیدھا سادہ تُرک تھا - ظاہر باطن یکساں - جو دل میں ہوتا تھا - وہی مُنہ سے کہتا تھا - دغا اور فریب سے کام نہ نکالتا تھا - با انصاف تھا - اسی واسطے نیک نام تھا + ایک دفعہ سوداگروں کا قافلہ کسی دور کے مُلک سے اس کے علاقے میں پہنچا - رستے میں پہاڑوں کے اندر اس بلا کی سردی پڑی - کہ دو کے سوا سب مر گئے - بابر نے سب کا اسباب نکلوایا - اُسے حفاظت سے رکھا - اور اُن کے مُلک میں آدمی بھیجے - جب وہاں سے اصلی وارث آئے - تو تار تار اُن کے حوالے کر دیا +

اگرچہ وہ لڑائی کے وقت مصیبت کو مصیبت

نہ سمجھتا تھا۔ مگر ذرا بھی اِن جھگڑوں سے چھوٹتا
تھا۔ تو اِس طرح زندگی کا حظ اُٹھاتا تھا۔ کہ
گویا دل بہلانے کے سوا اِس کو کچھ اور کام ہی
نہ تھا + قدرتی خوبیوں کا عاشق تھا۔ گل و گلزار۔
ہریاول کی بہار سے بہت خوش ہوتا تھا۔ سبز
سبز پہاڑوں۔ بہتے چشموں کے کناروں پر
مصاحبوں کو لے کر بیٹھتا تھا۔ شراب کا دور
چلتا تھا۔ غزلیں گاتے تھے۔ شعر پڑھتے تھے +
وُہ خود بھی شاعر تھا۔ ترکی دیوان پورا موجود
ہے۔ کبھی کبھی فارسی شعر بھی کہتا تھا + اِس
نے اپنے حالات کی کتاب آپ لکھی ہے۔ اِس
سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جہاں گزرتا ہے۔ وہاں
کا ذرا سا لطف بھی نہیں چھوڑتا۔ جو دیکھتا
ہے۔ لکھ دیتا ہے + ایک جگہ ہندوستان کے
لوگوں پر تعجب کرتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ عجب
بدمزہ لوگ ہیں۔ اتفاقاً دریا کے کنارے پر ان
کا مقام ہو۔ تو خیمے کی پشت پانی کی طرف
کرتے ہیں۔ قدرتی بہاروں کا اثر ذرا ان کے
دلوں پر نہیں ہے +

بیٹھا۔ اور بڑی ہمّت اور حوصلے سے سلطنت کے بوجھ کو سنبھالا۔ اِس کے حالات دیکھ کر تعجّب آتا ہے۔ ایک وقت دیکھو۔ تو بابر کے نام کا نقّارہ بج رہا ہے۔ لاکھوں آدمی پر حکومت ہے۔ ایک وقت دیکھو۔ تو پہاڑوں اور جنگلوں میں بھاگا چلا جاتا ہے۔ اور چُھپنے کو جگہ نہیں پاتا۔ اکّیس برس تک اُدھر کے مُلکوں میں تلواریں ماریں۔ لیکن اِقبال نے ساتھ نہ دیا۔ آخر ہندوستان کا خیال آیا۔ اِس پر یہ دعوےٰ کیا۔ کہ میرا موروثی مُلک ہے۔ یعنی امیر تیمور نے اِسے تلوار کے زور سے لیا ہے۔

سُلطان اِبراہیم جو اُن دنوں دلّی میں سلطنت کرتا تھا۔ بڑا بے رحم۔ بے پڑھا اور آرام طلب تھا۔ اُس سے مُلک کا اِنتظام نہ ہو سکتا تھا۔ دربار کے بعض امیروں نے بابر کو بُلا بھیجا۔ بابر خود بھی ایسے موقع کی تاک میں تھا۔ فوج لے کر روانہ ہُوا۔ آخر لڑتا بھڑتا پانی پت کے میدان پر آیا۔ اور ڈیرے ڈال دئے۔ اِبراہیم ایک لاکھ سے زیادہ لشکر اور ہزار

جنگی ہاتھی لے کر دلّی سے نکلا۔ بابر فقط بارہ
ہزار لشکر سے آیا تھا۔ وُہی لے کر سامنے ہُوا۔
ہاں اِس کے ساتھ توپخانہ تھا۔ کہ یہ نقشہ
اب تک ہندوستان کے میدانوں میں نہ جما تھا۔
غرض صُبح کا وقت تھا۔ کہ لڑائی شروع ہُوئی۔
دوپہر ڈھلے تک میدان گرم رہا۔ آخر اِبراہیم
مارا گیا۔ اور بابر کی فتح ہُوئی۔ یہ ایسا معرکہ
ہُوا۔ کہ آج تک اُس کی شُہرت چلی آتی ہے:
اِس کے بعد کئی لڑائیاں اور ماریں۔ جن
سے سلطنت کی بُنیاد جم گئی +

اگرچہ بابر بعض دفعہ دُشمنوں پر بڑی بیرحمی
کرتا تھا۔ مگر پھر جلد نرم ہو جاتا تھا + بڑا بہادر
تھا۔ خطر کے وقت گھبراتا نہ تھا۔ اور مُصیبتوں
میں ہمّت نہ ہارتا تھا + ایک لڑائی میں دُشمنوں
کی کثرت دیکھ کر سردار گھبرا گئے۔ اور ہندوستان
سے پھرنے کی صلاح دی۔ بڑی مُشکل یہ ہُوئی۔
کہ اِس وقت ایک نجُومی تُرکستان سے آیا تھا۔
اُس نے کہا۔ میرا عِلم بھی کہتا ہے۔ کہ اِس
لڑائی میں دُشمن کی فتح ہوگی + لوگ اور بھی



ظہیرُ الدّین بابر بادشاہ

محمُود کے مرتے ہی اُس کے خاندان کا زوال شرُوع ہُوا اور آخرکار غزنی اور پنجاب بھی ہاتھ سے جاتا رہا + پھر مُسلمانوں کے اور بادشاہ ہُوئے۔ اُنھوں نے ہندوستان کے بڑے بڑے صُوبے فتح کئے۔ دِلّی میں اپنی سلطنت قائم کی۔ اور کئی کئی پُشت تک سلطنت کرکے مُلکِ عدم کو چلے گئے۔ مُدّت تک یہی سِلسِلے جاری رہے۔ کہ امیر تیمُور ترُکستان سے آیا۔ پنجاب کو پامال کرتا دِلّی پر پہُنچا۔ اُسے لُوٹا۔ اور قتلِ عام کیا۔ مگر آندھی کی طرح آیا۔ اور بگُولے کی طرح گیا + اُس کے جانے کے بعد دِلّی میں ایک خاندان اور بن کر بگڑ گیا۔ دُوسرا موجُود تھا۔ کہ تیمُور کی اولاد میں سے بابر بادشاہ ترُکستان میں اُٹھا۔ اور دِلّی پر لشکر لے کر آیا۔ ہندوستان میں چغتائی سلطنت اُسی نے قائم کی + اب ذرا بابر کا حال سُنو +

یہ بادشاہ بارہ برس کی عُمر میں تخت پر

تو داروغہ اَور خزانچیوں کو حُکم دِیا۔ کہ روپئے اَور اشرفیوں کے توڑے۔ زیور۔ جواہرات۔ بھاری بھاری خِلعت۔ بادشاہی لِباس اَور جو جو زمانے کے عجائب غرائب ہم نے جمع کِئے ہَیں۔ ہماری آنکھوں کے سامنے لاؤ + اُنھوں نے محل کے صحن کو سجا کر عجائب خانہ کر دِیا + خزانچی ایک ایک چیز دِکھاتا تھا۔ وُہ حسرت کی نِگاہ سے دیکھتا تھا۔ اَور زار زار روتا تھا +

دُوسرے دِن حُکم دِیا۔ کہ مَیدان میں تمام خاصے کے ہاتھی۔ گھوڑوں اَور اُونٹوں کو ساز۔ زیور اَور جھلا جھلی کی جھُولوں سے سجا کر حاضر کرو + محمُود پالکی میں لیٹ کر آیا۔ اَور دیر تک دیکھتا رہا۔ پِھر روتا دھوتا محل میں چلا گیا + بڑے بڑے بہادُر سردار اَور جان نِثار وفادار جو ہمیشہ جان جوکھوں کی لڑائیوں میں اُس کے رفیق تھے۔ اِس وقت کُچھ رِفاقت نہ کر سکتے تھے۔ آخر جس طرح خالی ہاتھ آیا تھا۔ اُسی طرح دُنیا سے رُخصت ہُوا +

اور اُس کی ماں حکومت کرتی تھی ٭ جب اُدھر
محمود کی فوج کشی کی خبر مشہور ہوئی۔ عقلمند عورت
نے کہلا بھیجا۔ کہ اگر سُلطان نے مجھ پر فتح پائی۔
تو جہاں جہاں فتح نامے لکھیگا۔ اُن میں یہی لکھیگا۔
کہ میں نے ایک بیوہ عورت کا مُلک چھین لیا۔
لیکن شکست کھائی۔ تو بڑی شرم کی بات ہوگی۔
ہاں اگر میرا مُلک برقرار رکھا۔ تو سب کہینگے۔
کہ تاج بخشی کی ٭ محمود سمجھ گیا۔ اور اُدھر
کا خیال چھوڑ دیا ٭

اِس نے اکثر عالموں اور باکمالوں کو غزنی میں
جمع کیا۔ شعر و سخن کا بھی بہت شوق رکھتا
تھا۔ مگر فردوسی کے باب میں جو کچھ کیا۔ اُس
سے قدر دانی کے نام کو بٹا لگا دیا ٭ کہتے ہیں۔
کہ جس وقت اُس سے شاہنامے کی تصنیف
کی فرمائش کی۔ تو اشرفی شعر انعام کا وعدہ
کیا ٭ وہ بیچارا لکھتے لکھتے بڈھا ہو گیا۔ جب
تیس برس میں ساٹھ ہزار شعر کی کتاب لکھ کر
حاضر کی۔ تو اشرفی کی جگہ روپیہ دینا چاہا ٭
فردوسی کو اپنی محنت کے برباد ہونے کا

بڑا رنج ہُوا۔ محمُود کی ہجو لکھ کر دل کا غُبار نکالا۔ اور وہاں سے بھاگ گیا ۔ چند روز بعد دربار میں کسی نے اُس کا شعر بڑے موقع پر پڑھا ۔ محمُود کے دل پر چوٹ لگی۔ اور افسوس آیا۔ اُسی وقت حُکم دیا۔ کہ حساب کے مُوافق جو چاہیئے۔ نقد روپیہ اُسے بھیج دو ۔ افسوس یہ ہے۔ کہ جب محمُود کے آدمی یہ روپے لے کر اُس کے شہر کے دروازے پر پہنچے۔ تو ایک جنازہ نکلتا تھا۔ معلُوم ہُوا۔ کہ فردوسی مر گیا۔ یہ اُسی کی میّت ہے ۔

اب وُہ دِن آ گیا۔ کہ اِس عالی شان سُلطان کو دُنیا سے جُدا ہونا پڑا۔ اِس وقت آنکھیں کھُلیں۔ کہ جو دَولت ہزاروں گھرانے بے چراغ کر کے سمیٹی ہے۔ ساری یہیں چھوڑنی پڑیگی ۔ افسوس! کیسا ہی صاحبِ ہوش شخص ہو۔ مگر جو دُنیا میں رہ کر دُنیا کی دَولت سے دل لگاتا ہے۔ اُسے کس حسرت کے ساتھ اُس سے جُدا ہونا پڑتا ہے! تریسٹھ برس کی عُمر تھی۔ جو سخت بیمار ہُوا ۔ جینے کی اُمید نہ رہی۔

تھوڑے ہی دنوں میں بہتیری عالی شان حویلیاں بن گئیں۔ سینکڑوں مسجدیں۔ مدرسے۔ سرائیں اور خانقاہیں تیار ہو گئیں + گھر گھر امیری تھی۔ اور دولت کی بہتات + اُس کے عہدے میں غزنی کو دیکھ کر ہندوستان یاد آتا تھا۔ کیونکہ جو غریب آدمی تھا۔ اُس کے گھر میں بھی تین چار لونڈی غلام ہندوستانی بولتے دکھائی دیتے تھے۔ اور یہی لوگ گلی کوچوں میں پھرتے نظر آتے تھے + غزنی کے بازاروں میں ایک ایک بندہ خدا کا دو دو روپے کو بک گیا +

محمود دولت کو اس قدر عزیز رکھتا تھا۔ کہ ہر کتاب میں اُس کی شکایت ہے۔ آخر عمر میں ایک دفعہ خبر پائی۔ کہ ایک شخص نہایت مال دار ہے۔ اُسے پکڑوا منگایا۔ وہ بیچارا حاضر ہوا۔ سامنے آیا۔ تو محمود نے کہا۔ ہم نے سُنا ہے۔ کہ تُو بیدین اور بداعتقاد ہے + اُس نے عرض کی۔ کہ فدوی اس جرم سے تو بالکل پاک ہے۔ البتہ یہ عیب ہے۔ کہ دولت بہت سی ہے + آپ یہ سب لیجیئے۔ مگر مجھے بدنام نہ کیجیئے + محمود نے اُس کا مال

و دَولت شاہی خزانے میں داخِل کِیا - اَور سپرد
رکھ دی - کہ یہ شخص بڑا خُوش اِعتقاد ہَے ٭
اِن عادتوں پر بھی کبھی کبھی بادشاہی حوصلہ
دِکھاتا تھا - چُنانچہ ایک قلعہ بلوچوں نے لے لیا -
اَور اُس میں بَیٹھ کر رستہ لُوٹنے لگے ٭ ایک دفعہ
کوئی قافلہ لُٹا - اَور اُس میں ایک نَوجوان آدمی مارا
گیا - اُس کی بُڑھیا ماں روتی پیٹتی محمُود کے دربار
میں آئی - اَور فریاد کرنے لگی ٭ محمُود نے کہا -
کہ مَیں کیا کرُوں ؟ ایسے دُور دُور کے مُلکوں میں
کیونکر پُورا پُورا اِنتظام ہو سکتا ہَے ؟ اُس نے
کہا - کہ اَے سُلطان ! اگر تجھ سے بندوبست نہیں
ہو سکتا - تو اِتنے بڑے مُلک کی بادشاہت کیوں
لے رکھّی ہَے ؟ محمُود کو کچھ جواب نہ بن آیا -
اُسی وقت حُکم دِیا - کہ فَوج جا کر لُٹیروں سے
قلعہ چھین لے - اَور جب تک قلعہ فتح نہ ہو -
جو قافلہ جائے - اُس کی حِفاظت کے لِئے
سواروں کا ایک رسالہ جایا کرے ٭
ایک دفعہ کِسی مُلک پر اُس نے چڑھائی کی -
ایک چھوٹی عُمر کا لڑکا مُلک کا حق دار تھا -

سے گزرا - اور جنگل پہاڑ طے کرتا منزلِ مقصود تک جا پہنچا + یہاں کئی راجا بڑی بڑی فوجیں لے کر آئے - اور لڑائی کا میدان گرم ہوا + اِدھر دین لڑ رہا تھا - اُدھر دھرم مقابلے پر اڑ رہا تھا + ہندو مسلمان اتنے کٹے - کہ ہزاروں کے کھیت پڑے - آخر پانڈے ایسے جان توڑ کر لڑے کہ مسلمانوں کے جی چھوٹ گئے + محمود بھی گھبرا گیا - اُس وقت کچھ اور بن نہ آیا - فوج سے الگ ہوا - فرشِ خاک پر سر رکھا - اور خدا سے دُعا مانگی + تھوڑی دیر بعد اُٹھا - فوج کا دل بڑھایا - اور درد ناک باتوں سے جوش میں لا کر دھاوے کا حکم دیا + مسلمانوں نے دفعۃً تلواریں اُٹھائیں - اور گھوڑے اُڑا کر دشمنوں پر ٹوٹ پڑے - بڑے گھمسان کا رن پڑا - آخر اقبالِ محمودی اپنا کام کر گیا - ہندو بھاگے اور مسلمانوں کی فتح ہوئی - میدان کو خالی دیکھ کر قلعے والوں کی بھی ہمت ہار گئی - قلعے کے دوسری طرف سمندر میں کشتیاں لگا رکھی تھیں - اُن میں بیٹھے - اور لنگر اُٹھا کر بھاگے - شہر - قلعہ - مندر اور ساری

دولت محمود کے ہاتھ آئی +
محمود نے اگرچہ ہندوستان میں دور دور کے
شہر فتح کئے۔ مگر یہاں رہنے کا ارادہ نہ کیا۔ اور
اپنا حاکم بھی لاہور ہی میں بٹھایا + ہندوستان
کی لوٹ کھسوٹ سے ویران کوہستان میں غزنی
شہر ایسا آباد کیا تھا۔ کہ طلسمات کا نمونہ نظر
آتا تھا + ملک ملک کے آدمی۔ ہر فن کے
صاحب کمال وہاں موجود تھے + ایک قلعہ بنایا۔
قصرِ فیروزہ اُس کا نام رکھا۔ اُس کی چینی کاری
کے آگے جواہرات کی رنگت پھیکی معلوم ہوتی تھی +
اُس میں بادشاہی محل اور دربار کے مکان پرستان
نظر آتے تھے + جامع مسجد ایسی تعمیر کی۔ کہ اُس
کی آرائش اور زیبائش کے سبب سے لوگ اُسے
عروسِ فلک کہتے تھے + اُس کے پہلو میں ایک
مدرسہ اُسی وسعت اور شان و شوکت کا بنایا۔
اُس کے کتب خانے کو نایاب اور قیمتی کتابوں
سے سجایا۔ عالم اور فاضل علم کی روشنی پھیلانے
کے لئے مقرر کئے + سلطان کے شوق سے سب
کو مکانوں کے بنانے اور سجانے کا شوق ہوا۔

یہاں دَولت کا دشتر خوان بچھا نظر آتا تھا۔ جب موقع پایا۔ اِدھر ہی چڑھ آیا۔ نقد روپے جواہر۔ زیور۔ بھاری بھاری کپڑے۔ ہاتھی۔ گھوڑے۔ لوُٹ مار کر لے گیا +

اِس نے ہندوستان پر سولہ سترہ حملے کئے۔ مگر بارہ بہُت مشہُور ہیں۔ بڑے معرکے کا حملہ سومنات پر تھا + یہ شہر سمندر کے کنارے آباد تھا۔ بڑا گلزار۔ دَولت سے مالا مال + بلند قلعے کے نیچے پانی لہراتا تھا۔ اَور اُونچی اُونچی فصیلوں سے ٹکرا کر جھکولے مارتا تھا +

قلعے میں سینکڑوں برس کا ایک عالی شان اَور وسیع مندر تھا۔ اُس کی چھت کو چھپّن سُتوُن سنبھالے کھڑے تھے۔ جو رنگ برنگ کے نقش و نگار اَور جواہرات کے بیل بُوٹوں سے مُرصّع تھے۔ یہی سومنات جی کا مندر تھا + اِس میں رات دِن صرف ایک چراغ جلتا تھا۔ اُس کی روشنی جواہرات پر پڑتی تھی۔ اُن کی جوت سے سارا مکان جگمگ جگمگ کرتا تھا۔ سونے کی ایک بھاری سی زنجیر میں گھنٹے لٹکتے تھے۔ پُوجا کے

وقت اُسے ہِلاتے تھے - کہ سب کو خبر ہو جائے +
دو ہزار برہمن پجاری تھے - پانسو عورتیں - تین سو
مرد گانے بجانے والے تھے - تین سو نائی تھے -
کہ جاتریوں کا بھدر کیا کرتے تھے - گرہن کے
وقت دو لاکھ سے زیادہ جاتری جمع ہو جاتے تھے +
راجاؤں نے جو گاؤں مندر کے نام پر دیئے تھے -
وُہ دو ہزار کے قریب تھے - راجا - مہاراجہ
اپنی لڑکیاں خدمت کے لئے بھیجتے تھے - اور
زیور - جواہرات - بھاری بھاری کپڑے چڑھاوا
چڑھاتے تھے - غرض مندر میں اتنی دولت
تھی - کہ کچھ حساب نہ تھا +
محمُود نے سُورما سوار اور جانباز بہادر چُن کر
ایک لشکر آراستہ کیا - اور روانہ ہُوا - ہزاروں
مسلمان ساتھ ہُوئے - جو فقط دین کے نام پر
تلواریں اُٹھاتے تھے - اور اسلام کے کام پر جانوں
کا دینا ایمان سمجھتے تھے + رستے میں ریگستان آیا -
جہاں منزلوں تک گھاس کا نام اور پانی کا نشان
نہ تھا - جانیں لبوں پر آ گئیں - پھر بھی وُہ
ارادے کا پُورا اپنی بات سے نہ ٹلا - وہاں

مُقابلے کے لِئے روانہ ہُوا ۔ جب دونو لشکر آمنے سامنے ہُوئے ۔ جنگ کا مَیدان گرم ہُوا ۔ دونو طرف کے بہادُر نام کے لِئے جانیں دینے لگے ۔ ہندُوؤں کی فَوج صُبح سے برابر کمر باندھے لڑ رہی تھی ۔ دِن ڈھلتے اِن کی جمعیّت میں گھبراہٹ معلُوم ہُوئی ۔ اِس وقت سُبُکتگِین نے کُل فَوج کو لے کر حملہ کِیا ۔ جَیپال نے شِکست کھائی ۔ اَور فَوج کے پاؤں اَیسے اُکھڑے ۔ کہ پھر نہ جم سکے ۔ لُوٹ کا بے شُمار مال مُسلمانوں کے ہاتھ آیا ۔ سُبُکتگِیں بِیس برس سلطنت کر کے دُنیا سے رُخصت ہُوا ۔ اَور گھرانے میں سلطنت کی بُنیاد ڈال گیا ۔

سُلطان محمُودِ غزنوی

سُبُکتگِیں کے بعد اُس کا بیٹا محمُود تخت نشِیں ہُوا ۔ اُنھی دِنوں میں ایک بڑا بہادُر اَور پُرانا سردار تھا ۔ اُس کی کئی باتوں سے محمُود خفا ہُوا ۔ اَور فَوج لے کر چڑھ گیا ۔ بُڈھے سردار نے مُقابلہ کِیا ۔ مگر آخر کو قلعہ بند ہُوا ۔ محمُود

ہ آ ک ے ۔۔۔

نے گرد فوج ڈال دی۔ اور سب طرف سے رستے بند کر دیئے۔ ایک دن معرکۂ جنگ میں آ کر فتحے پر حملے کا حکم دیا۔ اور ہاتھیوں کی مستکوں پر ڈھالیں بندھوا کر کہا۔ کہ دروازے پر ریل دو۔ ایک ہاتھی نے پہلی ہی ٹکر ماری تھی۔ کہ سردار گھبرا کر نکل آیا۔ محمود کے سامنے آ کر گھوڑے پر سے اُتر پڑا۔ اپنی سفید ڈاڑھی اُس کے گھوڑے کے سُم پر ملی۔ اور کہا۔ کہ اَے سُلطان! مُعاف کر۔ جو کچھ مَیں نے کیا۔ بُرا کیا + محمود کو سُلطان کا لفظ پسند آیا۔ اور سُلطان محمود کے فرمانوں میں لکھوانے لگا۔ اگرچہ الپتگین کے وقت سے غزنی دارُ الخلافہ تھا۔ مگر اتنا مشہور شہر نہ تھا۔ محمود کی فتحوں سے اُس نے ایسا نام پایا۔ کہ محمود بھی سُلطان محمودِ غزنوی کہلایا +

محمود نے ہندوستان کا سبق جو باپ سے پڑھا تھا۔ وہ کبھی نہ بھولا۔ اور بار بار چڑھائی کی + اِس کے دو سبب تھے۔ اوّل یہ۔ کہ ہندوؤں میں اِسلام پھیلائے۔ دُوسرے یہ۔ کہ ہندوستان کا مال و دولت سمیٹ کر لے جائے + ہر وقت

کر لے۔ مگر اُس کا بیٹا محمود بھی باپ کے ساتھ
تھا۔اُس نے سمجھایا۔کہ سردی کی شدت
ہمارے لئے آسمانی مدد ہے۔ لڑائی جیت چکے
ہیں۔ ہمیں تلوار نکالنے کی ضرورت بھی نہیں۔
اگر حریف صُلح کرکے بچ نکلا۔تو یہ دولت اور
سلطنت کے سامان جو اُس کے ساتھ ہیں۔مُفت
ہاتھ سے جاتے ہیں + باپ نے بیٹے کی بات
مان لی۔ اور صُلح سے اِنکار کیا + راجہ نے کہلا
بھیجا۔کہ آپ کو ہندوستان کے بہادروں کا
دستور معلوم نہیں۔ جب یہ جان سے نا اُمید
ہوتے ہیں۔ تو جو کچھ پاس ہوتا ہے۔ آگ
میں جھونکتے ہیں۔ ہاتھی۔گھوڑوں اور مویشی کو
اندھا کرتے ہیں۔ عورتوں اور بال بچوں کو
آگ میں ڈالتے ہیں۔پھر ایسے لڑتے ہیں۔
کہ خاک میں مِل جاتے ہیں۔اب وہی وقت
آن پہنچا ہے۔ صُلح کر لو۔تو بڑی دیا ہے۔
نہیں تو پچتاؤگے۔ اور مال و دولت کی جگہ
راکھ کا ڈھیر پاؤگے + یہ سُن کر محمود بھی راضی
ہوگیا۔اور اِس بات پر صُلح ٹھیری۔کہ راجہ

پچاس ہاتھی۔ بہت سا روپیہ اور اپنا کچھ علاقہ سپرد کر دے۔ ان ساری چیزوں کا بندوبست وہیں نہ ہو سکتا تھا۔ راجہ نے کہا۔ کہ جو کچھ یہاں موجود ہے۔ وہ حاضر ہے۔ باقی کے لئے امیر اپنے معتمدوں کو ساتھ کر دے۔ لاہور پہنچ کر سب باتیں پوری ہو جائینگی۔ سبکتگین نے منظور کیا۔

جیپال نے لاہور میں پہنچ کر وعدوں کے پورا کرنے سے انکار کیا۔ اور سبکتگین کے آدمیوں کو قید کر لیا۔ سبکتگین کو جب یہ خبر پہنچی۔ تو یقین نہ آیا۔ آخر جب تحقیق معلوم ہوا۔ تو بہت جھنجھلایا۔ اور فوج لے کر ادھر کا رخ کیا۔ جیپال نے بھی تیاری کی۔ تمام ہندوستان کے راجاؤں کو چٹھیاں لکھیں۔ وہ بھی جانتے تھے۔ کہ پنجاب ہمارے ملک کا پھاٹک ہے۔ وہ ٹوٹا۔ تو خیر نہیں۔ سب نے فوجیں بھیجیں۔ خزانوں اور سامانوں کا تار باندھ دیا۔ اس طرح ہندوؤں کی بے شمار جمعیت ہو گئی۔ جیپال انہیں لے کر سبکتگین کے

نکل گئی۔ بچہ ہاتھ آ گیا۔ باندھ کر گھوڑے کے پیچھے رکھ لیا۔ اور شہر کو پھرا۔ تھوڑی دور چلا تھا۔ مُڑ کر دیکھا۔ کہ ماں محبت کے مارے پیچھے پیچھے گردن اُٹھائے چلی آتی ہے۔ اور اپنے بچے کے لئے نہایت بے چین ہے۔ سبکتگین کو ترس آیا۔ بچے کو چھوڑ دیا۔ ہرنی بچے کو ساتھ لے کر جنگل کو چلی۔ سبکتگین کھڑا دیکھتا تھا۔ کہ چار قدم چلتی تھی۔ تھم جاتی تھی۔ اور پھر کر اُس کی طرف دیکھتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ گویا شکریہ ادا کرتی ہے۔ رات کو خواب میں آواز سُنی۔ کہ اے سبکتگین! اس بیچارے بے زبان جانور پر جو تُو نے ترس کھایا۔ خُدا کی درگاہ میں بہت پسند آیا۔ تیرے نام پر سلطنت کا فرمان لکھا گیا۔ دیکھ! اللہ کے بندوں پر اِسی طرح رحم کیجو۔

الپتگین مر گیا۔ تو اُس کا بیٹا جانشیں ہُوا۔ مگر وہ لڑکا تھا۔ سلطنت کا کام سبکتگین ہی کے ہاتھ میں رہا۔ برس دِن بعد لڑکا بھی مر گیا۔ سبکتگین نے اپنی نیکیوں سے دِلوں

میں گھر کر رکھا تھا۔ آخر کو سب کی صلاح
سے یہی حاکم ہو گیا۔ اور مُلک کا اِنتظام کرکے
سلطنت کی طاقت بڑھانے لگا +
اِس وقت برہمنوں کے خاندان سے جیپال
نام ایک راجہ لاہور میں راج کرتا تھا۔ جب
اُس نے اِسلام کا زور ہندوستان کی طرف
بڑھتا دیکھا۔ تو اُس کا روکنا ضرور سمجھا +
پیادے۔ سوار اور ہاتھیوں کا بہت سا لشکر
جمع کیا۔ اور بڑے زور شور سے چڑھائی کرکے
سبکتگین کی سرحد پر جا پہنچا + اُدھر سے سبکتگین
فوج لے کر آیا۔ لڑائی شروع ہوئی۔ اِتفاقاً اُنھی
دنوں میں بارش بہت زور سے ہونے لگی۔
اور سردی اِس شدت سے پڑی۔ کہ جاڑے
کے مارے بدن میں لہو جم گئے۔ اور سب
لوگ بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے + ہندوستان کے
لوگوں نے کبھی یہ حالت نہ دیکھی تھی۔ بہت
گھبرائے۔ اور زندگی سے نا اُمید ہو گئے +
جیپال نے صلح کا پیام بھیجا + سبکتگین کو
اُن کے حال پر رحم آیا۔ چاہا۔ کہ صلح منظور







تاریخی حالات

امیر ناصر الدین سبکتگین

پنجاب سے شمال و مغرب کی طرف جو ملک ہے۔ اُس میں الپتگین نام ایک حاکم نے شہر غزنی اپنا دار الخلافہ بنایا۔ ایک دفعہ اُس کے دربار میں سوداگر ترکی غلام لایا۔ امیر کو پسند آیا۔ اُسے خرید لیا۔ سبکتگین نام رکھا۔ یہ لڑکا ہوشیار اور چالاک تھا۔ سوچ سمجھ کر کام کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ سپہ سالار بن گیا۔ بڑھتے بڑھتے یہاں تک بڑھا۔ کہ امیر کی بیٹی سے شادی ہو گئی۔

سبکتگین کو غلامی کے زمانے میں شکار کا بہت شوق تھا۔ ایک دفعہ جنگل میں دیکھا۔ کہ ایک ہرنی اپنے بچے کو ساتھ لئے چرتی پھرتی ہے۔ اُس کے پیچھے گھوڑا ڈالا۔ ہرنی تو بچ کر

بعض دفعہ لوگ اپنے کمروں میں میز یا طاق پر دھر دیتے ہیں ۔ یا دیوار میں لگاتے ہیں + گھڑیاں جیبوں میں رکھتے ہیں + گھنٹوں اور گھڑیوں میں دو دو سوئیاں ہوتی ہیں ۔ ایک چھوٹی ۔ اُس کے پھرنے سے گھنٹہ معلوم ہوتا ہے ۔ دُوسری بڑی ۔ اُس کے پھرنے سے منٹ معلوم ہوتے ہیں + کبھی کبھی تیسری سوئی بھی ہوتی ہے ۔ اُس سے سکنڈ معلوم ہوتے ہیں + گھنٹوں اور گھڑیوں کے ذریعے سے ہم ٹھیک وقت دریافت کر سکتے ہیں + چھاؤنی میں جب دوپہر کو ایک توپ چھوٹتی ہے ۔ اُس سے سب کو معلوم ہو جاتا ہے ۔ کہ بارہ بج گئے ۔ اکثر آدمی اُس وقت اپنی گھڑیاں اور گھنٹے ٹھیک کر لیتے ہیں +

سُورج[1] شمال کی طرف کبھی دِکھائی نہیں دیتا +
جب تک سُورج نظر آتا ہے۔ یعنی نکلنے سے ڈُوبنے تک۔ اُسے ہم دِن کہتے ہیں۔ جب تک وُہ دِکھائی نہیں دیتا۔ یعنی ڈُوبنے سے نکلنے تک۔ اُسے رات بولتے ہیں + پَو پھٹنے سے کچھ دِن چڑھے تک صُبح کہلاتی ہے۔ ڈُوبنے سے کچھ دیر پہلے اور کچھ پیچھے تک شام + صُبح شام کو جب کرنیں زمین پر ترچھی پڑتی ہیں۔ گرمی کم ہوتی ہے۔ دوپہر کو صُبح شام کی نسبت جب کرنیں سیدھی پڑتی ہیں۔ تو گرمی زیادہ ہوتی ہے۔ اِس کا مُفصّل حال اگلی کتاب میں آئیگا +
رات دِن کے چوبیس حصّے کئے ہیں۔

[1] اُستاد کو معلُوم ہوگا۔ کہ یہ بات صرف اُن مُلکوں کے لئے ہے۔ جو خطِ سرطان کے شمال میں ہیں۔ اور جو مُلک خطِ سرطان اور جدی کے درمیان یعنی منطقۂ حارّہ میں ہیں۔ وہاں سُورج کبھی شمال کی طرف دِکھائی دیتا ہے۔ کبھی جنُوب کی طرف۔ اور جو مُلک خطِ جدی کے جنُوب میں ہیں۔ وہاں سے ہمیشہ شمال کی طرف معلُوم ہوتا ہے +

ہر حِصّے کو گھنٹہ کہتے ہیں + آدھی رات سے
گھنٹوں کا حساب کرتے ہیں - ایک گھنٹہ گزرتا
ہے - تو ایک بجتا ہے - دو گزرتے ہیں - تو دو
بجتے ہیں - اِسی طرح دوپہر کو بارہ بجتے ہیں +
پھر دوپہر سے شروع کرتے ہیں - آدھی رات
تک بارہ گھنٹے ہوتے ہیں + گھنٹے کے برابر
ساٹھ حِصّے کئے ہیں - اُنھیں منٹ کہتے ہیں -
ایک منٹ کے بھی برابر ساٹھ حِصّے کئے ہیں -
اُنھیں سِکنڈ بولتے ہیں + اِس کے سوا وقت
شمار کرنے کے مختلف طریقے ہیں - ہندو پہلے
زمانے میں ہمیشہ پہر اور گھڑی سے شمار کرتے
تھے - اِن دنوں میں بھی بارہ بجتے ہیں تو
اکثر آدمی کہتے ہیں - کہ دوپہر ہوئی +
وقت دریافت کرنے کے الگ الگ طریقے
ہیں - سب سے اچھا وہ طریقہ ہے - جو اہلِ
یورپ نے نکالا - اُنھوں نے گھنٹے اور گھڑیاں
ایجاد کیں - گھنٹے بڑے ہوتے ہیں - اور
گھڑیاں چھوٹی + گھنٹے اونچی اونچی عمارتوں پر
لگائے جاتے ہیں - کہ سب لوگ دیکھ سکیں -

بناتے ہیں۔ بیسن سے بعض مٹھائیاں اور اکثر کھانے کی چیزیں بنتی ہیں + موٹھ۔ مونگ۔ ماش۔ مسور کے درخت چنوں کے درختوں کی طرح ہوتے ہیں + پھول بھی ویسے ہی ہیں۔ جیسے پتیڑیاں۔ ان کے بیج بھی پھلیوں میں ہوتے ہیں۔ جیسے چنے کے ٹاٹوں میں +

سُورج کا بیان

یہ دُنیا میں اُجالا کرتا ہے۔ دُنیا کی چیزوں کو گرمی پہنچاتا ہے۔ اس بِن نہ جانور جی سکیں۔ نہ اُگی ہوئی چیزیں ہری رہ سکیں+ عالموں نے سُورج کی بہت سی باتیں معلوم کی ہیں۔ مثلاً وہ کتنا بڑا ہے۔ زمین سے کتنی دُور ہے۔ کس کس چیز سے بنا ہے۔ روشنی اور گرمی اُس سے ہمیں کس طرح پہنچتی ہے۔ کس لئے کبھی کم پہنچتی ہے۔ کبھی زیادہ + یہ باتیں ابھی تمہاری سمجھ میں نہیں آ سکتیں۔ مگر بعض چھوٹی چھوٹی باتیں سُورج ایسی بتاتا ہے۔ جو بڑی بڑی باتوں

کی بنیاد ہیں - جن کا جاننا چھوٹے لڑکوں کو بھی مناسب ہے ٭ آؤ - پہلے چھوٹی چھوٹی باتیں بتائیں ٭

جانتے ہو - تمہارے گھر سے شمال - جنوب - مشرق - مغرب کدھر ہے؟ یہ بات تو بہت آسان ہے ٭ اندھیرے منہ اٹھو - تھوڑی دیر میں ایک طرف کو آسمان پر روشنی دکھائی دیگی - اُسے پو پھٹنی کہتے ہیں - روشنی کے نیچے جہاں زمین اور آسمان ملے ہوئے معلوم ہوتے ہیں - وہاں سے ایک سونے کا تھال ڈلک ڈلک کرتا اُبھرتا چلا آتا ہے - یہی سورج ہے ٭ جس طرف سے نکلتا ہے - اُسے مشرق کہتے ہیں - اور اُس کے مقابل کو مغرب - شام کو دیکھو - تو اُسی طرف ڈوبتا نظر آتا ہے ٭ پھر ٹھیک دوپہر کو سورج کی طرف دیکھو - جو سمت تمہارے سامنے ہے - اُسے جنوب بولتے ہیں - اور جو پیچھے ہے - اُسے شمال ٭ اِس وقت مغرب تمہارے دائیں ہاتھ کو ہوگا - مشرق بائیں کو ٭

دیتے ہیں + ہر ایک ٹاٹ میں اکثر دو یا تین
چنے ہوتے ہیں + اکثر کھیتوں میں سے ہرے
ہرے بوٹ اکھیڑ لیتے ہیں۔ سینکڑوں من
بازاروں میں بکتے ہیں۔ امیر سے غریب تک
سب کو بھاتے ہیں + لڑکے تو اس پر ایسے
مرتے ہیں۔ کہ ہاتھوں میں لئے گلی گلی کھاتے
پھرتے ہیں۔ لوگ بوٹ پلاؤ پکاتے ہیں۔
گوشت میں ڈالتے ہیں۔ نمک مرچ ملا کر گھی
میں بھونتے ہیں۔ ہولے کرتے ہیں۔ سوندھے
کرارے اور مزے دار ہوتے ہیں۔ پر یہ
ضرور ہے۔ کہ ہاتھ مُنہ کالے کر دیتے ہیں۔
مثل مشہور ہے۔ اب وہ دن آئے۔ کہ کونڈی
کے ہاتھ کالے ہوں۔ اور بیوی کا مُنہ + ایسا
کون لڑکا ہے؟ جس کی جیب میں کچھ ہولے
نہ ہوں +
چنے گرمی پڑتے ہی پک جاتے ہیں۔ اپنے
اپنے بیجوں کی طرح رنگ پاتے ہیں۔ کوئی
زرد سا ہو جاتا ہے۔ کوئی بھورا سُرخی مائل۔
چنے سخت ہوتے ہیں۔ پر آسانی سے اُن کے

دو ٹکڑے ہو سکتے ہیں۔ اندر سے خوب زرد نکلتے ہیں + اِس کی کھیتی پک جاتی ہے۔ تو کسان اَور اناجوں کی طرح چنے الگ نکال لیتا ہے۔ بھس مویشیوں کی بڑی من بھاتی خوراک ہے + چنے بہت نہیں پھلتے۔ اچھی زمین نہ ہو۔ تو سیر بھر میں پان سیر تک نکلتے ہیں۔ اچھی ہو۔ تو دس سیر +

گھوڑے ایسے مزے سے جَو نہیں کھاتے۔ جیسے چنے۔ بلکہ محنتی گھوڑوں کی گُزران اکثر انہی پر ہے + بُھنے ہُوئے بڑے مزے دار ہوتے ہیں۔ یُوں ہی کھاتے ہیں۔ نمک مرچ بھی مِلاتے ہیں۔ کھٹّا یا لیمو نچوڑتے ہیں + لڑکے ایک آدھ مُٹھی جیب میں ڈال لیتے ہیں۔ دم بدم تھوڑے تھوڑے نکال کر ٹھونگیں لگاتے ہیں۔ سچ ہے۔ چنا چُغل مُنہ لگا نہیں چھوٹتا + گھنگنیاں اُبالتے ہیں۔ دال نکالتے ہیں۔ اُسے پکاتے ہیں۔ تھوڑی دیر بھگو دیتے ہیں۔ پھر نمک مرچ مِلا کر چباتے ہیں۔ گھی میں تلتے ہیں۔ گوشت میں پکاتے ہیں۔ پیس کر بیسن

جلانے میں آتا ہے۔ بعض عورتیں اور مرد بالوں میں لگاتے ہیں۔ سبب یہ ہے۔ کہ بال چکنے نہیں۔ اِس کے سوا اور اور کاموں میں بھی آتا ہے + تیل نکالنے کے بعد جو پھوک یعنی کھلی رہتی ہے۔ اُسے گائے۔ بھینسوں کو دیتے ہیں۔ وہ بہت دودھ دیتی ہیں۔ اور خوب موٹی ہوتی ہیں + اکثر آدمی اُس سے بال دھوتے ہیں۔ خوب نکھرتے ہیں +

چنے کا درخت

خدا جانے! رات کتنی اوس پڑی ہوگی! سارے کھیت میں موتی سے شبنم کے قطرے ہی قطرے جھلک رہے ہیں + سویرے سویرے۔ جب پھول کھلے ہوتے ہیں۔ ننھے ننھے اُودے اُودے۔ اُن کے چمکتے دمکتے چھوٹے ہرے ہرے پتوں میں کیا بہار دیتے ہیں! یہ درخت نہروں اور کنوؤں کے پیاسے نہیں۔ شبنم اِن کی جان ہے۔ اُس کی بدولت پھلتے پھولتے ہیں + دن بدن بڑھتے ہیں۔ اور مضبوط ہوتے جاتے ہیں۔

اوس راتوں برابر پڑتی رہے - تو کسانوں کے گھرے ہیں + کبھی ایسا بھی کرتے ہیں - کہ پتّوں پر چادر بچھا دیتے ہیں - جب وُہ اوس سے تر ہو جاتی ہے - تو پانی نچوڑ کر پیتے ہیں + اُس میں ایک طرح کی کھٹاس ہوتی ہے +

نکلتی برسات چنے بوئے جاتے ہیں - کبھی سرسوں کی آڑ یعنی قطار کے بیچ میں ہوتے ہیں - کبھی جَو کے ساتھ بوتے ہیں - اُسے گوچی کہتے ہیں - کبھی گیہوں کے ساتھ - اُسے بیرڑا بولتے ہیں + بونے سے تیسرے چوتھے دن پھوٹ آتے ہیں - درخت دو ڈیڑھ فُٹ کے قریب اُونچے ہوتے ہیں + اِس کے ساگ میں ایک طرح کی کھٹاس ہے - نمک مرچ لگا کر کچّا کھاتے ہیں - بڑے مزے کا ہوتا ہے + مُونگ یا ماش کی دال میں پکاتے بھی ہیں + ساگ جتنا توڑو - اُتنا ہی پھلتا پھولتا اور پھیلتا ہے + پھولوں کی شکل عجب نرالی ہے - یہی نظر آتا ہے - کہ ننھی ننھی تیتریاں آن بیٹھی ہیں - پتّے بھی پرے سے دکھائی

پتّے پکا کر کھاتے ہیں + پہلے اُبالتے ہیں - پھر
نچوڑتے ہیں - سِل پر باریک پیس کر
یا یُوں ہی نمک مِرچ مِلا کے گھی یا تیل میں
خُوب بھون لیتے ہیں - اِسے بُھجیا بولتے ہیں -
پتّوں سمیت نرم نرم ڈنٹھلوں کو گنڈل کہتے
ہیں - اُسے گوشت میں ڈالتے ہیں - بُھجیا بھی
بناتے ہیں + گائے - بھینسیں ہرے ہرے
ڈنٹھل بڑے مزے سے کھاتی ہیں +

سرسوں کئی طرح کی ہوتی ہے - زرد - کالی -
لاکھی - جیسا بیج ہو - ویسی پیدا ہوتی ہے -
تین چار مہینے میں پھولتی ہے + زرد زرد
کلیاں - پھول میں چرخی سی چار پتّیاں -
چار بڑے دو چھوٹے سُوت سے زیرے - بیچ
میں نیچے کی طرف ننّھا سا پھلی کا اُبھار +
پھول جلدی جھڑ جاتے ہیں + پھولوں کے
کُملاتے ہی یہ اُبھار دِن بدن بڑھ کر لمبی
پتلی سی سبز پھلی بن جاتا ہے + پھلیوں
میں ہرے ہرے گول بیج ہوتے ہیں + جب
پھلی سُوکھ کر ملگجی سی زرد نکل آتی ہے -

بیج بھی اپنے اپنے بیجوں کے مطابق رنگ پاتے ہیں۔ اب سارا درخت مُرجھایا ہُوا دکھائی دیتا ہے۔ جب بیج خوب پک جاتے ہیں۔ کسان درخت کاٹ کر دھوپ میں پھیلا دیتے ہیں۔ سُکھا کر اکٹھا کرتے ہیں۔ پھر دائیں چلاتے ہیں۔ یعنی بیلوں کے پاؤں سے درختوں کو روندواتے ہیں۔ کہ پھلیوں سے دانے الگ ہو جائیں۔ پھر دانے ملے ہوئے بھوسے کو چھاج اور چھابے میں بھر بھر کر دو ڈیڑھ گز اونچائی سے تھوڑا تھوڑا گراتے ہیں۔ سرسوں بھاری ہوتی ہے۔ کسانوں کے پاؤں کے سامنے گر جاتی ہے۔ بھوسا اُڑ کر پیچھے دور جا پڑتا ہے۔ اِسے اناج کا برسانا بولتے ہیں۔

سرسوں بہت پھلتی ہے۔ سیر بھر میں زمین من کے قریب پیدا ہوتی ہے۔ اکثر تیل کے واسطے بِک جاتی ہے۔ کولھو میں پیل کر تیل نکال لیتے ہیں۔ اس میں بڑی جھانج ہوتی ہے۔ گھی کی جگہ اکثر غریب آدمی تیل کھاتے ہیں۔







ہیں ۔ اکثر عورتیں بالوں میں ڈالتی ہیں ۔ بعض مرد بھی لگاتے ہیں ۔

سرسوں کا درخت

سرسوں سردی میں پھولتی ہے ۔ جہاں ہوتی ہے ۔ زرد پھول ہی پھول چھا جاتے ہیں ۔ ذرا سی ہوا سرسرانے سے یہی نظر آتا ہے ۔ کہ سنہری سمندر لہریں مار رہا ہے ۔

یہ بڑے کام آتی ہے ۔ کسان بہت بوتے ہیں ۔ برسات میں زمین جوتے ہیں ۔ برسات بعد بویا کرتے ہیں ۔ کبھی سارے کھیت میں بو دیتے ہیں ۔ کبھی چنے اور گیہوں کے کھیتوں میں آڑ یعنی قطار قطار ۔ اس کا ننھا سا بیج گول مول ہوتا ہے ۔ یہ بہت بلد پھوٹ آتا ہے ۔ گیلی زمین ہو ۔ تو بہت ہی جلد اُگتا ہے ۔ اس کا درخت بڑی جلدی بڑھتا ہے ۔ گز بھر اُونچا ہوتا ہے ۔ سبز کاہی پتے ۔ ہرا کچن سا ڈنٹھل ۔ چلپٹا ۔ بودا ۔ کھوکھلا ۔ پلپلا ۔

درخت جب چھوٹا اور نرم ہوتا ہے ۔ تو

شیشوں۔ شیشیوں اور کنستروں میں رکھ چھوڑتا ہے۔ اکثر امیروں کے ہاتھ بیچتا ہے + یہ اپنے کپڑوں میں ملتے ہیں۔ جدھر نکلتے ہیں۔ اُس کی مہک سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ چنبیلی کھل رہی ہے + جب بڑے بڑے شہروں میں باغوں سے دُور ہوتے ہیں۔ عطر کی بدولت ٹھنڈے ٹھنڈے رہتے۔ لہلہاتا سبزہ اور چنبیلی کی بہار یاد آ جاتی ہے +

اِس کے پھولوں سے خوشبودار تیل بھی نکلتا ہے۔ اُسے چنبیلی کا تیل یا پھلیل بولتے ہیں + اُس کے نکالنے کی یہ ترکیب ہے۔ سفید کپڑے پر تازے پھول بچھاتے ہیں۔ اُوپر سے دھوئی ہوئی سفید تلی ڈالتے ہیں۔ اُس پر اور پھول پھیلا دیتے ہیں۔ پھول سوکھ جاتے ہیں۔ تو اُنھیں نکال ڈالتے ہیں۔ اِسی طرح کئی دفعہ اُلٹ پھیر کرتے ہیں۔ تلی میں پھولوں کی خوشبو جب اچھی طرح بس جاتی ہے۔ تو تلی کا تیل نکلوا لیتے ہیں۔ اُسے کُپّوں۔ کُپّیوں۔ اور مٹنگ میں رکھ چھوڑتے

پھولوں سے امیروں کی سیجیں سجتی ہیں۔
شادیوں میں دولہا۔ دولھن کے لئے گہنے بنتے
ہیں۔ ہاروں اور گجروں کا اتنا رواج ہے۔
کہ صبح شام ہزاروں بکتے ہیں + ہندو اور
اکثر مسلمان چنبیلی۔ گلاب اور موگرے کے پھولوں
کی تعظیم کرتے ہیں۔ سبب یہ ہے۔ کہ بزرگوں
کے مزاروں پر چڑھتے ہیں۔ نذر و نیاز اور
پوجا پاٹھ کے کام آتے ہیں +

تمہارا دل ضرور للچاتا ہوگا۔ کہ چنبیلی کے
پھول توڑیں۔ ہار۔ گجرے بنا کر پہنیں ۔ پر
ایسا نہ کرنا۔ یہ گندھی کو دئے جاتے ہیں +
وہ بہت سویرے آتا ہے۔ ابھی شبنم پھول
ہی پر ہوتی ہے۔ کہ جھولیاں بھر بھر کر
لے جاتا ہے۔ اُن کا عطر نکالتا ہے + کیونکر
بناتا ہے؟ پہلے پتیاں الگ کرتا ہے ۔ اُن
پتیوں میں پانی اور ذرا سا صندل کا تیل ملاتا
ہے + پھر قلعی دار دیگچے میں ڈالتا ہے۔ ڈھکنا
ڈھانک کر آٹے سے کنارے بند کر دیتا ہے۔
کہ بھاپ نہ نکل جائے + ڈھکنے میں نرسل کی

خالی نلی بنیچے کی طرح لگی رہتی ہے - اُسے بھبکا کہتے
ہیں - اُس کا ایک سرا تو دیگچے میں ہوتا ہے -
دوسرا شیشے یا تانبے کے برتن میں - پھر دیگچے
کے نیچے دھیمی دھیمی آنچ کرتا ہے - بھاپ
اُوپر اُٹھتی ہے - اور خالی نلی کے رستے برتن میں
جاتی ہے - اب آگ سے دُور ہوتی ہے - سردی
لگ کر پانی بن جاتی ہے + پتیوں کا سارا پانی تیل
کے ساتھ برتن میں آ جاتا ہے - تو دیگچہ کھول کر
پھوک پھینک دیتا ہے + اِس کے بعد اور
تازی تازی پتیاں اور یہ پانی دیگچے میں ڈالتا
ہے - اور پہلی طرح عرق کھینچتا ہے + غرض کم
سے کم دس بارہ بار یہی اُلٹ پھیر کئے جاتا
ہے + آخر صندل کی پُٹ یعنی تیل میں پھولوں
کی خوشبو اچھی طرح بس جاتی ہے - عرق کو
چوڑے مُنہ کے برتن میں اُنڈیل لیتا ہے +
تھوڑی دیر بعد پانی کے اُوپر تیل تر آتا ہے -
اِسی کا نام عطر ہے + پھر نہایت ہوشیاری
سے اُسے اُتارتا ہے - کہ پانی کا لگاؤ نہ رہے -
اگر رہ جائے - تو چکٹ جاتا ہے - گندھی عطر کو

اِس کی جڑوں سے سُرخ کپڑا رنگا جاتا ہے +
پتلی پتلی شاخوں کے ٹوکرے - ٹوکریاں - چھبڑے -
چھپیے بناتے ہیں + اِس کی لکڑی زرد رنگ کی
ہوتی ہے - اور بڑی سخت + اکثر مکانوں کے کام
آتی ہے - کشتیاں - چھکڑوں کی چھڑیں - چارپائی
کے پائے بناتے ہیں - اور اور مضبوط چیزیں بھی
بنتی ہیں + شہتوت میں یہ بڑی خوبی ہے - کہ
اُس کی کوئی چیز بے کار نہیں - جڑ - لکڑی -
چھال - ڈالیاں - پتے - پھل سب ہی کار آمد ہیں +

چنبیلی

چلو - باغ کی سَیر کریں - شام کی ٹھنڈی ٹھنڈی
ہوا کھائیں - بڑی بہار کا وقت ہے - آفتاب غروب
ہو رہا ہے - شبنم پڑنی شروع ہوئی - رات کی آمد
آمد ہے - پرندے راگنیاں گا رہے ہیں - ہرے
ہرے لباس پہنے چُپ چاپ درخت کھڑے ہیں -
چنبیلی سر جھکائے پھولوں کی ڈالیوں پر ڈالیاں
لئے بیٹھی ہے - خوشبو کی لپٹیں کی لپٹیں آ رہی
ہیں - دیکھنا - چنبیلی پر کیا بہار ہے اِستارے

سے چمکدار پھول - نازک پتیاں - اندر سے سفید - باہر سے سُرخی مائل - نکیلی کلیاں - سبز کاہی پتے - لمبی لمبی شاخیں چھتری سی زمین پر چھائی ہوئیں + آؤ کچھ پھول توڑیں - ان کی صاف شفاف پتیوں کی بہار دیکھیں + واہ! تم نے غضب کیا! اوّل تو پھول ہی پھول توڑے - پھر پتیاں ڈنڈیوں سے جدا کر لیں - اب کیا خاک بہار رہی ؟ پھولوں کی خوبصورتی دیکھنی چاہو - تو جس رنگ میں خدا نے انہیں بنایا ہے - اسی رنگ میں ان کی بہار دیکھو - یعنی پھولوں کو کلیوں - پتوں - شاخوں سمیت توڑو +

چنبیلی زرد بھی ہوتی ہے - پر اس میں ایسی خوشبو نہیں ہوتی + جانتے ہو - چنبیلی کیونکر لگاتے ہیں ؟ زمین میں شاخیں دبا دیتے ہیں - جب جڑیں پھوٹ آتی ہیں - اوپر سے کاٹ دیتے ہیں - اسے دبا کہتے ہیں - پھر جہاں چاہتے ہیں - اکھیڑ کر لگاتے ہیں - دبے میں ایک سال بعد پھول آتے ہیں -

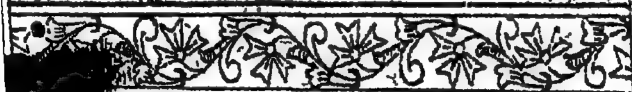
اُوپر بناتے ہیں۔ دُوسری شکل میں کوئے کے اندر پڑے رہتے ہیں۔ اِن باتوں کا مفصل حال اگلی کتاب میں آئیگا۔ تیسری صورت میں پروانہ بن جاتے ہیں۔ جہاں اِن کیڑوں کے بڑے بڑے کارخانے ہیں۔ وہاں سامنے اِن پتوں کے ڈھیر کے ڈھیر لگے رہتے ہیں۔ یہ کیفیت دیکھنے کے قابل ہے۔ کیڑوں کے سامنے جب پتے لگی ہوئی ڈالیاں آتی ہیں۔ تو یہ موٹے موٹے لالچ خورے اُن پر ایسے گرتے ہیں۔ کہ ہر روز اپنے وزن سے زیادہ کھا جاتے ہیں۔ بکریاں۔ اُونٹ اور گائیں بھی یہ پتے بڑے مزے سے کھاتی ہیں۔

اِس درخت میں کھانے کی ایک اور چیز بھی ہے۔ وہ کیا؟ اِس کا پھل۔ یہ چھوٹے چھوٹے رُوئیں دار دانوں سے مِل کر بنتا ہے۔ دو رنگ کا ہوتا ہے۔ ایک اُودا۔ دُوسرا زردی مائل سفید۔ ہر ایک دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک چھوٹے دُوسرے لمبے اور پتلے۔ چھوٹے کو بیدانہ کہتے ہیں۔ لمبے کو شہتوت۔ جیسے دِہلی میں جلیبا بھی بولتے ہیں۔ کوئی ایسا آدمی نہیں۔ جس نے

میٹھے میٹھے شہتوت نہ کھائے ہوں + بہتیرے لڑکے لڑکیاں اِن درختوں کے نیچے نظر آتے ہیں۔ ڈالیاں جھڑ جھڑاتے ہیں۔ اور مزے لے لے کر کھاتے ہیں۔ اُن کے ہاتھوں اور لبوں پر اُودے اُودے داغ پڑ جاتے ہیں۔ یہ بڑی مشکل سے چھوٹتے ہیں + بیچنے والے سر پر چھبیے لیئے گلی گلی پھرتے ہیں + دِہلی میں یہ آواز لگاتے ہیں۔ کاٹھ کا کیا ہی قدرتی میٹھا بنا ہے اُودا جلیبا! بہتیرے پرندے اِن درختوں پر گرتے ہیں۔ اور خوب مزے سے کھاتے ہیں + کشمیر کے شہتوت ایسے رسیلے۔ لذیذ اور بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ کہ وہاں کے رہنے والے اور میووں پر اسے ترجیح دیتے ہیں + شہتوت کا شربت بھی بنتا ہے۔ اُسے شربتِ توت کہتے ہیں۔ حلق میں گرمی سے جو وَرم ہو جاتا ہے۔ اُسے فائدہ دیتا ہے +

شہتوت کے درخت کئی طرح کے ہوتے ہیں اکثر درختوں کی چھال میں ایک مضبوط ریشہ ہوتا ہے۔ اُس کے کاغذ اور رسیاں بنتی ہیں + بعض جگہ







شہتوت کا درخت

شروع گرمی میں اس کے سبز کاہی پتوں کی ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں کیا بھلی معلوم ہوتی ہے۔ سردی میں پتے جھڑ جاتے ہیں۔ ننگی ننگی شاخیں رہ جاتی ہیں۔ اُن کا رنگ اب ایسا نظر آتا ہے۔ کہ گویا بھبوت ملی ہوئی ہے۔ بہار آتے ہی ہری ہری چمکیلی کونپلیں نکلتی ہیں۔ اُن کا رنگ آنکھوں میں کھبا جاتا ہے۔ تھوڑے دنوں میں درخت ایسا ہرا بھرا ہو جاتا ہے۔ کہ [redacted] ہی پتے دکھائی دیتے ہیں۔

اس کے پتے چمکیلے اور بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ اوپر سے چکنے۔ نیچے سے کچھ کھردرے۔ دندانہ دار کنارے۔ پر اکثر شکل میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے نہیں۔ یہ بڑے کام آتے ہیں۔ ریشم کے کیڑوں کو بہت بھاتے ہیں۔ ریشم کا کیڑا اُن کیڑوں میں سے ہے۔ جو تین حالتیں بدلتے ہیں۔ پہلی صورت میں یہ پتے کھاتے ہیں۔ اور پورے قد کے ہو کر ریشم کا کویہ یعنی خول اپنے

کے چھوٹے چھوٹے بیچ کے پتّے پھیلنے سے پہلے توڑ لیتے ہیں۔ اُنھیں ساگ کی طرح پکا کر کھاتے ہیں۔ بعض جگہ کھجور کا رس اِس طرح نکالتے ہیں۔ کہ باہر کا پوست کاٹ کر اُس کے نیچے برتن لٹکا دیتے ہیں۔ رس بہ کر اُس میں آجاتا ہے۔ اُسے سینڈھی کہتے ہیں۔ اِس طرح فقط ایک درخت سے ڈھائی من رس سال بھر میں اِکٹھا ہو سکتا ہے۔ اِس کا رس جو میٹھا اَور خوش گوار ہوتا ہے۔ یا تو تازہ ہی تازہ پی لیتے ہیں۔ یا شراب بنا کر۔ کبھی پکا کر اُس کی راب بناتے ہیں۔ پھر راب سے ایک طرح کی شکر بنا لیتے ہیں۔ اِس درخت کی زیادہ قدر پھل سے ہے۔ عرب اَور ریتیلے ملکوں کے رہنے والے اکثر اِنھی کھجوروں پر اپنا گزارا کرتے ہیں۔ دو طرح سے کھاتے ہیں۔ یا تو درخت میں سے توڑ کر تازی تازی۔ یا دھوپ میں سُکھا کر۔

شکار کو ہمیشہ سالمے کا سارا اُتار جاتا ہے + ایک دفعہ کی خوراک کئی دِن بلکہ کئی ہفتوں کے لئے کافی ہوتی ہے۔ پانی کی اسے ضرورت ہی نہیں + اکثر طرح کی سانپنیں گرم جگہ میں انڈے دے کر چلی جاتی ہیں۔ گرمی سے بچّے نکل آتے ہیں۔ بعض سانپنوں میں خاص کر زہریلیوں میں یہ بات پائی جاتی ہے۔ کہ بچّے پیٹ کے اندر ہی انڈوں سے نکل آتے ہیں +

درختوں کا بیان

کھجور

ہندوستان کے خُشک ریتلے اور بنجر حصّوں میں یہ درخت بہت ہوتے ہیں + انہی زمینوں میں جلدی بڑھتے ہیں۔ اور اُس جگہ بھی پھلتے پھولتے ہیں۔ جہاں اور پودے مشکل سے رہ سکتے ہیں۔ لیکن کسی قدر تری کا ہونا

ضرور ہے۔ یہ درخت اکثر درختوں سے شکل میں
نرالا ہوتا ہے۔ اس کی شاخیں نہیں ہوتیں۔
زمین سے سیدھا نکلتا ہے ۔ بعض تیس چالیس
گز بلند ہو جاتے ہیں ۔ اس لئے اور پتلے سے
تنے کے اوپر آٹھ نو فٹ لمبے پتوں کا گچھا ہوتا
ہے۔ یہ چھتری کی طرح چاروں طرف پھیل جاتا
ہے ۔ کھجور ایک چھوٹا سا پھل ہے۔ پر نہایت
شیریں اور مزیدار ۔ اس کے بیچ میں سے
ایک سخت لمبی گٹھلی نکلتی ہے۔ وہ چتروال ہوتی
ہے۔ جیسے گیہوں۔ یہی کھجور کا بیج ہے ۔

یہ درخت بہت کام آتا ہے۔ اس کے اکثر
حصوں سے کچھ نہ کچھ کام نکلتا ہے ۔ لکڑی
نرم اور کم قیمت ہوتی ہے۔ اکثر جلانے ہی
کے کام آتی ہے۔ دیہات میں اس کے شہتیر
بھی کچے مکانوں میں ڈالتے ہیں ۔ پتوں کے
ٹوکرے اور دستی پنکھے بنتے ہیں۔ ڈنٹھلوں کے
بان۔ پتوں کے ریشے ٹوکریاں اور بوریے
بننے کے کام آتے ہیں۔ رسیاں بھی ان کی
بنتے ہیں۔ ہندوستان میں بہتیری جگہ اس

چھیڑتے ہیں۔ اُن سے کھیلتے ہیں۔ وہ ذرا نہیں کاٹتے۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ جن سانپوں سے یہ کھیلتے ہیں۔ وہ پلے ہُوئے ہوتے ہیں۔ اُن کی زہریلی تھیلیاں نکال ڈالتے ہیں۔ اِس لئے کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے +

سانپ کی پیٹھ کی ہڈی عجیب بناوٹ کی ہے۔ سارے جوڑ آپس میں اِس طرح ملے ہُوئے ہیں۔ کہ سانپ گنڈلی مار سکتا ہے۔ جدھر چاہتا ہے۔ مڑ جاتا ہے۔ اِس کے پاؤں نہیں ہوتے۔ بہت سی پسلیاں ہیں۔ کہ پیٹھ کی ہڈی سے جُڑی ہُوئی ہیں۔ اُنہیں کی لچک سے چلتا ہے۔ اُنہیں زمین پر ٹیک کر آگے بڑھتا ہے۔ بہت تیزی سے بھی چل سکتا ہے +

سانپ کو اپنے بدن کے چھلکوں سے بھی چلنے میں مدد ملتی ہے + جب چاہتا ہے۔ بدن پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اُن سے زمین کو پکڑ لیتا ہے + بعض سانپ بڑے خوش رنگ ہوتے ہیں۔ اُن میں اکثر مُوذی نہیں ہوتے + سانپ تھوڑی مُدت بعد اپنا پوست اُتار دیتے ہیں۔

اِسے کہتے ہیں۔ کہ سانپ نے کینچلی جھاڑ دی ٭ جب اُس پر کینچلی ہوتی ہے۔ تو بہت سُست ہوتا ہے۔ دکھائی بھی کم دیتا ہے ٭ اِس کے نیچے کا چمڑا سخت ہو جاتا ہے۔ تو پُرانے چمڑے کو گردن کے پاس سے چیر کر نکل آتا ہے۔ اِس وقت اکثر جھاڑیوں میں ہو کر نکلتا ہے۔ اور کینچلی اُن میں اُلجھا کر چلا جاتا ہے۔ سانپ کی آنکھیں تیز اور نگینے سی چمکتی ہیں۔ پپوٹوں کی جگہ ساری آنکھ پر ایک پتلا سا شفّاف پردہ چھایا ہُوا ہے۔ اِسی سبب سے آنکھیں جھپکتی نہیں۔ ہمیشہ گھورتی ہُوئی نظر آتی ہیں ٭ پرندے اور چھوٹے چھوٹے جانور سانپوں کی خوراک ہیں۔ کہتے ہیں۔ کہ ان پتھرائی ہُوئی آنکھوں کے سامنے سے وہ ہل نہیں سکتے۔ جہاں ہوتے ہیں۔ وہیں سُن رہ جاتے ہیں۔ یہ اُنہیں جھٹ پکڑ لیتا ہے ٭ سانپ مُنہ کو خوب پھیلا سکتا ہے۔ اِس کا چمڑا ایسا پھیل جاتا ہے۔ کہ جو جانور اِس سے بھی موٹے ہیں۔ اُنہیں نگل جاتا ہے ٭ یہ اپنے

سانپ

خبردار! اِس لمبی لمبی گھاس میں ننگے پاؤں نہ جانا - ایسا نہ ہو - کِسی سانپ پر پاؤں پڑ جائے + یہ سچ ہے - کہ سارے سانپ زہریلے نہیں - مگر ہندوستان میں بہت ہوتے ہیں - ہر طرح ہوشیار رہنا چاہیئے + اِس کے چھوٹے قد پر نہ جاؤ - یہ بڑا موذی ہے + کالے ناگ کا کاٹا اکثر آدھ گھنٹے کے اندر ہی مر جاتا ہے +

سانپ کو جب چھیڑیں - تو کالی - لمبی - پتلی سی دو شاخی زبان ایسی جلدی جلدی نکالتا ہے - اور اندر لے جاتا ہے - گویا یہی معلوم ہوتا ہے - کہ اِس کے مُنہ میں کئی زبانیں ہیں + سب سانپوں کے چھوٹے چھوٹے دانت ہوتے ہیں - مگر زہریلوں میں تیز - پتلی دو کھوکھلی کچلیاں بھی اُوپر کے جبڑے میں ہوتی ہیں + یہ پیچھے کو جھکی رہتی ہیں - کاٹتے ہیں - تو سیدھی ہو جاتی ہیں + کالے سانپوں اور بعض اور طرح کے سانپوں میں دو کھوکھلی کچلیاں تو ہوتی ہیں - مگر ہل جُل نہیں

سکتیں ۔ تالو سے اوپر اور کچلیوں سے کچھ پیچھے
دو چھوٹی سی تھیلیاں ہیں ۔ کاٹتا ہے ۔ تو
تھیلیوں میں سے زہر بہ کر کچلیوں میں آجاتا
ہے ۔ اُن میں سے زخم میں جا پہنچتا ہے ۔ گرم
ملکوں کے سانپ سرد ملکوں کے سانپوں سے
زیادہ زہریلے ہوتے ہیں ۔ اور ہندوستان کے
زہریلے سانپ جاڑے کی نسبت گرمی میں سخت
آفت ہو جاتے ہیں ۔ سانپ ایک سست جانور
ہے ۔ جب تک اسے کوئی نہ چھیڑے ۔ یا اتفاق
سے اس پر پاؤں نہ پڑ جائے ۔ کم کاٹتا ہے ۔
ان کی عقل حیوانی نے سب سے پہلے یہی
سمجھائی ہے ۔ کہ بھاگ جانا بہت بہتر ہے ۔ یہ
انسان کی خوش قسمتی ہے ۔ کیونکہ جیسا وہ زہریلا
ہے ۔ ایسا ہی دلیر اور تیز بھی ہوتا ۔ تو نہایت
سخت دشمن تھا ۔

اس ملک میں ایک ایسی قوم ہے ۔ جو کہتی
ہے ۔ کہ ہم سانپ کے منتری ہیں ۔ وہ دعوے
کرتے ہیں ۔ کہ منتروں کے زور سے ہم زہریلے
سانپوں کو بانبیوں سے نکالتے ہیں ۔ انہیں

تھوڑے ہی دِنوں بعد اُن کی شکل بدلنے لگتی ہے۔ پہلے تو اُن کا دھڑ موٹا ہوتا جاتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ پچھلی ٹانگیں نظر آنے لگتی ہیں۔ ہاتھ چمڑے کے نیچے سے بن جاتے ہیں۔ پہلے پہل وُہ ایسے ہوتے ہیں۔ کہ مینڈک اُنہیں باہر نِکال سکتا ہے۔ اَور اندر کر سکتا ہے۔ جب آٹھ ہفتے کے ہوتے ہیں۔ تو خاصے مینڈک بن جاتے ہیں۔ دُم گھٹتے گھٹتے بالکل غائب ہو جاتی ہے۔ اب گلپھڑے کی جگہ پھیپھڑا ہوتا ہے۔ مینڈک اُسی سے دم لیتا ہے۔ خُشکی پر جاتا ہے۔ اِدھر اُدھر پُھدکتا پھرتا ہے۔

برسات آتی ہے۔ تو مینڈکوں کی آواز تم بھی سُنتے ہو گے۔ جانتے ہو۔ یہ کہاں سے آتے ہیں؟ مینڈکوں کو پانی کی بہتات اَور سیلی ہُوئی ہوا بہت بھاتی ہے۔ سردی یا گرمی بہت ہو۔ تو وُہ کبھی تالاب کے نیچے کی مٹی میں۔ کبھی نالوں اَور نہروں کے کنارے کے سُوراخوں میں اِس طرح رہتے ہیں۔ جیسے کوئی پڑا سوتا ہے۔ برسات آتے ہی خوابِ غفلت سے جاگ اُٹھتے ہیں۔

مینڈک طرح طرح کے کرم اور کیڑے کھا جاتے ہیں۔ اس مُلک میں بہتیرے مینڈک مچھروں کا شکار کرنے گھروں میں چلے آتے ہیں۔ سچ پُوچھو۔تو ان باتوں کے لئے مینڈک بہت اچھے ہیں۔ مگر آپ بھی سانپوں کی مزیدار خوراک ہیں۔جب بہت مینڈک گھروں میں پھرتے ہوں۔تو بڑا خیال رکھنا چاہیئے۔کہ کہیں سانپ اِدھر اُدھر نہ ہوں۔ ہندوستان میں بڑے بڑے مینڈک رات کو بڑی تکلیف دیتے ہیں۔ گھنٹوں تک مل مل کر ٹراتے ہیں۔ ایسا غُل مچاتے ہیں۔کہ سونے نہیں دیتے۔

بعض مُلکوں میں ایک خاص طرح کا مینڈک ہوتا ہے۔وہاں کے لوگ اُس کی رانیں پکاتے ہیں۔اور خوب مزے سے کھاتے ہیں۔

مینڈک کے سوا کچھ اور بھی جانور ہیں۔ کہ شکل بدلتے ہیں۔ اُن کے گلپھڑے بچپن میں ہوتے ہیں۔ بڑے ہوتے ہیں۔تو بعض کے غائب ہو جاتے ہیں۔ بعض کے باقی رہتے ہیں۔ لیکن پھیپھڑا سب میں بن جاتا ہے۔

بے تکان اِدھر اُدھر چھلانگیں مارتا ہے - پانی میں جاتا ہے - تو تیرتا پھرتا ہے - جب چاہتا ہے - غوطہ مار جاتا ہے - کبھی کبھی دم لینے کو اُوپر بھی آ جاتا ہے + تم چاہو - کہ سانس کو روکے رہو - تو ایک آدھ منٹ سے زیادہ نہ روک سکوگے - مگر مینڈک ایک دفعہ دم لے کر جو غوطہ مارتا ہے - تو گھڑیوں کی خبر لاتا ہے - مزے سے پانی کے اندر بیٹھا رہتا ہے +

مینڈک کچھ خوبصورت جانور نہیں - موٹا اور سبے ڈھنگا بدن - بڑا سا مُنہ - ننھے ننھے سے دانت بڑی بڑی بھونڈی آنکھیں - نرم نرم لجلجی کھال چپچپا اور ٹھنڈا ایسا - کہ ہاتھ لگانے کو جی نہیں چاہتا + کچھ مدت بعد چمڑا اُتر جاتا ہے - نیچے سے اور نیا چمڑا نکل آتا ہے - تم کسی مینڈک کو تیرتے ہوئے دیکھو - اس کے بازو اور ٹانگیں ایسی ہیں - جیسی آدمی کی - تیرنے میں بھی اسی طرح ٹانگیں اور بازو ہلاتا ہے - آگے بڑھنے کے لئے پچھلے پاؤں کے پنجے میں جھلی منڈھی ہوئی ہے - جیسے بطخ کے پاؤں میں + اِن

کی ٹانگوں کے پٹھے بڑے مضبوط ہیں۔ پھرتیلا ایسا ہے۔ کہ اپنے سے بیس گنی اونچائی پر اُچھل جاتا ہے۔ اور پچاس گنی لمبائی پھلانگ سکتا ہے +

سب سے عجیب یہ بات ہے۔ کہ وہ مینڈک کی صورت میں پیدا نہیں ہوتا۔ انڈے سے مچھلی کی صورت نکلتا ہے + مینڈکی انڈے دیتی ہے۔ تو ایک نرم نرم لُعاب دار شفاف چیز میں لپٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ پانی کی تہ میں کہیں رکھ کر چلی جاتی ہے۔ چند روز بعد بچے نکل آتے ہیں۔ مگر اُن کی ٹانگیں نہیں ہوتیں۔ بڑا سا سر۔ پتلی سی دُم معلوم ہوتی ہے۔ گلپھڑا ہوتا ہے۔ جس سے دم لیتے ہیں + جب تک اِن کی یہ شکل رہتی ہے۔ پانی سے نہیں نکلتے + اس صورت کے جانور ہندوستان کے ہر تالاب میں ہوتے ہیں + پانی کے کنارے پر اکثر دیکھا ہوگا کہ تمہارے آتے ہی چھوٹی چھوٹی سیاہ رنگ کی مچھلیاں جھلک دکھا کر پانی کی طرف جاتی ہیں)۔ وہ اصل میں مینڈکوں کے بچے ہوتے ہیں +

میں بھی بہتیری طرح کی مچھلیاں ہوتی ہیں + بہت
طرح کی آدمیوں کے کھانے کے لائق ہیں + بلکہ
بعض ملکوں میں جو لوگ سمندر کے کنارے پر
ہیں۔ مچھلیوں پر اکثر اُن کا گزارا ہے ۔
جہاں سمندر میں مچھلیوں کا شکار ہے ۔ روز
جہاز کے جہاز جاتے ہیں ۔ اور لدے ہوئے
آتے ہیں ۔ بہت سی یوں ہی سکھا رکھتے ہیں۔
بہتوں کو نمک لگاتے ہیں۔ بہتوں کا اچار
ڈالتے ہیں ۔ بعض کا تیل نکالتے ہیں۔ تیل بدمزا
ہوتا ہے۔ مگر بڑی طاقت دیتا ہے +

مینڈک

یہ عجیب طرح کا جانور ہے ۔ جس آسانی اور
آرام سے پانی میں رہ سکتا ہے۔ اُسی طرح باہر +
سب طرح کی مچھلیاں پانی کے نیچے رہتی ہیں۔
انسان ۔ چوپائے ۔ پرندے خشکی پر ۔ لیکن ایسے
جانور بہت کم ہیں ۔ کہ مینڈک کی طرح پانی کے
نیچے اور خشکی کے اُوپر بخوبی جی سکیں + مینڈک
کنارے پر آتا ہے ۔ تو زمین پر پھدکتا پھرتا ہے۔



کے پر گویا اِس کے ہاتھ ہیں۔ اور پیٹ کے
پر پاؤں + آخر دو پر پیٹھ کی دھار پر بھی
ہوتے ہیں۔ وہ پیٹھ کے پر ہیں۔ اور ایک
دُم کے پاس نیچے کو۔ یہ پیچھے کا پر ہے +
جب اُوپر کو آتی ہے۔ یا نیچے کو جاتی ہے۔
تو چھاتی اور پیٹ کے پروں سے کام لیتی ہے۔
چھاتی کے پروں سے ٹٹول بھی لیتی ہے۔
کہ نیچے پانی میں کیا ہے۔ جیسے ہم ہاتھوں
سے دیکھ لیتے ہیں۔ اِنھی کی بدولت پیچھے بھی
ہٹ جاتی ہے + سارے پر اِس کو برابر پانی
میں تُلا رکھتے ہیں۔ اِن میں سے ایک بھی
کاٹ ڈالو۔ تو برابر تُلی نہ رہیگی + مچھلی کسی
طرف کو پھرنا چاہتی ہے۔ تو جدھر کو مُڑیگی۔
اُس کے دُوسری طرف دُم مارتی ہے۔ اور جھٹ
مُڑ جاتی ہے۔ دُم کو دائیں بائیں دونو طرف
مارتی ہے۔ تو تیر سی پانی میں چلی جاتی ہے +
دُم اِس کے تیرنے کا بڑا اوزار ہے۔ لیکن
پر اور پیٹھ کی ہڈی کو ہلانا بھی آگے بڑھنے
میں کچھ کام دیتا ہے + پہلے آ چکا ہے۔

کہ اُوپر آنے اور نیچے جانے میں چھاتی اور پیٹ
کے پر کام آتے ہیں - پروں کے سوا اکثر مچھلیوں
میں ایک جھلّی کا پھُکنا ہے - پھُلاتی ہیں - تو آسانی
سے اُوپر آ جاتی ہیں - سُکیڑ لیتی ہیں - تو نیچے
چلی جاتی ہیں + تم جانتے ہو - کہ تونبے کے
ساتھ آدمی کیا آسانی سے تَیر سکتا ہے ! پس
مچھلی کا جو پھُکنا ہے - وہی اُس کا تونبا سمجھ
لو + دُود پلانے والے جانوروں اور پرندوں کا لہُو
گرم ہوتا ہے - مگر مچھلی کا لہُو ٹھنڈا ہے +

مچھلیاں ہر سال ہزاروں انڈے دیتی ہیں -
اُن سے بہت سے بچّے نکلتے ہیں - بیچارے
بڑے نہیں ہونے پاتے - کہ بہتیری بڑی مچھلیوں
کی ضیافت بنتے ہیں - یا اور طرح ضایع ہو جاتے
ہیں + بعض ایسی مچھلیاں ہیں - کہ انڈوں سے
پیٹ کے اندر نکل آتی ہیں - پھر پیدا ہوتی ہیں -
سمندر میں بے شمار مچھلیاں رہتی ہیں - بعض بہت
بڑی ہوتی ہیں - بعض بہت چھوٹی - بعض کی
شکل بڑی عجیب و غریب ہوتی ہے - کوئی بڑی
پیٹو اور لالچ خوری ہیں + تالاب - جھیل اور دریا

ریکیڑے ہزاروں لاکھوں روپئے کا ریشم تنتے ہیں +
قرمزہ کیڑے سے قرمزی رنگ بنتا ہے۔ یہ رنگ
نہایت خوبصورت ہوتا ہے +
مکڑی اُن کیڑوں میں سے نہیں۔ جن کے
بدن کے تین حصّے ہیں۔ نہ تین شکلیں بدلتی
ہے۔ اس کا سینہ اور پیٹ ایک ہی حصّے میں
ہے۔ دوسری کتاب میں کچھ اس کا بیان آچکا
ہے۔ آگے کچھ اور بھی آئیگا +

مچھلی

یہ کون ہے؟ اِس کے ہاتھ میں کیا ہے؟
مچھلی والا ہے۔ مچھلیاں پکڑتا ہے۔ جال کی
رسّی ہاتھ میں ہے + جال کو تھوڑے پانی میں
ڈالا ہے۔ وہ اُسے کھینچتا ہے۔ مچھلیاں بھاگتی ہیں۔
مگر جال کے پھندوں میں اُلجھتی ہیں۔ پھنس
جاتی ہیں۔ بیچاری غریب مُنہ کھول کھول کر
کیسی تڑپتی ہیں! ان کے دم گھٹتے ہونگے۔
تھوڑی دیر میں بس مر جائینگی + یہ ہماری
طرح ہوا میں جی نہیں سکتیں۔ پانی سے باہر

پھنسائے ہیں - تو اِن کا ایسا حال ہو جاتا ہے۔ جیسے ہمارا حال پانی میں +

مچھلیاں ہماری طرح دم نہیں لیتیں + اِن کے پھیپھڑا نہیں ہوتا + مچھلی کو غور سے دیکھو۔ تو اُس کے دھڑ اور سر کے کٹاؤ میں گلابی رنگ کے ریشوں کی خمدار جھالریں تلے اُوپر لگی ہیں۔ اِنہیں گلپھڑے کہتے ہیں - تعجب آتا ہے کہ یہی اِسے پھیپھڑے کا کام دیتے ہیں + یہ بات ابھی تمہاری سمجھ میں آنی مشکل ہے کہ وہ اِس میں سے کیونکر دم لیتی ہیں - سہج سہج سب کچھ معلوم ہو جائیگا +

اِس مچھلی کو دیکھو - اِس کے بدن پر چاندی کے پتّرے سے کیا چمکتے ہیں ! یہ اِس کے چھلکے ہیں + اِس کے بدن میں دونو طرف یہ کیا ہے ؟ یہ پر ہیں + تیرنے میں اِسے چپوؤ کا کام دیتے ہیں + اکثر مچھلیوں میں دونو گلپھڑوں کے پاس ایک ایک پر ہوتا ہے - یہ چھاتی کے پر ہیں - ان کے نیچے بھی دونو طرف ایک ایک پر ہے - یہ پیٹ کے پر ہیں + چھاتی

ایسی تیز - کہ چمڑے کے پار ہو جاتی ہے - اس سے لہو چوس لیتے ہیں - اور ایسا زہر چھوڑ دیتے ہیں - کہ جس سے بڑی تکلیف ہوتی ہے + مچھر میں جو بھنبھناہٹ ہے - وہ پروں کی آواز ہے + یہ جانور سیل اور گیلی جگہ میں خوش رہتا ہے - بند پانی کی سطح پر انڈے دیتا ہے + جب اُن میں سے بچے نکلتے ہیں - تو بڑے تیز ہوتے ہیں - پانی میں تڑدمر تڑدمر تیرتے پھرتے ہیں - ڈبکی مارتے ہیں - دم لینے کو اوپر آجاتے ہیں - مگر تماشا یہ ہے - کہ سر نیچے کرکے سانس لیتے ہیں + پیٹ والے حصے میں سے ایک مہین سی نلی نکلتی ہے - اسی سے دم لیتے ہیں - مُردار جانور اور گلی سڑی بناس پتی کھاتے ہیں - اور ننھے ننھے کیڑے جو پانی میں رہتے ہیں - انہیں بھی چٹ کر جاتے ہیں + مچھر انڈے سے نکل کر پندرہ دن میں پورے قد کا بن جاتا ہے + اب پہلی شکل بدل جاتی ہے - دوسری صورت کچھ اور ہی نکل آتی ہے - دو نلیاں آگے کی طرف سے نکلتی ہیں - ان سے

دم لیتا ہے + جب تیتری شکل میں آنے پر ہوتا ہے - تو پہلے پانی کے اوپر آ جاتا ہے - پھر پوست پھاڑ کر نکل آتا ہے - مچھر بن کر اُڑ جاتا ہے +
بہتیرے ایسے کیڑے ہیں - جن کے بدن کے تین حصے مکھی کی طرح ہیں + انہیں ہم تین حصے والے کہینگے + ان میں سے اکثر تین شکلیں بدلتے ہیں + بدن میں ایک کے ہڈی نہیں - سب کے سروں پر دو شاخیں سی ہیں - اور اکثر کی دو آنکھیں - جو بہتیری ننھی آنکھوں سے مل کر بنی ہیں + سب کی چھ ٹانگیں ہیں - یہ سینے والے حصے میں ہیں + اسی حصے میں کسی کے چار پر ہیں - کسی کے دو - بعض کے بالکل نہیں + سینے اور پیٹ والے حصے کے دونو طرف مہین مہین سوراخوں کی قطار ہے - سب انہی میں سے دم لیتے ہیں +
گبریلا یعنی گوبر کا کیڑا - شہد کی مکھی - بھڑ - چیونٹی - جھینگر - ٹڈی - پروانہ - تیتری - کھٹمل - پسو اور سینکڑوں جانور اسی طرح کے ہیں + بعض سے بڑے بڑے فائدے ہیں - شہد کی مکھی شہد بناتی ہے - موم بھی اسی کی بدولت ہے + ریشم کے

آنکھیں سر کے اُوپر بھی ہیں + دو پر ہیں- صاف شفّاف - جیسے ابرق کے ننھے باریک پرت - اور چھ ٹانگیں ہیں + یہ سب سینے والے حصّے میں ہیں + مکھی میں ہڈّی کا نام نہیں - تماشا یہ ہے - کہ مُنہ سے سانس نہیں لیتی - سینے اور پیٹ والے حصّوں کے دونو طرف ننھے ننھے سُوراخوں کی ایک ایک قطار ہے - اُن سے دم لیتی ہے+

مکھیاں بہتیری طرح کی ہوتی ہیں + اکثر کے اُڑنے میں بھنبھناہٹ نکلتی ہے + عام مکھیاں گھروں میں اُڑتی پھرتی ہیں - یہ میلی میلی جگہ انڈے دیتی ہیں - کبھی جانوروں کے زخموں پر بھی + بعض مکھیاں گھوڑوں - بھیڑوں اور مویشیوں کو بڑی تکلیف دیتی ہیں - اور غضب کرتی ہیں - کہ اُن کی کھال کے نیچے انڈے دے آتی ہیں - بعض گوشت پر انڈے دیتی ہیں - بعض پودوں پر + اِن میں سے کرِم نکلتے ہیں - وہیں پلتے ہیں + پودوں والے کرِم جڑوں - پتّوں اور پھلوں پھولوں کو بہت خراب کرتے ہیں + بڑے ہوتے ہیں-

تو اکثر اپنی خوراک چھوڑ دیتے ہیں - اور زمین پر گر پڑتے ہیں - کبھی زمین کے اندر بیٹھ جاتے ہیں - کبھی الگ بچاؤ کی جگہ ڈھونڈ لیتے ہیں + وہاں اپنا پہلا پوست اُتارتے ہیں - اب اور ہی شکل بن جاتے ہیں - گول مول لمبوترے اور گٹھیلے سے دونو طرف ہو جاتے ہیں - سر - دھڑ - پاؤں ذرا معلوم نہیں ہوتا + اس حالت میں نہ ہلتے جلتے ہیں - نہ کچھ کھاتے پیتے + تھوڑے عرصے بعد اندر ہی اندر - مکھی بن جاتے ہیں - پوست پھاڑ کر نکل آتے ہیں - اُڑتے پھرتے ہیں - سب کو دق کرتے ہیں + ان کیڑوں سے کچھ کچھ فائدے بھی ہیں - کیونکہ بہت سی گلی سڑی چیزوں اور سب طرح کی الائشوں کو کھاکر صاف کردیتے ہیں - اور آپ بھی سب حالتوں میں بہتیرے جانوروں کا ناشتا بنتے ہیں +

مچھروں کے بھی مکھیوں کی طرح دو شفاف پر ہیں - ان کے سوا اور باتوں میں بھی مکھیوں سے ملتے جلتے ہیں + ان کی ایک پتلی سی سونڈ ہوتی ہے - بال سے بھی زیادہ باریک اور

ابھی بوٹی اُسڑا لیگا ۔ اسے کُترنے کا ذاتی مرض ہے۔ جو چیز پاتا ہے۔ کُتر کُتر کر ڈھیر لگاتا ہے۔ اِس کی موٹی سی زبان کیا ہے۔ گویا ایک چمچا ہے۔ آم یا کوئی نرم چیز پاتا ہے۔ تو اُس سے گودا نکال کر کھاتا ہے ۔ نر کے گلے میں قدرتی کنٹھا ہوتا ہے۔ نیچے سیاہ ۔ اوپر گلابی۔ پر اُس وقت اچھی طرح ظاہر ہوتا ہے۔ کہ نر جوانی پر آتا ہے۔ طوطے کی ٹانگیں چھوٹی چھوٹی ہوتی ہیں ۔ اِس لیے زمین پر اچھی طرح چل نہیں سکتا ۔ اِس طرح چلتا ہے۔ جیسے آدمی اکڑو ۔ اِس کے پنجے میں چار انگلیاں ہیں ۔ دو آگے دو پیچھے ۔ پنجہ ایسا ہے ۔ کہ جھومتی ٹہنی یا لٹکتی رسی پر بیٹھ جاتا ہے ۔ پنجوں سے پکڑا ہوا اوپر کو آسانی سے چڑھ سکتا ہے۔ چڑھنے میں چونچ سے بھی مدد لیتا ہے ۔ اسے ہم چڑھنے والا پرندہ کہینگے ۔ کٹھ پھوڑا جس کا بیان اگلی کتاب میں ہے ۔ اور کوئل اسی طرح کے جانور ہیں ۔

تین حصّے والے کیڑے

تمُ نے اکثر مکھّی کو شیشے پر چلتے دیکھا ہوگا۔ شیشہ دیوار کی طرح سیدھا کھڑا ہوتا ہے۔ اور ایسا صاف شفّاف۔ جس پر کوئی چیز ٹھیر نہیں سکتی۔ یہ اُس پر خاصی طرح چلتی ہے۔ کیونکر چلتی ہوگی؟ بعض جانور ناخنوں سے دیوار یا درخت کو پکڑ کر اُوپر چڑھ سکتے ہیں۔ لیکن اِس کے پاؤں ایسے ہیں۔ کہ شیشے کو اِس زور سے پکڑتے ہیں۔ کہ اِس کے سارے بوجھ کو سہارے رہتے ہیں۔ تمُ اِسے اچھّی طرح سے دیکھو۔ اِس میں الگ الگ تین حصّے معلوم ہونگے۔ سر۔ سینے والا حصّہ۔ پیٹ والا حصّہ۔ اِس کے سر کو دیکھو۔ دو شاخیں سی پیشانی پر نکلی ہوئی ہیں۔ اُن سے چیز کو ٹٹول لیتی ہے۔ ایک سونڈ ہے۔ رسیلی چیز ہو تو اُس سے چوس لیتی ہے۔ سر کے دائیں بائیں ایک ایک آنکھ ہے۔ کہ بہتیری ننھی آنکھوں سے مِل کر بنی ہے۔ اِن کے سوا تین چھوٹی چھوٹی

ہُوئی چونچ سے کُتر کُتر کر خراب کرتے ہیں ۔
دو چار دانے اِس بال سے کھائے ۔ دو چار
اُس بال سے ۔ کوئی نہ اُڑائے ۔ تو سارے کھیت
کو کُتر کر پھینک دیں + اِنھیں خربُوزے ۔ کھیرے ۔
ککڑیاں ۔ گنّے بہُت بھاتے ہیں ۔ کِسان بیچارا ایک
لڑکا نوکر رکھتا ہے ۔ اُس کے ہاتھ میں گوپیا
ہوتا ہے ۔ وُہ کھیت کی رکھوالی کرتا ہے + یہ
اکثر پُرانے درختوں اور مکانوں میں کوئی سُوراخ
ڈھونڈ لیتے ہیں ۔ اُس میں گھونسلا بناتے ہیں ۔
اکثر چار سفید انڈے دیتے ہیں +

یہ بڑا پیارا جانور ہے ۔ اِس کی عادتیں اور
حرکتیں ایسی ہیں ۔ کہ دیکھ دیکھ کر جی خوش
ہوتا ہے + بعض طوطے چند لفظ سیکھ لیتے
ہیں ۔ انھیں خوب صفائی سے بولتے ہیں ۔ پر جو
کچھ بولتے ہیں ۔ خود ذرا نہیں سمجھتے ۔ ہاں آواز
کی نقل خوب کر دیتے ہیں + کہتے ہیں ۔ کہ
ایک شخص نے طوطا پالا ۔ اور اُس کے پڑھانے
پر بہُت مغز مارا ۔ پر وہ اِس کے سوا کچھ
نہ سیکھا ۔ کہ دریں چہ شک + سارا دِن یہی کہتا

تھا + مالک نے دِق ہوکر اُسے ایک نئے پنجرے
میں ڈالا - سفید بشنتی چڑھائی - بازار میں جاکر
آواز دینے لگا - کوئی خریدار ہے ؟ کوئی خریدار
ہے ؟ اچنبے کا طوطا لو تیس روپئے کو + ایک
شخص سُن کر پاس آیا - حیران ہُوا - کہ ٹکے
ٹکے طوطا بکتا ہے - یہ تیس روپئے کا طوطا کیسا
ہوگا ؟ ہنس کر پُوچھا - کہ میاں مٹھو ! کیا تم سچ
مچ تیس روپئے کا مال ہو ؟ طوطے نے کہا - کہ
دریں چہ شک + برجستہ جواب سُن کر حیران ہُوا -
جھٹ طوطے کو مول لے لیا - خوشی خوشی گھر
لے آیا + دو چار دِن کے بعد معلوم ہُوا - کہ
اِسے تو دریں چہ شک کے سوا کچھ آتا ہی نہیں +
بھولا بھالا خریدار اِس سودے پر بہت پچھتایا +
ایک دِن دِق ہوکر کہا - بڑی حماقت کی - کہ
ایسے طوطے پر تیس روپئے خراب کئے + طوطا بولا -
دریں چہ شک + مالک ہنس پڑا - کھڑکی کھول
کر طوطے کو اُڑا دِیا +

اِس کی چونچ تو دیکھو کیا وضع پائی ہے !
خمدار - مضبوط قینچی سی تیز + اُنگلی سامنے نہ کرنا -

طوطا

پیپل کے درخت پر یہ کیا غُل مچا رہے ہیں؟ ڈال ڈال پات پات پھرتے ہیں۔ جب کسی جھُومتی ہُوئی ٹہنی پر جاتے ہیں۔ پہلے ذرا ہوا میں تھر تھراتے ہیں۔ اِن کے ہِلتے ہُوئے بازو۔ پھیلی ہُوئی دُم کیا بہار دِکھاتی ہے! یہ پیپلیاں کھا رہے ہیں۔ اِس وقت کوئی رسیلی مزیدار پیپلی ڈھونڈتے ہیں۔ جبھی چھوٹے چھوٹے پھل کُتر کُتر کر پھینکتے ہیں۔ دیکھنا کیا پٹر پٹر زمین پر مینہ برس رہا ہے! ہرے ہرے پتّوں میں اِن کے سبز بدن مُشکل سے نظر آتے ہیں۔ ذرا تالی بجاؤ۔ ابھی ٹیں ٹیں کرتا ہُوا جھلڑ کا جھلڑ اُٹھیگا۔ دیکھنا۔ دیکھنا۔ وہ اُڑے۔ اُڑتے وقت اِن کی لمبی لمبی دُمیں کیا بہار دِکھا رہی ہیں۔

یہ کِسانوں کا بہت نقصان کرتے ہیں۔ مکئی اور باجرے کے کھیت پر گرتے ہیں۔ بال کی ڈنڈی پنجوں سے پکڑ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ مڑی



سوچ بچار کر سہج سہج کرتا ہے۔ محنت کا انعام اکثر یہی ہوتا ہے۔ کہ ضیافت میں کئی موٹے موٹے کیڑے مل جاتے ہیں + کھانے لگتا ہے۔ تو کیڑوں کو چونچ سے کچل کر گوندا سا کر لیتا ہے + یہ ایک عجیب بات ہے۔ کہ اس کے بچوں کی چونچ ٹیڑھی نہیں ہوتی۔ نہ اُنہیں اس کی ضرورت ہے + ماں باپ چوگا لاتے ہیں۔ اُنہیں کھلا جاتے ہیں + جوں جوں بڑے ہوتے ہیں۔ آپ کھانے لگتے ہیں۔ اُتنی ہی چونچ بھی مُڑتی جاتی ہے +

یہ کھوکھلے درختوں اور دیواروں کے چھیدوں میں گھونسلا بناتا ہے۔ گھاس۔ پتوں کی ڈنڈیوں اور پروں سے اپنا گھر سجاتا ہے + چار سے سات تک انڈے دیتا ہے۔ اُن کا رنگ نیلاہٹ لیئے سفید ہوتا ہے + چنڈول۔ اگن اور کنتورے کی طرح راگ نہیں گاتا۔ ملائم گلے سے برابر ہوپ ہوپ کیئے جاتا ہے +

اس کے سر پر جو تاج ہے۔ قدیم سے سب کی آنکھ پہلے اسی پر پڑتی ہے۔ لوگوں نے اس کی بہت سی عجیب عجیب کہانیاں بنا رکھی ہیں۔

مصر کے لوگ اِسے حضرت سُلیمان کا بیٹا کہتے ہیں۔ اُنھی کی ایک رِوایت ہے۔ کہ پہلے اِس کا تاج سچ مچ سونے کا تھا۔ لالچ سے لوگ اِسے مار ڈالا کرتے تھے۔ اِس نے حضرت سُلیمان سے فریاد کی۔ اور مُقدمہ پیش کیا۔ وُہ سمجھے۔ کہ سونے کا تاج اِس کی جان کا جنجال ہے۔ جب تک یہ سر پر ہے۔ لالچی لوگ اِسے مارتے رہینگے۔ حُکم دِیا۔ کہ پروں کا تاج ہو جائے۔ جب سے سونا اُڑ گیا پر ہو گئے۔

تاج کے باب میں پہلی رِوایت کی طرح اور بہت سی رِوایتیں لوگوں نے بنائی ہیں۔ سچ پُوچھو۔ تو خیال کرنے کے قابِل اِس کی چونچ ہے۔ جِس کا ذِکر پہلے آ چُکا ہے۔ جِتنے پرندوں کی چونچ ایسی ہے۔ اُن کو ہم پتلی چونچ والے کہینگے۔ یہ کئی طرح کے ہیں۔ اور سب درخت نشین ہیں۔

دیکھتے ہیں۔ تو اِس کا گھر یاد آ جاتا ہے + یہ اکثر پانچ انڈے دیتی ہے۔ انڈوں کا رنگ سفید ہوتا ہے۔ کہیں کہیں لال چتّیاں بھی ہوتی ہیں +

چین میں ایک طرح کی ابابیل ہوتی ہے۔ وُہ عجیب طرح کا گھونسلا بناتی ہے + اُس کا رنگ سفید ہوتا ہے۔ وُہ سریش جیسی ایک لیسدار چیز سے بنتا ہے + ابابیلیں سمندر کی لہروں کے اُوپر اُڑتے اُڑتے طرح طرح کی روئیدگی نگل جاتی ہیں۔ اُس میں اُن کے اندر کی رطوبت مِل کر ایک طرح کا لیس پیدا ہو جاتا ہے۔ اُسے اُگل دیتی ہیں۔ پھر اُس سے اپنا گھونسلا بناتی ہیں + یہ گھونسلے سمندر کے اُونچے اُونچے کراڑوں میں ملتے ہیں۔ اور ایسے خطرناک مقاموں میں ہوتے ہیں۔ کہ مشکل سے ہاتھ آتے ہیں + چینی اِنھیں ایک نعمت سمجھتے ہیں۔ اِن کا شوربا پکاتے ہیں۔ اور خوب مزے سے کھاتے ہیں +

ابابیل کا مُنہ چوڑا ہے۔ چونچ بہت پھیل سکتی ہے۔ درخت نشین پرندوں میں سے بہتیرے ایسے

ہیں۔ کہ اُن کی چونچ اِسی طرح کی ہے۔ اِن کو ہم کُشادہ دہن کہینگے۔ جیسے ہڑیل۔ ہیل کنٹھ۔ ماہی رگیر یا پنڈبّی جو اکثر پانی کے اُوپر ہوا میں اُڑتی رہتی ہے۔ غوطہ مار کر ننھی ننھی مچھلیاں پکڑ لے جاتی ہے۔

ہُدہُد یا کھٹ بڑھئی

اِسے دیکھنا۔ کبھی درخت کی اِس شاخ پر آتا ہے۔ کبھی اُس شاخ پر جاتا ہے۔ کیا خُوبصُورت ہے! شُعلہ رنگ تاج دُھوپ سے چمکتا ہے۔ تاج کے ہر پر کی نوک کیا صاف سیاہ ہے! دیکھو۔ پیٹھ پر بھی ان کے جواب میں تین کالے گنڈے ہیں۔ چوڑے چوڑے بازو بھی خُوبصُورت ہیں۔ اُن پر برابر سیاہ سفید دھاریاں ہیں۔ یہ اور بھی بہار دیتی ہیں۔ دیکھنے کے قابل تو چونچ ہے۔ لمبی۔ پتلی۔ خمدار۔ اِس سے اُس کے بڑے بڑے کام نکلتے ہیں۔ زمین میں اور گلے سڑے درختوں میں جو کیڑے ہوتے ہیں۔ اِسی چونچ کی بدولت اُنھیں اندر سے نکال لیتا ہے۔ یہ اپنا کام

कुँ कौं कुँ

हिन्दूस्तान में बहुत सारे नबी नहीं

हते न बोहत गरमी

इसके मौसम के मुताबिक

हैं तो बहुत सारदी बहु

गरमी का जोर होता है

वृद्धिचन्द्र

اکثر اُڑتی رہتی ہے + اِس کے بدن پر خیال کرو۔ تو سر بھی چھوٹا ہے۔ ہاں جبھی ہندوستان میں بعض جگہ اِسے بن سرا جانور کہتے ہیں +

ہندوستان میں یہ سارے برس نہیں رہتی۔ نہ بہت گرمی اِس کے مزاج کے موافق ہے۔ نہ بہت سردی۔ یہاں گرمی کا زور ہوتا ہے۔ تو ٹھنڈے ملکوں میں چلی جاتی ہے۔ وہاں سردی پڑتی ہے۔ تو پھر یہیں چلی آتی ہے۔ مگر ایک طرح کی ابابیل تو تھوڑے ہی دِنوں جاتی ہے۔ سارے برس یہیں رہتی ہے۔ نکلتی گرمی۔ آتی برسات میں جھلڑ کے جھلڑ اکٹھے ہوکر آسمان پر اُڑتے ہیں۔ غُل مچاتے ہیں۔ ہندوستان کی عورتیں کہتی ہیں۔ کہ دیکھو مینہ برسیگا۔ ابابیلیں جھومر ڈالتی ہیں + مسجدوں۔ مندروں اور پُرانے مکانوں کی اولتیوں میں گھر بناتی ہیں + یہ نرالی وضع کا ہوتا ہے۔ چکنی مٹّی کا گارا لیتی ہیں۔ دیوار سے چپکاتی جاتی ہیں۔ اُس کا ایک پیالہ سا بناتی ہیں۔ اُسے نرم نرم پروں سے سجاتی ہیں۔ ہم کسی دیوار میں چراغ رکھنے کی جگہ بنی ہوئی

ابابیل

جاڑا آ پہنچا۔ دیکھو۔ سامنے ابابیلیں اُڑتی پھرتی ہیں۔ کیا تانا بانا سا تنتی ہیں! اِنھیں دیکھ کر چمگادڑ کی اُڑان یاد آتی ہے۔ یہ مکھیوں اور بھنگوں کا شکار کرتی ہیں۔ اِن کا بڑا سا مُنھ اِس کام کے لئے بہت خوب ہے۔ ایسے بھنگے بہت کم ہیں۔ کہ ابابیل جیسے جانور سے بچ نکلیں۔ جس کی اُڑان میں قیامت کی جھپٹ ہے۔ دیکھو تو سہی۔ کیا چھوٹا سا جسم ہے! اور اُس پر کیا بڑے بڑے بازو ہیں! جبھی ایسی تیزی سے اُڑتی ہے۔ اِس کی لمبی اور دو شاخی دُم کی طرف بھی دیکھتے ہو؟ اِسی کے بل اُڑنے میں ہیر پھیر کھاتی ہے۔ یہ خوبصورت بھی ہے۔ اِس کی سُرمئی پیٹھ چمکتی ہوئی کیا بھلی معلوم ہوتی ہے! گلے کی سُرخی نیچے کے دھڑ کی سیاہی۔ سفیدی اور لالی روشنی میں کیا چمک دمک دکھاتی ہے! پاؤں چھوٹے چھوٹے سے ہیں۔ بہت کم کام آتے ہیں۔ کیونکہ



رہتا ہے۔ بچے وہیں پلتے ہیں۔ وہیں پر نکالتے ہیں۔ وہیں سے اُڑ جاتے ہیں +

یہ ننھا سا جانور جب اپنا کام کرتا ہے۔ تو تعجب آتا ہے۔ کہ پتلی سی چونچ سے سُوئی کا کام لیتا ہے + بہت سے دھاگے تو گھاس کے ہوتے ہیں۔ ہاتھ آتا ہے۔ تو سُوت کا دھاگا بھی اُڑا لاتا ہے + کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ ایک ہی بڑا سا پتا یہ اپنے گھونسلے کے لئے پسند کرتا ہے۔ اُسے موڑ کر ایک پیالے کی طرح بنا لیتا ہے۔ پر اکثر دو ہی پتوں کا ہوتا ہے۔ جو کسی ٹہنی کے سرے میں ہوتے ہیں۔ بندر۔ سانپ اور بہت سے جانور اس کے بچوں کے دُشمن ہیں۔ ایسا نہ کرتا۔ تو وہ بچوں کو نہ چھوڑتے +

نر ساڑھے چھ انچ تک لمبا ہوتا ہے۔ مادہ پانچ انچ + چھتکی کے اُوپر کا دھڑ سبزی لئے ہوتا ہے۔ نیچے کا سفید + اس کی تیز چونچ ایسی بنی ہوئی ہے۔ کہ ننھے ننھے جانور۔ ننھے ننھے کیڑے اچھی طرح اُس سے اُٹھا سکتی ہے۔

چونچ کے اوپر کے حصّے میں مہین سا دندانہ ہوتا ہے۔ چیونٹیاں۔ طرح طرح کے کیڑے جو درختوں کے پتّوں اور چھال پر ہوتے ہیں۔ اُنہیں کھاتی ہے ✦ یہ جانور ہندوستان میں بہت ملتا ہے۔ لوگ اِسے کم جانتے ہیں۔ سبب یہ ہے۔ کہ صوفیانہ رنگ ہے۔ نگاہ کم پڑتی ہے۔ اِس کا گھونسلا پتّوں کا ہوتا ہے۔ وہ بھی کم نظر آتا ہے ✦ اکثر جوڑے کا جوڑا درختوں کی ٹہنیوں پر تھرکتا نظر آتا ہے۔ اپنی رسیلی میٹھی رسیلی آواز سُناتا رہتا ہے ✦ اِس حالت میں ہوتا ہے۔ تو دُم کو تھرکاتا ہے۔ دُم کی تھرک۔ بدن کی پھُرت اور چنچلی آنکھوں سے شوخ اور بانکا نظر آتا ہے ✦

درخت نشین پرندوں میں سے بہتیرے ایسے ہیں۔ جن کی چونچیں پھُتکی کی طرح دندانہ دار ہیں۔ اِن سب کو ہم دندانہ منقار کہینگے ✦ ہندوستانی بُلبُل یعنی گُلدم۔ ہزار داستان۔ کستورا۔ پودنہ۔ ممولا۔ شامہ۔ پِدّا۔ جھانپل یا کال کلچی یہ سب اِسی طرح کے جانور ہیں ✦

کیڑے مار کر بڑا فائدہ بھی دیتی ہے۔ چڑیا نہ ہوتی۔ تو اتنے کیڑے ہوتے۔ کہ کسان کی فصل کا ستیاناس کر دیتے + بچوں والی چڑیا اور اُس کا چڑا ایک ہفتے میں کئی ہزار کیڑے مار ڈالتے ہیں +

بہت سے ایسے پرندے ہیں۔ جن کے پنجے چڑیا کی طرح درخت کی ٹہنیاں آسانی سے پکڑ سکتے ہیں + ان کی تین اُنگلیاں اکثر آگے ہوتی ہیں۔ ایک پیچھے + ان سب کو ہم درخت نشین کہینگے + اُن میں سے بہتیرے ایسے ہیں۔ کہ اُن کی چونچ چڑیا کی مانند گول۔ موٹی۔ نکیلی ہے۔ انہیں ہم گاؤدُم چونچ والے کہینگے + مینا۔ کوّا۔ چنڈول۔ اگن۔ بیا۔ پِدڑی۔ لال۔ رچھتّی یعنی مُنیا سب اسی طرح کے جانور ہیں +

پھُٹکی

اس باغ کے کنارے پر دیکھنا۔ امرود کے درخت میں اس کا گھونسلا ہے + یہ دیکھنے کے لائق ہے۔ چھوٹے سے جانور نے اسے کیسی ہوشیاری اور دانائی سے بنایا ہے! اِس کے پاس

نہ سُوئی دھاگا ہے۔ نہ انگشتانہ۔ اِس پر ایسی کاریگری سے سِلائی کرتا ہے۔ کہ درزی پرندے کا خطاب اِسی پر سجتا ہے + دیکھو۔ امرُود کے دو موٹے موٹے چکنے پتّوں کو موڑا ہے۔ اندر باہر کِس صفائی سے بخیہ کِیا ہے! کِس خُوبصُورتی سے اُن کا ایک پیالہ بنایا ہے! دیکھو تو سہی۔ اِس قُدرتی درزی نے کیا مضبُوطی سے پتّوں کے کِنارے جوڑے ہیں! کِس خُوبصُورتی سے دھاگوں کے سروں میں گرہیں دی ہیں۔ کہ کام اُدھڑ نہ جائے + اِس پیالے میں وُہ چھوٹا سا معمار گھر بناتا ہے۔ رُوئی۔ پشم۔ پر غرض جو مُلائم چیز پاتا ہے۔ وُہ لاتا ہے۔ موقع موقع سے سجاتا ہے + اِس آرام کے گھر اور گرم گھونسلے میں اِس کی مادہ تین چار چھوٹے چھوٹے سفید انڈے دیتی ہے۔ اُن پر لال لال چِتّیاں پاس پاس ہوتی ہیں + تھوڑے دِنوں اُنھیں سینتی ہے۔ پھر ننّھے ننّھے سے بچّے نِکلتے ہیں۔ جیسے گوشت کی بوٹی۔ پنڈولا سا گھونسلا آہِستہ آہِستہ ہوا کے جھوکوں سے ہِلتا

جس موسم میں دیکھو۔ گھروں میں اِدھر اُدھر موجود ہے۔ کھیتوں میں چُگتی پھرتی ہے۔ باغوں میں اُڑتی نظر آتی ہے۔ حقیقت میں آدمیوں سے اِسے ایک قدرتی لگاؤ ہے۔ جہاں وُہ رہتے ہیں۔ یہ ضرور وہاں ہوگی۔ یہ ہر جگہ مزے سے رہتی سہتی ہے۔ خواہ شہر کے بازار ہوں اور بھیڑ بھاڑ۔ خواہ باہر کی تازی ہوا اور سُنسان۔ اِس کے پروں کا رنگ شوخ نہیں۔ صُوفیانہ ہے۔ مگر پھر بھی ایک شان رکھتا ہے۔ اَور رنگوں کا میل جول بھی خُوش نُما ہے۔ اِس کی آنکھیں تو دیکھو۔ کیسی روشن اور چمکتی ہیں! چونچ کیا مضبُوط ہے! نوک تیز۔ اُوپر سے موٹی۔ اِس کی دُم سِرے پر سے گول ہے۔ اکثر پرِندوں کی طرح دونو کنارے نُکیلے نہیں۔ چڑا چھوٹا سا جانور ہے۔ مگر بڑا لڑاکا۔ اِسے اپنے دُشمنوں سے لڑنے کا شوق ہے۔ اَور طاقت بھی۔ ڈِھیٹ ایسا ہے۔ کہ بہُت ہی کم ڈرتا ہے۔

چڑیا سائبانوں کی اولتیوں میں۔ گھروں کی کڑیوں اور دِیواروں کے سُوراخوں میں اپنا

گھونسلا گھاس تنکوں کا بناتی ہے + اُس میں
پروں کی موٹی تہ جماتی ہے۔ اگرچہ سختی سہ سکتی
ہے۔ سردی کا دُکھ جھیل سکتی ہے۔ پر یہ بھی
جانتی ہے۔ کہ آرام کیا ہے۔ دن بھر کی محنت
کے بعد گرم اور مُلائم بچھونوں میں کیا مزا ہے +
یہ پانچ چھ انڈے دیتی ہے۔ اُن پر بھورے
یا لاکھی رنگ کی چتّیاں ہوتی ہیں۔ کسی میں
زیادہ۔ کسی میں کم + یہ اکثر سال بھر میں
دو یا تین جھول نکالتی ہے +

اِس کی اصل خوراک اناج اور چھوٹے چھوٹے
کیڑے ہیں۔ خیال کرو۔ تو کوئی ایسی چیز نہیں۔
جِسے یہ نہ کھائے۔ روٹی کا ٹکڑا ٹیرا۔ کھانے کا
چُورا چارا۔ بنئے کی دُکان کی جھاڑن جھُوڑن۔
کنجڑے کے ٹوکرے کی جھڑن یہ سب اِس کا
من بھاتا کھاجا ہے + کبھی دیکھو۔ تو ہڈی پر
بیٹھی ہے۔ گوشت نوچتی جاتی ہے۔ مزے لے لے کر
کھاتی ہے + یہ لالچی ہے۔ گیہوں اور اناج بھی
اِسے بہت بھاتا ہے۔ اِس لئے کسان کو کچھ
نقصان پہنچاتی ہے۔ پر حق پوچھو۔ تو کھیتوں کے




کی خبرداری کرتے ہیں + یہ تمام سال ہندوستان میں نہیں رہتا۔ گرمیوں میں آ جاتا ہے۔ برسات بعد چلا جاتا ہے +

یہ ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کے آس پاس اکثر نظر آتا ہے۔ بہت اچھی طرح سے صفائی کا حق ادا کرتا ہے + جھیل یا دریا کے کنارے خوش رہتا ہے + وہاں اس کی لمبی لمبی ٹانگیں بڑا کام دیتی ہیں۔ کیچڑ پانی میں پڑا پھرتا ہے۔ دھڑ الگ تھلگ اونچا رہتا ہے۔ لمبی سی چونچ سے کیچڑ گھنگولتا ہے۔ مینڈک۔ مچھلی کچھوا جو کچھ پاتا ہے۔ چٹ کر جاتا ہے + بگلا۔ کلنگ۔ سارس اور بہت سے پرندے اسی طرح پانی میں چل پھر کر اپنی خوراک ڈھونڈ لیتے ہیں + ان سب کو ہم پانی میں چلنے والے کہینگے +

چڑیا

یہ بڑی مشہور ہے۔ اسے سب جانتے ہیں۔ ہندوستان میں کوئی آدمی نہ ہوگا۔ جس نے بچپن میں چڑے چڑیا کی کہانی نہ سنی ہو +

بعض موسموں میں نر کا رنگ بدل جاتا ہے۔ یہ بڑا پیٹو ہے ٭ ایک دفعہ کسی شکاری نے لم ڈھیک مارا تھا۔ پوٹا چیرا۔ تو دس انچ لمبا کچھوا اور ایک کالا بلاؤ نکلا۔ دونو کو ثابت کا ثابت نگل گیا تھا ٭ کبھی خرگوش اور لومڑی کو بھی سارے کا سارا ڈکار گیا ہے۔ قسائی کے ٹوکرے پر پہنچا۔ اور داؤں لگ گیا۔ تو بھیڑ کا بڑا سا ٹکڑا بھی اڑا کر ہڑپ کر گیا ہے ٭

اِس کا اِتنا بڑا تو قد ہے۔ مگر بڑا ہی ڈرپوک ہے ٭ کوئی اِسے ذرا ڈانٹے۔ تو چونچ کھول دیتا ہے۔ چلاتا ہے۔ جھنجلاتا ہے۔ پھر بھاگ جاتا ہے۔ مرغی بھی اپنے بچوں کے بچاؤ کے لئے لڑے۔ تو سامنا نہیں کرتا ٭ اِتنے بڑے پرندے کو خوراک بھی بہت ہی چاہیئے۔ جیتا جانور مارنے کی تو ہمت نہیں۔ گدھوں کی ضیافت میں جا کر شریک ہوتا ہے۔ اور اپنی جان پالتا ہے ٭ چوہا۔ گرگٹ۔ مینڈک اور اور چھوٹے جانور بھی ناشتا کر جاتا ہے ٭ ایسی ایسی خدمتوں سے لوگ اِسے اچھا جانتے ہیں۔ بلکہ غنیمت سمجھ کر اِس

اَوزار ہَیں +

بعض قافلوں کے جانور جنگل پہاڑوں کے سفر میں بیمار ہو جاتے ہَیں - یا ایسے گِرتے ہَیں - کہ اُٹھنے کے قابل نہیں رہتے - لوگ اُن کی سِسکتی جان کو موت کے حوالے کرکے آگے بڑھ جاتے ہَیں - گِدھ دُور سے بَیٹھے اُن کی نگہبانی کرتے ہَیں - اِسی اِنتظار میں رہتے ہَیں - کہ اُن کی جان کب نِکلے - اَور کب اپنی ضیافت پر آن بَیٹھیں + اِسے ذرا پروا نہیں - کہ کیا کھاتا ہَے - جِتنا گلا سڑا مُردار ہو - اُتنا ہی زیادہ بھاتا ہَے + اَلبتہ ہمارا فائدہ ہَے - وُہ مُرداروں کو نہ کھاتے - تو ہوا خراب ہو جاتی - وبا سے لوگوں کی جانیں جاتیں + یہ جیتے جانوروں پر کم گِرتا ہَے - ہاں کبھی بہُت بھُوکا ہو - اَور بھیڑ - بکری کا چھوٹا سا بچّہ نظر آ جائے - تو اُسے اُٹھا لے جاتا ہَے + مَیدان میں درختوں پر اپنا گھونسلا بناتا ہَے - اِس کے اکثر گھونسلے پیپل کے درختوں پر پائے جاتے ہَیں + یہ اکثر مَل گُنجا سا ایک انڈا دیتا ہَے + پہاڑی گِدھ کا گھونسلا

پہاڑوں میں بلند چوٹیوں پر ایسی جگہ ہوتا ہے۔ جہاں کوئی نہیں جا سکتا ٭

بہت سے پرندے اناج اور کیڑے کھاتے ہیں۔ مگر گدھ گوشت ہی کھاتا ہے۔ یہ شکاری پرندہ ہے۔ گو اسے شکار سے مُردار بہت بھاتا ہے ٭ باز۔ شکرا۔ بھری۔ لگھڑ۔ چیل۔ اُلّو وغیرہ سب شکاری پرندے ہیں ٭

لم ڈھینک

یہ ہندوستان میں بہت ہوتا ہے۔ دُنیا کے بڑے بڑے پرندوں میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کھڑا ہوتا ہے۔ تو پُورا پانچ فٹ اُونچا نظر آتا ہے ٭ خیال کرو۔ تو آدمی کے قد کے لگ بھگ ہے ٭ بازو پھیلاتا ہے۔ تو عرض میں چودہ فٹ ہوتا ہے ٭ چونچ تو دیکھو۔ کیا بڑی سی ہے! اس سے بڑی بڑی چیزیں اُٹھا لیتا ہے ٭ چونچ کے نیچے ایک بڑی سی تھیلی لٹکتی ہے ٭ سر۔ گردن اور تھیلی پر پر نہیں ہوتے۔ نیچے کا دھڑ سفید ہوتا ہے۔ اُوپر کا خاکستری۔ مگر

کیا گھناؤنے جانور ہیں! کیسی غلیظ چیزیں مرے لے لے کر کھاتے ہیں! یہ اپنے کھاجے پر ایسے گرتے ہیں۔ کہ ہم سر پر جا پہنچتے ہیں۔ جبھی خبر ہوتی ہے۔ پھر اپنی ضیافت حسرت سے چھوڑ دیتے ہیں۔ چوڑے چوڑے پر پھیلا کر چپ چاپ اُڑ جاتے ہیں۔ کچھ دُور نہیں جاتے آس پاس جو درخت ہیں۔ اُنھی پر جا بیٹھتے ہیں۔ کہ من بھاتی خوراک آنکھ سے اوجھل نہ ہو۔ جب موقع پائیں۔ جھٹ آن موجود ہوں۔ یہ بڑا کھاؤ ہے۔ چاہتا ہے۔ کہ ناکوں ناک بھر جاؤں۔ خوب پیٹ بھر جاتا ہے۔ تو کسی درخت کے ٹھنڈ یا کسی اُونچے سے پتھر پر جا بیٹھتا ہے۔ آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ ادھ مؤا سا اتنی دیر بیٹھا رہتا ہے۔ کہ وُہ مکروہ غذا پچ جاتی ہے۔

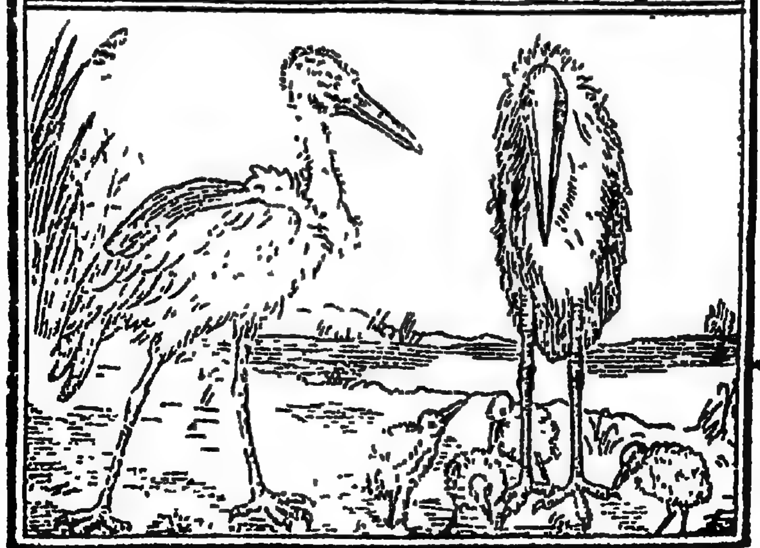
ہڈیوں سے مردار لاش میں گوشت نوچنے کو گلے گلے تک اُتر جاتا ہے۔ سر اور گردن میں پر ہوتے۔ تو آلائش میں لتھڑ کر چمٹ جاتے۔ اِس کی خمدار تیز چونچ اور مڑے ہوئے مضبوط پنجے مردار کے نوچنے پھاڑنے کو بڑے اچھے

سے پکڑتی ہے۔ اور نگل جاتی ہے +
پلی ہوئی چڑیا بطخوں کے بازو ایسے چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں۔ کہ مشکل سے اُڑ سکتی ہیں۔ ہاں جنگلی بطخیں یعنی مرغابیاں جو دریاؤں اور جھیلوں کے آس پاس نظر آتی ہیں۔ وُہ خوب اُڑتی ہیں۔ مگر پانی سب کو بھلا معلوم ہوتا ہے۔ چلنے اور اُڑنے سے پانی میں بہت خوش ہوتی ہیں۔ اِسی طرح کے اور بہتیرے تیراک پرندے ہیں۔ جیسے ہنس۔ چکوا۔ خدا نے ان کے پاؤں بھی ایسے ہی بنائے ہیں +

گِدھ

ذرا سامنے دیکھنا۔ کتنے گِدھ اکٹھے ہو رہے ہیں! کسی چاٹ کا لالچ ہوگا + اوہو! کوئی مُردار بیل ہے۔ یا کسی گدھے کی لاش۔ ایسے ہی گوشت کھا کھا کر گزارا کرتے ہیں + ان کی صورتیں کیسی مکروہ اور ڈراؤنی ہیں! بڑے بڑے قد۔ بھورے سے میلے پر۔ ننگی منگی گردنیں گنجے گنجے سر۔ مُڑی ہوئی چونچیں پھٹے پھٹے دیدے +





چُنیا بطخ

یہ بڑی تیراک ہے۔ زمین سے پانی پر نہایت آرام سے رہتی ہے۔ ذرا دیکھو تو سہی کیسی ہوا سی تیرتی جاتی ہے! کہیں ڈبکی مارتی ہے۔ کہیں جا نکلتی ہے۔ کیا خوبصورت ہے اچالاک معلوم ہوتی ہے۔ دیکھنا وہ کنارے پر جا پہنچی۔ اب اُوپر چڑھتی ہے۔ اِس کا لمبوترا بدن ہے چھوٹی چھوٹی ٹانگیں دُم کے پاس ہیں۔ بھدّی سی ہے۔ تمہیں یقین آتا ہے۔ یہ وُہی ہے۔ جو تیر رہی تھی؟ اِس کی ٹانگیں ذرا غور سے دیکھو۔ پھر جانوگے۔ کہ ایسی پھرتی سے کیوں تیرتی ہے۔ بھدّے پن سے کیوں چلتی ہے۔ دیکھو۔ اِس کی ایک اُنگلی پیچھے مُڑی ہُوئی ہے۔ سامنے کی باقی تین اُنگلیوں میں ایک جھلی پھیلی ہُوئی ہے۔ اُس سے سارا پنجہ چپٹا ہو کر ایک پنکھا سا معلوم ہوتا ہے۔ تیراکی میں یہ چالاکی اِنہی پنجوں کی بدولت ہے۔ یہ اِسے چپّو کا کام دیتے ہیں۔ پانی کو بڑے زور سے پیچھے ہٹاتے

ہیں۔ مگر چلنے میں دِق کرتے ہیں ؛

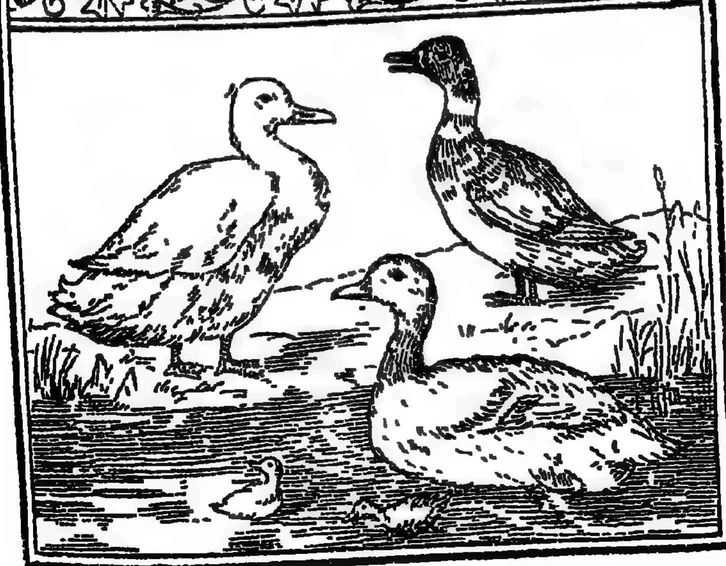
یہ انڈے بہت دیتی ہے۔ پر بے صبر اور بے پرواہ ہے۔ اچھی طرح نہیں سیتی۔ اِسی واسطے اِس کے انڈے اکثر مرغی کے نیچے بٹھاتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے زرد زرد رُوئیں کی پوشتین پہنے ہوئے جب کسی مرغی کے پیچھے پیچھے پھرتے ہیں۔ تو عجب تماشا ہوتا ہے۔ مرغی پانی کے پاس پہنچتی ہے۔ تو اُنہیں اپنے ہی بچے جان کر اور اپنا سا حال سمجھ کر کنارے پر روکتی ہے۔ وہ غڑپ پانی میں اُترے۔ اور تیرنے لگے۔ ماں کنارے پر کھڑی دیکھتی ہے۔ حیران ہوتی ہوگی۔ کہ بچے تو وہ بات کرتے ہیں۔ جو مجھ سے بھی نہیں ہو سکتی ؛ اِس کی خوراک اچھی نہیں۔ گندہ خور جانور ہے۔ کیچڑ۔ پانی۔ تمہاری پھینکی پھکائی چیز جو کچھ سامنے آئے۔ کھا پی لیتی ہے۔ اِسے صاف پانی سے میلا کچیلا پانی بہت بھاتا ہے۔ بند پانی میں جہاں کائی وغیرہ ہو۔ بہت خوش ہوتی ہے۔ کیونکہ چھوٹے چھوٹے کیڑے اِسے یہیں ملتے ہیں۔ اِنہیں اپنی چپٹی اور چوڑی چونچ

بدن کا زور لگا کر چلّاتا ہے۔ کہ ککڑوں کوں۔ گویا
ساری دُنیا کو سُناتا ہے۔ کہ دیکھو ہم کیسے بانکے
اور سُورما ہیں + یہ لڑائی پر مرتا ہے + اِس کی
ٹانگوں کے اندر کی طرف تیز کانٹے ہوتے ہیں۔
اُن سے اپنے دُشمنوں کو بڑا نقصان پہنچاتا ہے +
کبھی کبھی بے رحم لوگ اِس کی جنگی عادت سے
اپنے دِل خُوش کرتے ہیں۔ وُہ اِس کے اصلی
ہتھیاروں یعنی کانٹوں پر بھی بس نہیں کرتے۔
بلکہ اُن پر تیز لوہا چڑھاتے ہیں۔ اور اسے
دُشمن کے سامنے چھوڑتے ہیں۔ کہ وُہ بھی اسی
طرح تیار ہوتا ہے + تعجب کی بات ہے۔ کہ جب
یہ وحشیانہ لڑائی ہوتی ہے۔ تو بعض آدمی اِس بیرحمی
کو دیکھ کر بہت خُوش ہوتے ہیں + جو
آدمی جوانمرد یا لڑکا بہادر ہوگا۔ وُہ تو ایسے کام
میں خُوشی سے کبھی شامل نہ ہوگا +
مُرغی بہت انڈے دیتی ہے۔ کھانے میں بڑے
مزیدار ہوتے ہیں + بچّے نکالتی ہے۔ تو بڑے صبر
سے اکّیس دن تک بیٹھی انڈے سیتی ہے +
یہ اپنے بچّوں کو بڑی دلیری سے بچاتی ہے +

کے ڈربے کے پاس جائیں۔ تو
گتے۔ بلی اس کے ڈربے کے پاس جائیں۔ تو
پروں کو پھلا کر کُڑکُڑاتی ہوئی دوڑتی ہے۔ اس
کی ڈراؤنی صورت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مرنے
مارنے کو تیار ہے۔ اس وقت دل چلے ہی جانور
کا کام ہے۔ کہ اس کا سامنا کر سکے۔ چیل اس
کے بچوں پر منڈلاتی ہوئی آتی ہے۔ تو جھٹ
اُن کو پروں کے نیچے چھپا لیتی ہے۔ اس
کے بچے بڑے خوبصورت ہوتے ہیں۔ گلابی
ٹانگیں۔ گول گول کالی آنکھیں۔ تارا سی چمکتی
ہوئیں۔ زرد۔ سفید۔ نرم نرم روئیں دار کھال کا
گڑ وتہ پہنے چوں چوں کرتے پھرتے ہیں *
مُرغے۔ مُرغیاں کیڑم وغیرہ کھاتے ہیں۔
کھیتوں۔ گھروں اور رستے پر سے دانے دُنکے
چُگ لیتے ہیں * یہ اپنی خوراک اکثر زمین کرید
کرنکالتے ہیں۔ اس لئے خدا نے ان کی ٹانگیں
مضبوط بنائی ہیں۔ پنجے چوڑے چوڑے۔ ناخن
خمدار * مور۔ بیرو۔ یعنی فیل مُرغ۔ چکور۔ تیتر۔
بٹیر سب اسی طرح کے کریدنے والے جانور
ہیں *







پرندوں کا بیان

مُرغ

مُرغا مُرغی بہت مشہور ہیں۔ زیادہ اتا پتا بتانے کی ضرورت نہیں۔ جس مُلک میں جاؤ۔ وہیں پھرتے نظر آتے ہیں۔ کُتّے۔ بلّی۔ گھوڑے بَیل کی طرح جہاں آدمی رہ سکتا ہے۔ وہاں یہ بھی رہتے ہیں۔ پرندوں میں سب سے زیادہ فائدے اِس جانور سے ہیں۔

مُرغ بڑا بہادر اور خُوبصورت ہے۔ جب وُہ اپنی مُرغیوں کے جُھنگھٹے کو لئے تنتا ہُوا چلتا ہے۔ تو ایسا معلُوم ہوتا ہے۔ گویا وُہ بھی خُوب سمجھتا ہے۔ کہ ہم بھی کچھ ہیں۔ اور کِس آن تان سے چلے جاتے ہیں۔ کِسی دیوار یا پتھر یا ٹیلے پر بیٹھتا ہے۔ تو تیس مار خان معلُوم ہوتا ہے۔ گلا پُھلاتا ہے۔ چھاتا اُبھارتا ہے۔ اور سارے

ہے۔ تم کہو گے۔ کہ بازوؤں سے تو چیز کو جب ہی معلوم کرینگے۔ کہ بازوؤں سے لگے۔ جب ٹکر لگ گئی۔ تو پھر معلوم ہونے کا فائدہ کیا؟ مگر یہی تماشے کی بات ہے۔ کہ اسے بغیر چھوئے بھی معلوم ہو جاتی ہے۔ یعنی جب وہ اُڑنے کے لئے ہوا میں بازو مارتی ہے۔ اگر کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز پاس ہوتی ہے۔ تو فوراً بازوؤں کو معلوم ہو جاتی ہے۔ جھٹ بچ کر نکل جاتی ہے ✦ عقلمندوں نے اس بات کو ثابت کیا۔ مگر عجب بے رحمی سے۔ کئی چمگاڈڑیں پکڑ کر ان کی آنکھیں نکال لیں۔ پھر ایک کمرے میں ادھر اُدھر ڈورے تان دئے۔ ان مسکین جانوروں کو اندھا کر کے چھوڑ دیا۔ دیکھا۔ کہ وہ خاصی طرح ڈراتے بھرتی پھرتی تھیں۔ ڈورے سے ذرا ٹکر نہیں کھاتی تھیں۔ اس لئے کہ جب ڈورے کے پاس آتی تھیں۔ تو ان کے نازک پروں کو فوراً معلوم ہو جاتا تھا ✦

رکہ اگلے پنجوں سے پچھلے پنجوں تک چھائی ہوئی ہے۔ جیسے تم پتنگ اُڑاتے ہو۔ اور اُس کی کانپوں پر کاغذ منڈھا ہوتا ہے۔ اِس کے جھلّی منڈھی ہے۔ یہی اِسے پروں کا کام دیتی ہے + اگرچہ اِس کے پاس اُڑنے کے اِتنے سامان ہیں۔ اور تم بھی روز دیکھتے ہو۔ کہ ہوا میں ہزاروں چکّر لگاتی ہے۔ پلٹیاں کھاتی ہے۔ پر اکثر پرندوں کے برابر ہوا میں دیر تک تھم نہیں سکتی +

چمگادڑ بہت طرح کی ہے۔ بعض میوے کھاتی ہیں۔ بعض کیڑے مکوڑے۔ پر عام چمگادڑ ہر جگہ موجود ہے۔ شام کے وقت جب چاہو۔ دیکھ سکتے ہو + لو۔ وُہ روشنی کے گرد چکّر لگا رہی ہے + اِسے ڈراؤ نہیں۔ یہ مچھّر پکڑتی ہے + مچھّر۔ بھُنگے اور اور طرح کے کیڑوں سے گزارا کرتی ہے۔ وُہ نہایت پھُرتی سے ہمارے پاس سے نکل جاتی ہے۔ تو اِسی شکار کی تلاش میں ہوتی ہے + بڑی مبارک شام ہے۔ جس میں اِسے بہت سے کیڑے مل جائیں +

جاڑے میں اِس کا شکار کم نظر آتا ہے۔ تو کئی
دِن تک برابر پڑی سوتی ہے ۔ شام سے پہلے
کبھی نہیں نِکلتی ۔ دِن کو اندھیرے سوراخوں
میں چھتوں کے کونوں میں۔ گہری چھاؤں
کے درخت میں ۔کسی چٹان یا کسی عمارت
کی دراڑ میں چمٹی ہوئی ہوتی ہے۔اِس کا سونا
بھی دُنیا سے نرالا ہے۔ سر نیچے کرتی ہے۔
ایک پنجے سے کسی چیز کو پکڑتی ہے۔اور
لٹک رہتی ہے ۔

شاید تم پوچھو گے۔کہ اندھیرے میں دیکھتی
کیونکر ہے؟ سبب یہ ہے۔کہ اِس کی آنکھیں
بھی ایسی ہی ہیں۔جیسی بلّی کی۔ پر اِتنا فرق
ہے۔کہ زیادہ روشنی میں گھبرا جاتی ہے۔
اِسی سبب سے ٹکّر کھاتی ہے۔مگر جب سنبھل
کر اُڑتی ہے۔تو وُہی مہین جھلّی جو اِس کے
ہاتھوں سے پاؤں تک منڈھی ہوئی ہوتی ہے۔
اور پروں کا کام دیتی ہے۔وُہ اُسے ہر بات
کی خبر دیتی ہے۔یعنی اُس کی مدد سے آس
پاس کی چیزوں کا حال اُسے معلوم ہو جاتا

رہ جاتا ہے۔ ٹانگیں اور نرم نرم بدن چھپ جاتا ہے۔ کانٹے اوپر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اب ایسا نظر آتا ہے۔ جیسے ارنڈ کا ایک بڑا سا بھورا پھل۔ اب دشمن اِس پر حملہ کرے۔ تو کیا کرے؟ اِسے اپنی مضبوطی کی آپ بھی خبر ہے۔ دیکھو سمٹ جاتا ہے۔ تو آگ یا پانی ڈالے بغیر نہیں کھلتا۔ مادہ اپنے بچوں کو بہت چاہتی ہے۔ بچے بہت سارے ہوتے ہیں۔ سب کی وہی خبر لیتی ہے۔ اِن کی صورت شکل عجیب غریب ہوتی ہے۔ پیٹھ پر ننھے ننھے سفید کانٹے۔ گلابی چہرا۔ بند آنکھیں۔

یہ جانور دِن کو کم دکھائی دیتا ہے۔ شام کو باہر نکلتا ہے۔ جتنی رات آتی ہے۔ اُتنا ہی اِس کا جی خوش ہوتا ہے۔ خوراک کی تلاش میں اِدھر اُدھر دوڑتا پھرتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے کیڑے۔ پھل۔ جڑی بوٹی اِس کی خوراک ہے۔ سانپ۔ مینڈک۔ چھپکلی بھی کھا جاتا ہے۔ اِس کے دانت تو چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں۔

مگر شکار ہڈیوں سمیت ایسا چبا جاتا ہے۔ جیسے گھوڑا گاجر چباتا ہے ٭ اس کی زیادہ گزران کیڑوں پر ہے ۔ کرم خور اسے کہنا بجا ہے ٭ کرم خور جانور اور بھی بہت سے ہیں۔ جیسے چھچھوندر وغیرہ ٭

چمگادڑ

دونو وقت ملتے جب چراغ میں بتی پڑتی ہے ۔ تو ایک نرالی شکل کا جانور ہمارے سر پر سے اُڑتا ہُوا جاتا ہے ۔ بڑی تیزی سے مگر چپ چاپ ۔ ایسا ہلکا پھلکا ۔ جیسے کوئی پرچھائیں نکل گئی ٭ تم جانتے ہو؟ چمگادڑ یہی ہے ۔ اگرچہ یہ اُڑتا ہے ۔ پر اصل میں پرندوں کی قسم سے نہیں ۔ انڈے نہیں دیتا ٭ چوپایہ جانور ہے ۔ بچوں کو چھاتیوں سے دُودھ پلاتا ہے ۔ جسم تو دیکھو ۔ جیسے چُہیا ۔ نرم نرم بھورے رُوئنگٹے ۔ گول گول لمبوترے کان ٭ تم کبھی خیال کر کے دیکھنا ۔ کہ اس کے بازوؤں میں پر نہیں ۔ لیکن چکنی کالی سی جھلی ہے ۔





بڑے بندر نے یہ موقع غنیمت سمجھا * سفیدی کی بھری ہوئی ہانڈی لی۔ رفیق کی گردن پکڑ کر اُس کے سارے بدن پر پھیر دی * کوچی کو پھینک جھٹ درخت پر چڑھ گیا۔ اب کس کا ڈر تھا۔ مزے سے جا بیٹھا۔ ہنس ہنس کر مُنہ چڑانے لگا۔ بچارا بہتیرا ہی سفید خلعت کو اُتارتا تھا۔ مگر کچھ نہ ہو سکتا تھا *

جنگلی چوہا

ہندوستان میں اسے جنگلی چوہا کہتے ہیں۔ پر حقیقت میں یہ چوہے کی قسم سے نہیں * ایک چھوٹا سا عجیب جانور ہے۔ کوئی نو انچ لمبا۔ پیٹھ پر کانٹوں دار قدرتی زرہ۔ چھوٹی چھوٹی کمزور ٹانگیں۔ لمبی ناک۔ ننھی ننھی آنکھیں * پاؤں۔ چہرا۔ نیچے کے اعضا نرم نرم * پیٹھ پر کانٹے نہ ہوتے۔ تو بے پناہ تھا۔ یہ زرہ اس لئے ہے۔ کہ اس کا بچاؤ رہے * اس پر کوئی حملہ کرتا ہے۔ تو سمٹ کر گیند ہو جاتا ہے۔ سر کو دُم سے مِلا دیتا ہے۔ سُکڑ کر

ہے۔جیسے کوئی چٹورا بچّہ چاٹ مزے سے لے کر کھا رہا ہے +

یہ بڑے سمجھ دار ہوتے ہیں۔جو سکھاؤ۔ آسانی سے سیکھ جاتے ہیں + تماشا گروں کے ساتھ سدھے ہُوئے جانور ہوتے ہیں۔ وُہ طرح طرح کے تماشے کرتے ہیں + اُن میں ایک دو بندر ضرور ہوتے ہیں۔وُہ ناچتے ہیں۔ ڈُگڈُگی بجاتے ہیں۔قلابازیاں کھاتے ہیں۔کبھی بکرے پر سوار ہوتے ہیں + غرض ایسے فرماں بردار رہتے ہیں۔کہ اپنے مالک کے ہر ایک اشارے کو مانتے ہیں +

بندروں کی عجیب مزے مزے کی نقلیں ہیں + کہتے ہیں۔کہ ایک امیر کے پاس دو بندر تھے۔ ایک بڑا تھا۔لیکن بدصُورت۔دُوسرا چھوٹا تھا۔ پر خُوبصُورت + چھوٹے کو سب پیار کرتے تھے + بڑا جل جل کر اُس کا دُشمن ہو گیا + ہمیشہ تاک میں رہتا تھا۔کہ داؤں لگے۔تو بدلہ لے کر جی ٹھنڈا کرے + ایک دن گھر میں سفیدی ہو رہی تھی۔ راج مزدُور تو کام میں لگے۔

انگوٹھا - اِن سے ہر چیز کو پکڑ لیتے ہیں + اِسے چوہتّا جانور کہنا بجا ہے + جہاں اَور جانور نہیں چڑھ سکتے - اِنہی ہاتھوں کی مدد سے یہ بے لاگ اَور بے خطر چڑھ جاتے ہیں + یہ بات بھی سب میں پائی جاتی ہے - کہ طرح طرح کی شرارتیں کرتے ہیں - لوگوں کی نقلیں اُتارتے ہیں + یہ کمال ہے - کہ جو کچھ دیکھتے ہیں - جھٹ وُہی کرنے لگتے ہیں +

جو بندر اِس مُلک میں اکثر دکھائی دیتے ہیں - اُن کے قد درمیانی ہیں - لمبی دُم - بھوری سی پیٹھ - ٹانگیں اَور باقی جسم خاکستری - سیاہ ہتھیلیاں + بندر جوانی پر آتا ہے - تو بندریا سے زیادہ اُس کا مُنہ سُرخ ہو جاتا ہے + یہ ایک اچنبھے کا جانور ہے - جہاں کثرت سے پائے جاتے ہیں - ایک آفت ہوتی ہے + ہندو اِسے پاک جانور سمجھتے ہیں + یہ مندروں اَور شوالوں کے آس پاس بڑے مُوذی اَور دلیر بن جاتے ہیں - سبب یہ ہے - کہ سیانا ہے - وُہ بھی سمجھتا ہے - کہ یہاں مجھے کوئی تکلیف نہ دیگا + گاؤں کے

رہنے والے گھروں کی چھتوں پر کانٹوں کی جھاڑیاں بچھا دیتے ہیں - مگر بے فائدہ - یہ اُنہیں پھینک دیتے ہیں - اِدھر اُدھر کودتے پھاندتے پھرتے ہیں - طرح طرح کی شرارتیں کرتے ہیں ÷ جنگل میں ہوتے ہیں - تو میوے - اناج - چھوٹے چھوٹے درخت چبا چبا کر گزران کرتے ہیں - لیکن بستی ہو - تو بازاروں میں بھاگتے پھرتے ہیں - حلوائیوں اور نانبائیوں کی دُکانوں پر تاک لگائے رہتے ہیں - دُکاندار کی ذرا آنکھ بچ جائے - جو پاتے ہیں - لے بھاگتے ہیں - لوگ چلّاتے رہ جاتے ہیں - کہ لیجیو لیجیو - وُہ لے گیا - وُہ لے گیا ÷ عجب تماشا ہوتا ہے - یہ دیوار یا درخت پر مزے سے کھائے جاتا ہے - مالک نیچے حیران کھڑا دیکھ رہا ہے - بُرا بھلا کہہ رہا ہے ÷ یہ دیکھ دیکھ کر کبھی ہنستا ہے - کبھی بھبکیاں دیتا ہے - کبھی مُنہ چڑاتا ہے ÷ جب میوہ کھاتا ہے - تو سمٹ سمٹا کر بیٹھ جاتا ہے - نرم نرم اُنگلیوں سے اُس کے چھلکے اُتارتا ہے - اور کُترتا جاتا ہے - ایسا معلوم ہوتا

پیچھے پیچھے بُو سُونگھتے دوڑے جاتے ہیں + خرگوش خُوب جانتا ہے - کہ اُس کی بُو کھوئی جائے - تو پھر ان کے ہاتھ نہ آئیگا - کبھی دیوار پر چڑھ جاتا ہے - اُوپر اُوپر چلا جاتا ہے - دُوسری جگہ جا اُترتا ہے - کبھی جس رستے جاتا ہے - اُسی رستے اُلٹ کر اَور طرف نکل جاتا ہے - جھاڑیاں ہوں - تو ایک سے دُوسری میں کُودتا چلا جاتا ہے - پانی سامنے آ جائے - تو کُود پڑتا ہے - تھوڑی دیر تَیر کر کسی اَور طرف جا نکلتا ہے - کبھی لومڑی وغیرہ کے بھٹوں میں بھی جا چھُپتا ہے +

خرگوش کے دُشمن بہت ہیں + آدمی کھاتے ہیں - بہتیرے پرندے اَور جانور بھی اس پر حملہ کرتے ہیں - غرض اتنے مارے جاتے ہیں - کہ اگر ایسی بہتات سے بچّے نہ دیا کرتے - تو ایک خرگوش بھی نہ دکھائی دیتا + یہ جانور آدمیوں سے بہت بدکتا ہے - لیکن پھر بھی کبھی کبھی بہت ہل جاتا ہے + یہ گھاس پات کھاتا ہے - ترکاریاں بھی اسے بہت بھاتی ہیں + یہ اناج کی

ہری ہری کھیتیاں برباد کر دیتے ہیں - یعنی جڑوں تک کھا جاتے ہیں +

خرگوش کی طرح اور بھی بہت سے جانور ہیں - کہ اُن کے مُنہ میں آگے کو چار لمبے لمبے تیز دانت ہوتے ہیں - دو نیچے - دو اُوپر - ان سے اپنی خوراک کترتے ہیں - اور ڈاڑھوں سے چبا کر کھاتے ہیں + گلہری - چوہا - چھچھیا - گھونس - سیہہ وغیرہ سب کترنے والے جانور ہیں +

بندر

یہ گرم مُلکوں میں اکثر ہوتے ہیں بہتیری طرح کے ہیں - بعض کے قد آدمی کے قریب قریب ہیں - بعض کے بہت چھوٹے - شکلوں میں بھی بہت فرق ہے - کسی کی دُم لمبی ہے - کسی کی چھوٹی - کسی کی ہوتی ہی نہیں + ہاں ایک بات میں سب یکساں ہیں - کہ چار ہاتھ ہوتے ہیں - اگلے پچھلے چاروں پنجے برابر چلتے ہیں - جیسے آدمی کے ہاتھ - ویسی ہی انگلیاں - ویسا ہی

پھرتی ہی بچاؤ ہے +

خرگوشنی برس میں تین چار دفعہ بچے دیتی ہے +
اکثر ایک جھول میں چار تک ہوتے ہیں + پیدا
ہوتے ہی بچوں کی آنکھیں کھل جاتی ہیں - ادھر
اُدھر پھدکتے پھرتے ہیں - مہینہ بھر میں ماں
سے الگ ہو کر چرنے چگنے لگتے ہیں + خرگوش
کا رنگ مٹیالا سا ہوتا ہے - پیٹ سفید - اُوپر
کو اُٹھی ہوئی چھوٹی سی سفید دُم - چار لمبے
لمبے تیز دانت آگے کو - دو نیچے - دو اُوپر -
ان سے اپنی خوراک کترتا ہے + اس کا ہلکا پھلکا
جسم - لمبی گٹھیلی ٹانگیں بھاگنے کے ڈھب کی
خوب ہیں + اس پر کوئی حملہ کرتا ہے - تو
اُونچائی کی طرف بھاگتا ہے - سبب یہ ہے - کہ
اس کے پچھلے پاؤں لمبے لمبے ہوتے ہیں -
چڑھائی پر آسانی سے چڑھ جاتا ہے - خدا نے
کان ایسے بنائے ہیں - کہ اُنہیں ہر طرف پھیر سکتا
ہے - یہی سبب ہے - کہ کھٹکا ہوتے ہی جھٹ
چوکنا ہو جاتا ہے + گدھے کی طرح لمبے لمبے
کان ہیں - اسی لئے خرگوش کہتے ہیں - آنکھیں

پیچھے کی طرف اٹھی ہٹی ہُوئی ہوتی ہیں - کہ مُنہ پھیر کر دیکھنے کی ضرورت نہیں - پیچھے کی چیزیں خوب معلوم ہوتی ہیں + اُوپر کا ہونٹ چِرا ہُوا ہوتا ہے +

پھُرتی اور چوکنّے پن کے سوا اس کے پاس ایک اور بچاؤ کی چیز ہے + وُہ کیا ؟ اس کی مکّاری + کوئی شکاری اس کا پیچھا کرتا ہے - تو یہ ہزاروں چھل بیلے دے کر نکل جاتا ہے - اسے دو طرح کے کُتّوں سے شکار کرتے ہیں + ایک تازی جن کے بڑے بڑے قد ہوتے ہیں - اور لمبی لمبی ٹانگیں - وُہ دیکھتے جاتے ہیں - اور پیچھے دَوڑتے ہیں - نزدیک آ جاتے ہیں - تو خرگوش کترا جاتا ہے - کُتّے جلدی سے رُک نہیں سکتے - آگے نکل جاتے ہیں - پھر اُس کے نزدیک پہُنچتے ہیں - تو یہی چال چلتا ہے - اس لئے خرگوش کے پکڑنے میں کُتّوں کو بڑا ہیر پھیر کھانا پڑتا ہے + دُوسرے بُو گیر کُتّے - اِن کے قد چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں + خرگوش ان سے بہت آگے نکل جاتا ہے - یہ





اندر کھینچ سکتے ہیں +

خرگوش

تم کھیت یا جنگل میں چلے جاتے ہو۔ تو اِدھر
اُدھر کہیں جھاڑیاں سی دِکھائی دیتی ہیں۔ کہیں
جھنڈیاں نظر آتی ہیں۔ اِنھی میں سے ایک جھوٹی
سی چیز پاؤں کے پاس سے نِکل جاتی ہے۔
مٹیالا سا رنگ ہوتا ہے۔ اور اِس سناٹے سے
جاتی ہے۔ کہ تم دیکھتے رہ جاتے ہو + خرگوش
یہی ہے + جس جھاڑی سے نِکلتا ہے۔ وہاں
جاکر دیکھو۔ تو کہیں نہ کہیں اِس کا بِستر ضرور
نظر آئیگا۔ وہ اِتنا ہوتا ہے۔ کہ خرگوش اُس میں
ٹھیک سما جاتا ہے + صاف صاف نرم نرم
گھاس پسند کر لیتا ہے۔ ہمیشہ وہیں رہتا ہے۔
گھاس میں بدن کا ویسا ہی نشان پڑ جاتا ہے +
لومڑی۔ چوہوں کی طرح زمین میں نہیں رہتا۔
نہ کوئی ایسی جگہ بناتا ہے۔ کہ وقت پڑے۔ تو
پناہ کے لِئے کام آئے + دشمنوں سے بچنے کے
لِئے اِس کے پاس کوئی ہتھیار نہیں۔ پاؤں کی

بچ گئیں + یہ ایسے جانور نہیں - کہ جمع ہو کر آئیں - تو خطرناک ہوں - نہیں اکیلا ہو - تو بھی آفت ہے +

کہتے ہیں - کہ ایک کسان اپنے جھونپڑے میں بیٹھا تھا - سامنے انگنائی میں دیکھا - کہ بھیڑیا دبے پاؤں آیا - بکری کو جھٹ اُٹھا کر لے چلا - کسان اُٹھ کر دوڑا - گود میں ڈیڑھ برس کا بچہ تھا - جلدی اُسے زمین پر بٹھا دیا - اور ایک موٹا سا لٹھ لے کر بھیڑیے پر آیا + یہ موذی گھبرا کر بکری چھوڑ گیا + بچے پر نگاہ پڑی - جھپٹ کر اُسے لے بھاگا + باپ بیچارا چلاتا پیچھے دوڑا - مگر بے فائدہ تھا - بھیڑیا ہوا ہو گیا - بچے کا پتا نہ لگا +

بھیڑیے - لومڑی - گیدڑ صورت شکل میں کُتے سے بہت ملتے جلتے ہیں + اس شکل کے جانور گوشت کھاتے ہیں - سب کے دانت گنتی اور بناوٹ میں ایک سے ہوتے ہیں + بلی - شیر وغیرہ کی طرح اُنگلیوں کے بل چلتے ہیں - پر ناخن ویسے تیز نہیں ہوتے - نہ اُن کی طرح

بھیڑیا

یہ اکثر ملکوں میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔ قد میں بڑے کتے کے برابر ہوتا ہے۔ شکل میں بھی اُس سے بہت ملتا جلتا ہے۔ لیکن سر لمبا ہے۔ ناک نکیلی۔ دُم گچھے دار۔ آنکھیں ترچھی۔ مضبوط اور زور آور ایسا کہ بھیڑ بکری کو منہ میں آسانی سے اُٹھا لے جاتا ہے۔ یہ بڑا جھلا ہے۔ مگر ہلاؤ تو ہل جاتا ہے۔ اور اپنے پالنے والے سے محبت کرنے لگتا ہے۔ بھیڑنی اپنے بچوں کو بہت چاہتی ہے۔ بچے پیدا ہوتے ہیں۔ تو ایسے نظر آتے ہیں۔ جیسے کتے کے پلے۔ ویسے ہی آنکھیں بھی بند ہوتی ہیں۔

بھیڑیے جنگلوں میں غاروں اور بھٹوں کے اندر رہتے ہیں۔ اور سب شکاری جانوروں کی طرح یہ بھی اکثر رات ہی کو شکار کرتے ہیں۔ یہ بلا نوش سب طرح کے جانور کھا جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ مینڈک اور چھپکلی بھی نہیں

چھوڑتے۔ اِن کی ٹولیوں میں سے کوئی بیمار ہو جائے۔ تو یہ بے درد اُسے بھی اپنا ناشتا کر لیتے ہیں۔ جن گاؤں کے آس پاس کچھ کچھ دُور تک آبادی نہیں۔ اُن کے آگے پیچھے اندھیری اَور سُنسان رات میں آ لاگتے ہیں۔ بھیڑ۔ بکری کے بچّے اَور بچھڑے کا گلا پکڑ کر اُٹھا لے جاتے ہیں۔ داؤں لگ جائے۔ تو آدمی کے بچّے کو بھی لے بھاگتے ہیں۔ اکیلے بیٹھ کر اپنا شکار خوب مزے سے کھاتے ہیں۔ بھیڑیے بھوکے ہوں۔ تو بڑے جھلّے ہوتے ہیں۔ جن مُلکوں میں برف پڑتی ہے۔ اَور ہفتوں تک زمین نہیں دِکھائی دیتی۔ وہاں اِنھیں خوراک کی بڑی مُصیبت ہوتی ہے۔ بھوک سے بے قرار ہو کر آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ ٹولیاں باندھ کر پھرتے ہیں۔ آدمیوں پر بھی حملہ کرنے میں نہیں جھجکتے۔ کبھی درندوں ریچھ وغیرہ پر بھی حملے کرتے ہیں۔ اِن موذیوں کی بہت سی کہانیاں ہیں۔ کہ لوگوں کے مرنے میں بال ہی بھر کا فرق رہ گیا ہے۔ زندگی تھی۔ کہ جانیں

ڈر ڈر کر کچھ تھک تھک کر وہ غریب مرجاتا ہے +

بلّی کے اکثر تین سے چھ تک بچّے ہوتے ہیں۔ نو روز تک اُن کی آنکھیں بند رہتی ہیں۔ جب تک یہ چل پھر نہیں سکتے۔ منہ میں داب کر اِدھر اُدھر پھرانے لے جاتی ہے + یہ اپنے بچّوں کو بہت چاہتی ہے۔ اُن کی نگہبانی خوب کرتی ہے۔ ذرا غافل ہو جائے۔ تو کُتّے۔ بلّیاں اُنھیں مار ڈالتے ہیں +

بلّی صورت شکل اور عادت میں شیر سے ملتی جلتی ہے۔ پر اِتنا فرق ہے۔ کہ یہ درخت۔ دیوار ہر جگہ چڑھ جاتی ہے۔ شیر نہیں چڑھ سکتا + ہندوستانی اِسے شیر کی اُستانی کہتے ہیں۔ اور۔ اِس پر یہ کہانی گھڑتے ہیں۔ کہ شیر کو اِس نے سب کرتب بتائے + آخر اُس نے پوچھا۔ کہ خالہ بلّی! اور کوئی بات باقی ہے؟ تاڑ گئی۔ کہ اِس کی نیّت میں فساد ہے۔ مسکینی سے بولی۔ بس بیٹا! اب کچھ نہیں + شیر نے چاہا۔ کہ پہلے اِسی کو شکار کرے۔

دوڑ کر حملہ کیا۔ درخت پاس تھا۔ جھٹ اُس پر چڑھ گئی۔ شیر مُنہ دیکھتا رہ گیا +

بہُت سے جانوروں کے ناخن ایسے ہیں۔ کہ پنجوں میں چھُپے رہتے ہیں۔ جب چاہتے ہیں۔ باہر نکال بھی سکتے ہیں + یہ سب گوشت کھانے والے جانور ہیں۔ اپنے ہی شکار کا گوشت بہت پسند کرتے ہیں + ان کے دانت شکار کے ڈھب کے خوب ہیں۔ زبان کھُردری ہے۔ ہڈیوں میں کچھ گوشت لگا رہے۔ تو اُس سے کھُرچ لیتے ہیں + یہ سب جانور اُنگلیوں کے بل چلتے ہیں۔ اُن کی اُنگلیوں کے نیچے کی طرف نرم نرم گوشت ہے۔ یہی سبب ہے۔ کہ چلنے میں پاؤں کی آہٹ تک نہیں نکلتی + آنکھیں ایسی ہیں۔ کہ دن رات برابر دیکھ سکتی ہیں + خُدا نے کان ایسے بنائے ہیں۔ کہ ذرا سی آواز بھی سُن لیتے ہیں + شیر۔ چیتا وغیرہ سب اِسی طرح کے جانور ہیں +

رہتے - تو چلنے پھرنے میں بلّی کو بڑی مشکل ہوتی - اور وہ بھی ایسے تیز نہ رہتے + اب ضرورت کے وقت نکالتی ہے - اور جب چاہتی ہے - اندر کھینچ لیتی ہے - پھر دیکھنے میں وہی نرم نرم اوپر ریشم سی پشم +

پلی ہوئی بلّی بڑی غریب ہوتی ہے - چمکارنے پچکارنے سے خوش ہوتی ہے - چاہتی ہے - کہ پیار سے رکھو + ایک پیالی بھر کر دود اس کے سامنے دھر دو - تو خوش ہوگی - خرخر کریگی - پتلی - گلابی ننھی سی زبان ہے - اس سے چاٹیگی - آنکھیں بند کریگی - میٹھے دود کا مزا لیگی + دود اسے بھاتا ہے - مگر گوشت پر دوانی ہے - پلی ہوئی نہیں ہوتی - تو گوشت ہی پر گزارا کرتی ہے + چڑیا - بٹیر - فاختہ موٹے تازے جانور اس کا من بھاتا کھاجا ہے + پلی ہوئی بلّی سے آدمیوں کو بڑے فائدے ہیں - چوہے - چوہیاں وغیرہ مارتی ہے - مگر کبھی کبھی نقصان بھی بہت کرتی ہے - کبوتروں اور مرغی کے بچّوں کی سخت دشمن ہے - دڑبے میں گھس جائے -

تو سب کو توڑ جاتی ہے +

کسی پرندے کا شکار کرتی ہے - تو عجب تماشا ہوتا ہے + دیکھنا دیکھنا - وہ جھاڑیوں میں کیسی چھپکے چھپکے دبے پاؤں گھات لگاتی پھرتی ہے - نرم نرم پنجے کیسے آہستہ رکھتی ہے ! پاؤں کی آہٹ تک نہیں + وہ ٹہنی کے پیچھے تاک لگائے بیٹھی ہے + یہ کم بخت کیا بھولا بھالا جانور ہے ! دیکھو - شکار اب اس کی زد پر آ پہنچا - وہ بلّی جھپٹی - ایک ہی چھلانگ میں جا لیا - اُسے ہے ! کیسا بچارا پھڑکتا ہے ! بلّی کا چہرا دیکھنا - کیا بگڑے ہوئے تیور ہیں ! کیا آنکھیں بدلی ہوئی ہیں ! چوہے کو شکار کرتی ہے - تو پکڑتے ہی نہیں مار ڈالتی - تھوڑی دیر کھیلتی ہے - معلوم ہوتا ہے - کہ اس بے بس کو تنگ کرکے خوش ہوتی ہے - پہلے اُسے منہ سے چھوڑ دیتی ہے - بچارا تھوڑی دور بھاگ جاتا ہے - پھر جھپٹتی ہے - جھٹ دوڑ کر پکڑ لیتی ہے - غرض اسی طرح تھوڑی دیر اُس سے کھلاڑیاں کرتی ہے - آخر کچھ



اسی بچارے کا نام آتا ہے + یہ لدّو گدھوں کا بیان ہے - مگر جنگلی گدھے کا ایسا حال نہیں - وُہ بڑا تیز رفتار ہے + ایک طرح کے جنگلی گدھے سندھ اور بلوچستان میں اور پنجاب کی مغربی حد کی طرف ملتے ہیں - اُنہیں گوڑخر کہتے ہیں + یہ خُوبصورت ہوتے ہیں - سرخی لئے خاکی رنگ - لیکن مُنہ - چھاتی اور نیچے کا دھڑ سفید - پیٹھ کی لمبان پر بھوری دھاریاں - اکثر کندھے اور پاؤں پر بھی دھاریاں ہوتی ہیں +

گھوڑے اور گدھے سُم دار جانور ہیں - اِن کے سُم ثابت ہوتے ہیں - جُگالی کرنے والے جانوروں کے پاؤں یا کھُروں کی طرح بیچ میں سے پھٹے ہُوئے نہیں ہوتے +

بلّی

اسے سب جانتے ہیں - ایسا کوئی مُلک ہوگا - جہاں یہ نہ ہو + آدمیوں سے اسے دلی لگاؤ ہے - کُتّوں کی طرح یہ بھی آدمیوں سے ہِل جاتی ہے -

اسے جُگالی کرتے سب نے دیکھا ہے۔ مگر اصل حال کی خبر نہیں ۔ سُنو۔ اس کے اُوپر کے دانت نہیں ہوتے۔ ڈاڑھیں ہوتی ہیں۔ مگر جلدی جلدی نہیں چلتیں ۔ چونکہ کھاتی بہت ہے۔ اس لئے پہلے جو کچھ سامنے آتا ہے۔ اُسے پُورا پُورا نہیں چباتی۔ یُوں ہی نگل جاتی ہے ۔ یہ دانہ ہو یا گھاس۔ اوّل پہلے خانے میں جمع ہوتا ہے۔ پھر دُوسرے خانے میں۔ جب فرصت ہوتی ہے۔ تو اُس میں سے نکال نکال کر مُنہ میں لاتی ہے۔ دوبارہ چباتی ہے۔ اور کھا جاتی ہے ۔ جب گائے چر رہی ہو۔ تو یہ سمجھو۔ کہ اپنی خوراک سمیٹ رہی ہے۔ کھاتی جب ہے۔ کہ جُگالی کرتی ہے ۔ بھینس۔ اُونٹ۔ بھیڑ۔ ہرن۔ بکری سب جُگالی کرنے والے جانور ہیں ۔ ایسے جانوروں کے پاؤں یا کھُر بیچ میں سے پھٹے ہُوئے ہوتے ہیں ۔

گدھا

دیکھنا۔ بے درد کس بے رحمی سے اپنے گدھے

کو مارتا ہے۔ بیچارے پر اِتنا بھاری بوجھ لادا ہے۔ کہ ٹھوکریں کھاتا چلا آتا ہے + کیا یہ خُدا کی جان نہیں؟ میاں کو حقیقت تو جب معلُوم ہو۔ کہ اِسی بوجھ کو ذرا اپنی کمر پر رکھ لے۔ پھر بوجھ کا مزا دیکھے + گدھے بیچارے کو سب سے بُرا تو چارہ دیتے ہیں۔ اِس پر چاہتے ہیں۔ کہ بوجھ وُہ اُٹھائے۔ جو اُس کی طاقت سے زیادہ ہے + ہندوستان میں جہاں دیکھو۔ گدھے کی ٹانگیں بوجھ کے مارے پھر گئی ہیں + کیا سبب ہے؟ بچپن ہی سے بھاری بوجھ لادنے لگتے ہیں +

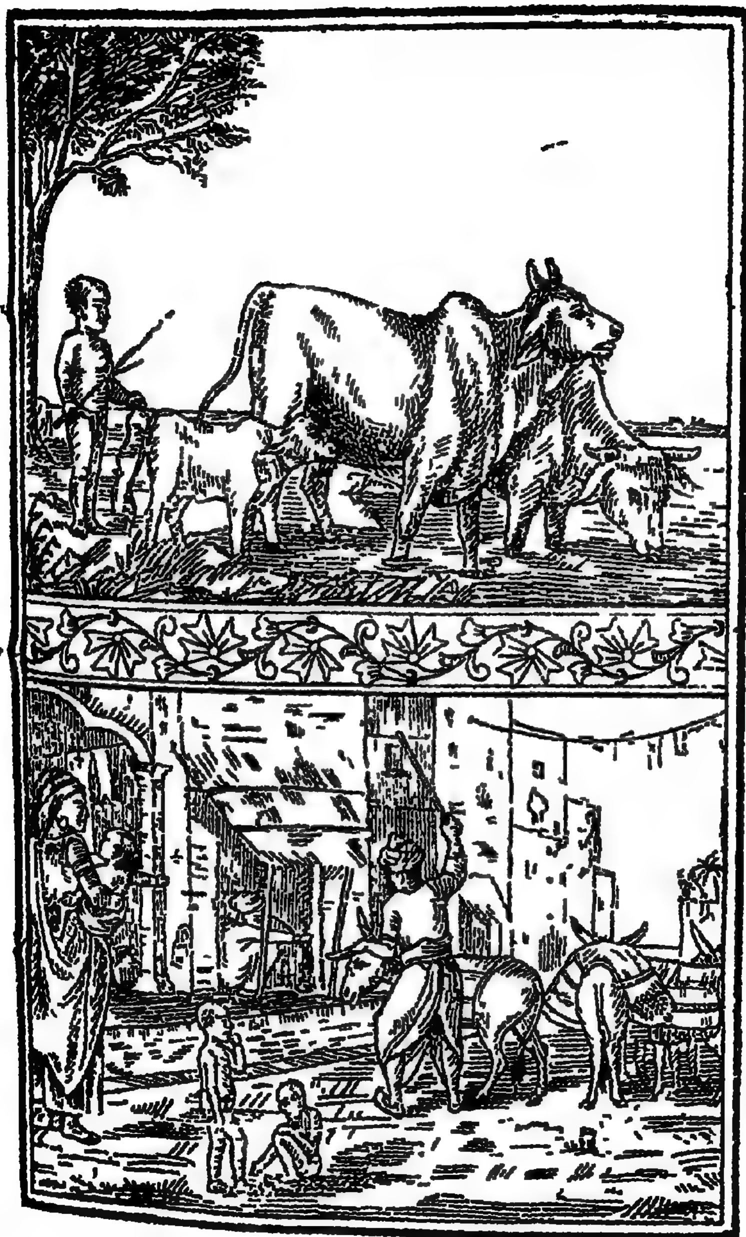
مانا کہ گدھا خُوبصُورت نہیں۔ بے شک لمبے لمبے کان اور چُندھیائی ہُوئی آنکھوں سے مریل معلُوم ہوتا ہے۔ لوگوں کی زیادتیاں سہتا ہے۔ اِنہیں باتوں نے اِسے ذلیل کر دیا ہے۔ مگر خُدا نے بے سمجھ نہیں بنایا ہے۔ بعض مقاموں پر اِس نے بڑی بڑی ہوشیاریاں دِکھائی ہیں + جو مالک اِسے چاہتا ہے۔ یہ بھی اُس کی صُورت پر عاشق ہوتا ہے۔ اِس کا قدم ذرا سُست تو

سے اتنے فائدے ہوں۔ لازم ہے۔ کہ ہم بھی اچھی طرح اُس کی خدمت کریں + اوّل تو ہمیں دُود دیتی ہے۔ میٹھا میٹھا۔ تازا تازا + کوئسا لڑکا یا لڑکی ہوگی۔ کہ بھرا پیالہ ہو۔ اَور پینے کو جی نہ چاہے + ملائی۔ ربڑی۔ کھویا۔ دہی۔ مکھن۔ گھی۔ چھاچھ اَور لسّی دیتی ہے۔ یہ چیزیں نہ ہوتیں۔ تو ہمارے کھانے پینے کیسے رُوکھے رہتے۔ ملائی۔ کھویا۔ گھی نہ ہوتا۔ تو بہتیری مزے کی مٹھائیاں نصیب بھی نہ ہوتیں + بیل ہل جوتتے ہیں۔ بوجھ ڈھوتے ہیں۔ چھکڑے کھینچتے ہیں۔ رہٹ۔ چرسے اَور کولھو میں چلتے ہیں + گوبر سے کچّے مکان لیپتے ہیں۔ اُپلے تھاپتے ہیں۔ جن غریبوں کو لکڑیاں جلانے کا مقدُور نہیں۔ وُہ اِنہیں جلاتے ہیں۔ ہندُو چوکا دیتے ہیں۔ مرنے کے بعد اِس کے جسم کے بہُت سے حصّے کام میں آتے ہیں + کھال سے گھوڑوں کے ساز۔ بگّی کے سامان۔ زین۔ چابک۔ لگام اَور بہُت سی چیزیں بنتی ہیں۔ سینگوں سے کنگھیاں۔ چاقو اَور چھُریوں

سکے دشتے۔ پٹھوں۔ نسوں وغیرہ سے سربش +

گاے روز دو دفعہ دُود دیتی ہے۔ صُبح اَور شام + دُود کو مِٹّی کے باسنوں میں جوش دے کر رکھ چھوڑتے ہیں۔ پھر اُس سے جو چاہتے ہیں۔ بناتے ہیں۔ مکّھن نکالنا ہو۔ تو ذرا سا دہی مِلا کر ڈھانک رکھتے ہیں۔ وُہی جم کر دہی ہو جاتا ہے + پھر ایک مِٹّی کے باسن میں ڈال کر اُسے رئی سے بِلوتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں مکّھن جُدا ہو جاتا ہے۔ چھاچھ جُدا + بعض مُلکوں میں اَور اَور طرح بھی مکّھن نکالتے ہیں۔ مگر بِلاتے سب جگہ ہیں +

گاے اکثر گھاس اَور چارا کھاتی ہے۔ دانہ اَور کھلی بھی دیتے ہیں۔ اِس سے دُود زیادہ ہوتا ہے + گوشت، یا کوئی جاندار چیز نہیں کھاتی + گاے کی صُورت اَور اُس کے ڈیل ڈَول کو سب پہچانتے ہیں۔ مگر یہ بہُت لوگوں کو خبر نہیں۔ کہ جو جانور جُگالی کرتے ہیں۔ اُن کا مِعدہ کچھ اَور ہی طرح کا ہوتا ہے۔ اُس میں چار خانے ہوتے ہیں۔ ہر ایک الگ کام دیتا ہے +



اُردُو کی تیسری کتاب

دُودھ پلانے والے جانوروں کا بیان

گائے

یہ ایسا جانور ہے۔ کہ سب جانتے ہیں۔ اِس کی صُورت شکل بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہندُو اِسے بڑا پاک جانور مانتے ہیں۔ نِرا جانور ہی نہیں۔ بلکہ اِس سے بہُت کُچھ زیادہ خیال کرتے ہیں۔ یِہی سبب ہے۔ کہ اِسے بڑی محبّت سے پالتے ہیں۔ اور بہُت کُچھ سیوا کرتے ہیں ۔ آدمی کو جو فائدے اِس سے ہیں۔ شاید اور کِسی جانور سے نہیں ۔ جب تک جِیتی ہے۔ کھانے پِینے کی بہُت سی چیزیں ہمیں دیتی ہے۔ جِس جانور

Printed at the Mufid-i-'Am Press, Lahore,
BY
L. MOTI RAM, MANAGER.

1918.

فہرستِ مضامین

اِعرابوں کے قاعِدے

مِثالیں	قاعِدے	نمبرِ شُمار
گھر	مخلُوط ہے دو چشمی لکھی گئی ہے	۱
ہنسا۔ نہیں	نُونِ غُنّہ جو لفظ کے درمیان ہے۔ اُس پر اُلٹا جزم دِیا ہے۔ اَور جو آخر میں ہے۔ اُس میں نُقطہ نہیں دِیا	۲
بھلی	یائے معرُوف جو لفظ کے آخر ہے۔ وُہ دائرے کی لکھی گئی ہے	۳
کے۔ ہے۔ گائے۔ اُڑنے	یائے معرُوف کے سوا باقی سب یے لمبی لکھی گئیں	۴
خُود۔ خویش	جو واؤ بولی نہیں جاتی۔ اُس کے نیچے آڑی لکیر ہے	۵
ہمالیہ۔ روپیہ۔ زیور۔ غور۔ سَیر	حرفِ مفتُوح پر وہیں زبر رکھا ہے۔ جہاں واؤ یا یے کے معرُوف اَور مجہُول ہونے کا شبہ پڑتا ہے	۶

باقی قاعِدے اخیر کے صفحے پر دیکھو

نمبرِ شمار	قاعدے	مثالیں
۷	حرفِ مکسور کے نیچے دو جگہ کے سوا سب جگہ زیر لکھا گیا۔ اوّل یائے مجہول کے ماقبل۔ دوسرے یائے معروف کے ماقبل جو لفظ کے آخر ہے +	دیر۔ دے۔ دی +
۸	حرفِ مضموم کے بعد اگر واوِ مجہول نہیں ہے۔ تو اُس پر پیش لکھا گیا +	شُکر
۹	واوِ معروف کے ماقبل پیش لکھا گیا +	دُور
۱۰	واوِ مجہول کے ماقبل پیش نہیں لکھا گیا +	زور
۱۱	الف۔ واؤ اور یے کے سوا لفظ کے درمیان جو حرف ساکن ہے۔ اُس پر جزم لکھا گیا +	صبر
۱	استفہام کی علامت	؟
۲	ندا۔ تعجب۔ حسرت۔ دُعا۔ قسم۔ خُوشی کی علامت	!
۳	تھوڑے وقفے کی علامت	-
۴	پُورے وقفے کی علامت	+

ہدایت۔ جہاں پُورا وقفہ ہے۔ وہاں پڑھنے میں زیادہ ٹھہرنا چاہیئے۔ باقی جگہ کم +

EDUCATION DEPARTMENT, PUNJAB.

THIRD URDU READER.

उर्दू कि तीसरी किताब

اردو کی تیسری کتاب



LAHORE :

RAI SAHIB M. GULAB SINGH & SONS,

EDUCATIONAL PUBLISHERS.

تعداد جلد ۵۰۰۰ — دفعہ ۱۶ — قیمت فی جلد ۲/۳ پائی